فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

علم وہ خزانہ ہے جس کی کنجیاں سوال ہے، سوال کرو کہ اس میں چار شخصوں کو ثواب ملتا ہے: (۱) مسئلہ دریافت کرنیوالے کو (۲) مسئلہ بتانے والے عالم کو (۳) سننے والے کو (۴) اس کو جو ان سے محبت رکھتا ہو۔

مُنیَۃُ الطَّالِبِ وَمِنَّۃُ المَالِكِ

شرح

عُمدَۃُ السَّالِكِ وَعُدَّۃُ النَّاسِكِ

جلد چہارم

تالیف:

خادم دارالافتاء

مکتبہ نوریہ

مفتی محمد نور یوسف پٹیل

امام مسجد پاڑا محلہ، پنویل

نام کتاب منية الطالب و منة المالك (جلد چہارم)

شرح عمدة السالك وعدة الناسك

اشاعت دوم مع تخفیف واضافہ : شوال المکرم ۱۴۳۹ھ جون ۲۰۱۸ء

قیمت ۳۳۰ روپے

ملنے کا پتہ

محمد نور یوسف پٹیل (امام مسجد پاڑا محلہ پنویل) رائے گڈھ

مہاراشٹر، انڈیا، پن:۔ ۴۱۰۲۰۶

Mo: 9322737752

(تقریظ)

از فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ العالی

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ الطاھرین وأصحابہ الکاملین، أما بعد:

۲۵ / ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ کی بات ہے کہ راقم الحروف کو حضرت مفتی محمد نور صاحب کا زیر تالیف عمدۃ السالک کے شرح کی آخری قسط کا مسودہ ملا اور ساتھ ہی یہ حکم ملا کہ یہ گنہگار اپنے کچھ تاثرات پیش کریں۔ یہ عمدۃ السالک نامی کتاب مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے اس کی شرح کرکے اسے سہل بنادیا۔ اس کی گنجلک عبارتوں کو حل فرماکر اور ضروری وضاحت کو عام فہم زبان میں پیش فرماکر اس سے طالبین حق کے لئے فقہ کی راہ ہموار فرمادی ہے۔

اس زیر نظر مسودہ سے پہلے کی تین قسطیں جو شائع ہوچکی ہیں راقم الحروف کو ملی، بفضلہ تعالیٰ راقم الحروف نے ان سے استفادہ بھی کیا۔

حضرت مفتی صاحب کی شرح خصوصاً علماء اور عموماً عوام دونوں کے لئے ان شاء اللہ یکساں مفید ثابت ہوگی۔

راقم الحروف بارگاہِ خداوندی میں التجاء کرتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کے علم سے باری تعالیٰ مجھے اور ساری امت کو فیض یاب فرمائے (آمین)

وباللہ التوفیق وھو المستعان

خالد سیف اللہ رحمانی

ناظم المعھد العالی الاسلامی حیدرآباد

جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

(تقریظ)

حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندوی مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ اسلامیہ بھٹکل

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، أما بعد

ماشاء اللہ مؤلفِ فاضل نے اب چوتھی جلد کا ترجمہ اور تشریح مکمل فرمائی ہے، یہ جلد باب اللقطہ واللقیط و نکاح و طلاق سے باب الشھادۃ تک کے ترجمے اور تبئین پر مشتمل ہے۔ دراصل یہ ایک جامع اور مبسوط کتاب ہوگئی ہے جس میں ہر مسئلہ سے متعلق سیر حاصل بحث کی گئی ہے، اس کے ساتھ ہی کتاب کو جدید معیار پر لانے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ مؤلف نے اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ ترجمہ و تشریح عام فہم رواں اور سلیس ہو، تاکہ مفہوم کے سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو۔

ترجمہ کے دوران جو فقہی اصطلاحات وضاحت طلب محسوس کی گئیں ان کی بھی توضیح کردی ہے، اس اعتبار سے مؤلف علماء وعوام کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے عربی سے ایک اہم ذخیرہ کو اردوداں حلقوں میں منتقل کردیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فاضل مؤلف کی علمی و دینی خدمت کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

والسلام

عبدالباری ندوی

خادم جامعہ اسلامیہ بھٹکل

(فہرست مضامین)

منیۃ الطالب و منۃ المالک (جلد چہارم)

(بَابُ اللُّقَطَةِ وَ اللَّقِيْطِ)

(إِذَا وَجَدَ الْحُرُّ الرَّشِيْدُ لُقَطَةً جَازَ الْتِقَاطُهَا فَإِنْ وَثِقَ بِأَمَانَةِ نَفْسِهِ نُدِبَ وَإِنْ خَافَ الْخِيَانَةَ كُرِهَ ثُمَّ يُنْدَبُ أَنْ يَعْرِفَ جِنْسَهَا وَصِفَتَهَا وَقَدْرَهَا وَوِعَاءَهَا وَوِكَاءَهَا وَهُوَ الْخَيْطُ الَّذِيْ رُبِطَتْ بِهِ وَأَنْ يُشْهِدَ عَلَيْهَا ثُمَّ إِنْ كَانَ الْإِلْتِقَاطُ فِي الْحَرَمِ أَوْ كَانَتِ اللُّقَطَةُ جَارِيَةً يَحِلُّ لَهُ وَطْؤُهَا بِمِلْكٍ أَوْ نِكَاحٍ أَوْ وَجَدَ فِيْ بَرِّيَّةٍ حَيَوَانًا يَمْتَنِعُ مِنْ صِغَارِ السِّبَاعِ كَبَعِيْرٍ وَفَرَسٍ وَأَرْنَبٍ وَظَبْيٍ وَطَيْرٍ فَلَا يَجُوْزُ فِيْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ أَنْ يَلْتَقِطَ إِلَّا لِلْحِفْظِ عَلٰى صَاحِبِهَا فَإِنِ الْتَقَطَ لِلتَّمَلُّكِ حَرُمَ وَفِيْمَا عَدَا ذٰلِكَ يَجُوْزُ لِلْحِفْظِ وَالتَّمَلُّكِ فَإِنِ الْتَقَطَ لِلْحِفْظِ لَمْ يَلْزَمْهُ تَعْرِيْفُهَا وَتَكُوْنُ عِنْدَهُ أَمَانَةً لَا يَتَصَرَّفُ فِيْهَا أَبَدًا إِلٰى أَنْ يَجِدَ صَاحِبَهَا فَيَدْفَعَهَا إِلَيْهِ وَإِنْ دَفَعَهَا إِلَى الْحَاكِمِ لَزِمَهُ الْقَبُوْلُ، نَعَمْ لُقَطَةُ الْحَرَمِ مَعَ كَوْنِهَا لِلْحِفْظِ يَجِبُ تَعْرِيْفُهَا وَإِنِ الْتَقَطَ لِلتَّمَلُّكِ وَجَبَ أَنْ يُعَرِّفَهَا سَنَةً عَلٰى أَبْوَابِ الْمَسَاجِدِ وَالْأَسْوَاقِ وَالْمَوَاضِعِ الَّتِيْ وَجَدَ فِيْهَا عَلَى الْعَادَةِ فَفِيْ أَوَّلِ الْأَمْرِ يُعَرِّفُ طَرَفَيِ النَّهَارِ ثُمَّ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً ثُمَّ فِيْ كُلِّ أُسْبُوْعٍ ثُمَّ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً بِحَيْثُ لَا يُنْسَى التَّعْرِيْفُ الْأَوَّلُ وَيُعْلَمُ أَنَّ هٰذَا تَكْرَارٌ لَهُ فَيَذْكُرُ بَعْضَ أَوْصَافِهَا وَلَا يَسْتَوْعِبُهَا وَإِنْ كَانَتِ اللُّقَطَةُ يَسِيْرَةً وَهِيَ مِمَّا لَا يُتَأَسَّفُ عَلَيْهِ وَيُعْرَضُ عَنْهُ غَالِبًا إِذَا فُقِدَ لَمْ يَجِبْ تَعْرِيْفُهَا سَنَةً بَلْ زَمَنًا يُظَنُّ أَنَّ فَاقِدَهَا أَعْرَضَ عَنْهَا ثُمَّ إِذَا عَرَّفَ سَنَةً لَمْ تَدْخُلْ فِيْ مِلْكِهِ حَتّٰى يَخْتَارَ التَّمَلُّكَ بِاللَّفْظِ فَإِذَا اخْتَارَهُ مَلَكَهَا حَتّٰى لَوْ تَلِفَتْ قَبْلَ أَنْ يَخْتَارَ لَمْ يَضْمَنْهَا وَإِذَا تَمَلَّكَهَا ثُمَّ جَاءَ صَاحِبُهَا يَوْمًا مِنَ الدَّهْرِ فَلَهُ أَخْذُهَا بِعَيْنِهَا إِنْ كَانَتْ بَاقِيَةً وَإِلَّا فَمِثْلِهَا أَوْ قِيْمَتِهَا وَإِنْ تَعَيَّبَتْ أَخَذَهَا مَعَ الْأَرْشِ وَيُكْرَهُ الْتِقَاطُ الْفَاسِقِ وَيُنْزَعُ مِنْهُ وَيُسَلَّمُ إِلٰى ثِقَةٍ وَيَضُمُّ إِلَى الْفَاسِقِ ثِقَةً يُشْرِفُ عَلَيْهِ فِي التَّعْرِيْفِ ثُمَّ يَتَمَلَّكُهَا الْفَاسِقُ وَلَا يَصِحُّ لَقْطُ الْعَبْدِ فَإِنْ أَخَذَهَا أَخَذَهَا السَّيِّدُ مِنْهُ وَكَانَ السَّيِّدُ مُلْتَقِطًا وَإِذَا لَمْ يُمْكِنْ حِفْظُ اللُّقَطَةِ كَالْبِطِّيْخِ وَنَحْوِهِ يُخَيَّرُ بَيْنَ أَكْلِهِ وَبَيْعِهِ ثُمَّ يُعَرِّفُ سَنَةً وَإِنْ أَمْكَنَ إِصْلَاحُهُ كَالرُّطَبِ فَإِنْ كَانَ الْأَحَظُّ فِيْ بَيْعِهِ بَاعَهُ وَإِنْ كَانَ فِيْ تَجْفِيْفِهِ جَفَّفَهُ)

(لقطہ اور لقیط کا بیان)

لقطہ کی تعریف

لغت میں: لقطہ گری ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔

شرعاً: اس غیر محفوظ محترم حق کو کہتے ہیں کہ واجد [پانے والے] کو اس کے مستحق کا علم نہ ہو۔

حدیث: آپ ﷺ سے لقطہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے بندھن اور ظرف کو پہچان لو اور پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرو اور اگر مالک نہ ملے تو اسے خرچ کرو اور یہ تمہارے پاس ودیعت ہوگی پھر زندگی میں کسی بھی وقت اس کا مالک آکر مطالبہ کرے تو اسے دیدو (مسلم شریف ج٢ص٧٩)

لقطہ کے ارکان

(١) اٹھانے والا (٢) اٹھائی ہوئی چیز (٣) اٹھانا (حاشیۂ قلیوبی ج٣ص١١٥)

لقیط کی تعریف

راستہ میں پڑا ہوا بچہ جس کی کوئی پرورش کرنے والا نہ ہو اس کو لقیط کہتے ہیں (تحقیق علی عمدہ ص١٦٤)

لقیط کو ملفوظ، منبوذ اور دعی بھی کہتے ہیں۔

آیات: (١) اللہ تعالی فرماتے ہیں: وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورۂ حج ٧٧) اور بھلائی کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو (ترجمۂ قرآن) اس آیت کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد فرماتے ہیں: شرک کی تقبیح اور مشرکین کی تفضیح کے بعد مومنین کو خطاب فرماتے ہیں کہ تم اکیلے اپنے رب کی بندگی پر لگے رہو، اس کے آگے جھکو، اسی کے حضور میں پیشانی ٹیکو اور اسی کے لئے دوسرے بھلائی کے کام کرو تاکہ دنیا اور آخرت میں تمہارا بھلا ہو (تفسیر عثمانی)

(وافعلوا الخیر) کصلة الرحم و مکارم الاخلاق(جلالین ثانی سورۂ حج) صاحب جلالین نے (وافعلوا الخیر) کی یہ تفسیر بیان کی ہے: جیسے صلہ رحمی اور عمدہ اخلاق سے پیش آنا، (قوله کصلة الرحم ومکارم الأخلاق)أی وغیرهما من الخیرات الواجبة والمندوبة(حاشیة الصاوی) صلہ رحمی اور مکارم اخلاق کے علاوہ واجب اور مندوب خیر بھی 'وافعلوا الخیر' میں داخل ہے، (وافعلوا الخیر) أی واجبا أو مندوبا وان کان الشارح اقتصر فی التمثیل علی الندب(حاشیة الجمل شرح جلا لین) (اور بھلائی کرو)یعنی واجب ہو یا مندوب اگرچہ شارح (مراد صاحب جلالین) نے مثال میں ندب پر اقتصار کیا ہے(لعلکم تفلحون) ......والفلاح الظفر بنعیم الاخرة (تفسیر کبیر سورۂ حج) امام رازی نے تفلحون کی تفسیر یہ کی ہے: کامیابی آخرت کی نعمت کا حصول ہے،

(۲)وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى(سورۂ مائدہ) اور نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو(ترجمۂ قرآن) (تعاونوا علی البر) فعل ما أمر تم به(والتقویٰ) بترک ما نهیتم عنه(جلالین اول) صاحب جلالین نے بر کی تفسیر یہ کی ہے: مامور کو کرنا اور تقوی کی تفسیر یہ کی ہے: منہی عنہ کو چھوڑنا،

(جب آزاد، سمجھدار آدمی لقطہ کو پائے) چاہے لقطہ حیوان ہو یا اس کے علاوہ (تو) اس کے لئے (لقطہ اٹھانا) اور چھوڑنا دونوں (جائز ہے اگر اپنے نفس کی امانت داری پر بھروسہ ہو تو) اس کے لئے اٹھانا (مستحب ہے) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى(سورۂ مائدہ۲) اور نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو، بلکہ اس صورت میں لقطہ کو چھوڑنا[یعنی نہ اٹھانا] مکروہ ہو گا(اور اگر) نفس پر مستقبل کے اعتبار سے (خیانت کا خوف ہو)اگرچہ فی الحال یعنی اٹھانے کے وقت نفس امین ہو (تو) بھی

اٹھانا (مکروہ ہو گا) تاکہ اٹھانے کے بعد نفس خیانت کی طرف داعی نہ ہو (پھر) لقطہ اٹھانے کے بعد اٹھانے والے کے لئے (مستحب ہے کہ لقطہ کی جنس) کو پہچانے کہ مثلا سونا ہے یا چاندی وغیرہ اور لقطہ کی (صفت) کو پہچانے کہ کس قسم کی ہے اور لقطہ کی (مقدار) کو پہچانے کہ کتنی ہے اور لقطہ کسی برتن میں ہو تو اس کے (برتن) کو پہچانے (اور) لقطہ کے (وکاء کو پہچانے اور وکاء کہتے ہیں اس رسی کو جس سے باندھا جائے) مطلب یہ ہیکہ وکاء اس رسی کو کہتے ہیں جس سے اس چیز کے منہ کو باندھا جائے جس میں لقطہ رکھا گیا ہو (اور) مستحب ہے (یہ کہ) لاقط یعنی لقطہ کو اٹھانے والا (لقطہ اٹھانے پر گواہ بنائے) آپ ﷺ نے فرمایا: جو لقطہ اٹھائے اسے چاہیئے کہ ایک یا دو عادل شخص کو گواہ بنائے (پھر اگر حرم میں لقطہ اٹھانا ہو) مطلب یہ ہیکہ حرم میں لقطہ ملے تو صرف حفاظت کی نیت سے اسے اٹھانا جائز ہو گا، اقناع میں ہے: **لا یحل لقط حرم مکۃ الا لحفظ فلا یحل ان لقط للتملک او اطلق ویجب تعریف ما التقطہ للحفظ لخبر: ان ھذا البلد حرمہ اللہ تعالیٰ لا یلتقط لقطتہ الا من عرفھا** (ج۲ ص۴۰) حرم مکہ کا لقطہ حلال نہیں ہے مگر حفاظت کے لئے، مالک بننے کے لئے یا مطلق اٹھانا حلال نہیں ہے [مطلق کا مطلب یہ ہے کہ اٹھاتے وقت نہ حفاظت کی نیت ہو نہ مالک بننے کی تب بھی حلال نہیں] اور جس چیز کو اٹھایا ہے حفاظت کے لئے اس کا اعلان کرنا ضروری ہے حدیث کی وجہ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو حرم بنایا ہے اس کا لقطہ اٹھانا صرف اعلان کرنے والے کے لئے حلال ہے،

لیکن آجکل سعودی حکومت نے ایسی چیزوں کے لئے جگہ جگہ دفاتر قائم کئے ہیں لہٰذا قائم کردہ دفاتر میں لقطہ کو جمع کرا دے تاکہ مالک بہ آسانی وہاں سے حاصل کرلے (یا لقطہ ایسی باندی ہو کہ ملتقط) یعنی اٹھانے والے (کے لئے اس سے ہمبستری حلال ہو ملکیت یا نکاح کے سبب یا ملتقط جنگل میں ایسے جانور کو پائے جو چھوٹے درندوں سے اپنے آپ کی حفاظت کر

سکتا ہو جیسے اونٹ، گھوڑا، خرگوش، ہرن اور پرندہ تو ایسی جگہوں میں جائز نہیں ہے کہ لقطہ اٹھائے مگر مالک تک پہنچانے کے لئے حفاظت کی نیت سے) اٹھا سکتا ہے،

(اگر مالک بننے کے لئے اٹھائے تو حرام ہو گا اور ذکر کردہ تین مسائل کے علاوہ میں حفاظت اور مالک بننے کے لئے اٹھانا جائز ہو گا اگر) صرف (حفاظت کے لئے اٹھائے تو اس پر لقطہ کا اعلان کرنا لازم نہ ہو گا اور اس کے پاس لقطہ امانت رہے گا اس میں کبھی بھی تصرف نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اس کے مالک کو پائے اور لقطہ اسے لوٹا دے اور اگر) مالک کو نہ پائے اور ملتقط (لقطہ حاکم کے پاس دے تو حاکم کو قبول کرنا لازم ہے) تاکہ لقطہ کی حفاظت کرے اور مالک ملنے پر اسے لوٹا دے، مصنفؒ کا ذکر کردہ مسئلہ یہ ہے کہ حفاظت کے لئے لقطہ اٹھائے تو اس کا اعلان کرنا لازم نہیں لیکن آگے مصنفؒ اس مسئلہ سے استثناء کر رہے ہیں: (ہاں حرم کے لقطہ کا بقصد حفاظت اٹھانے کے باوجود اعلان کرنا واجب ہے اور اگر کوئی شخص لقطہ اٹھائے مالک بننے کے لئے) یا یہ کہ حفاظت کے لئے اٹھائے لیکن بعد میں حفاظت کی نیت کو مالک بننے کی نیت سے بدل دے (تو واجب ہے کہ مسجدوں کے دروازوں پر اور بازاروں اور ان جگہوں میں جہاں لقطہ کو پایا عادت کے مطابق ایک سال تک لقطہ کا اعلان کرے) آگے مصنفؒ عادت کی وضاحت کر رہے ہیں: (پہلی مرتبہ میں دن کے اول اور آخری حصے میں) اعلان کرے (پھر ہر دن میں ایک مرتبہ) اعلان کرے (پھر ہر ہفتہ میں) ایک مرتبہ یا دو مرتبہ اعلان کرے (پھر ہر مہینے میں ایک مرتبہ) یا دو مرتبہ (اعلان کرے اس طرح کہ تعریف اول کو نہ بھولے) مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ میں جس طریقہ پر اعلان کیا تھا اسی طریقہ پر ہر مرتبہ میں اعلان کرے، ماقبل میں ذکر کردہ مصنف کے لفظ عادۃ کا مطلب یہ ہی ہے (اور اس طرح کہ پہچانا جائے کہ یہ اعلان پہلے کے لئے تکرار ہے ایسی صورت میں) اعلان کے وقت (لقطہ کے بعض اوصاف کو بیان کرے) تاکہ مالک اپنی چیز کو پہچان سکے

(تمام اوصاف کو بیان نہ کرے) تاکہ کاذب اپنی چیز بتا کر نہ لے (اور اگر لقطہ معمولی اور حقیر ہو اور ان چیزوں میں سے ہو جس کے گم ہو جانے پر) حقیر ہونے کی بنا پر (افسوس نہ کیا جاتا ہو اور غالباً اس سے اعراض کیا جاتا ہو) مطلب یہ ہیکہ جب گم ہو جائے تو حقیر ہونے کی بنا پر درگزر کیا جاتا ہو (تو) ایسی صورت میں (ایک سال لقطہ کا اعلان کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اتنی مدت) اعلان کرنا واجب ہے (جتنی مدت میں یہ گمان ہو جائے کہ لقطہ کو گم کرنے والے نے) مراد لقطہ کے مالک نے غالباً (لقطہ سے اعراض کیا ہو گا) یعنی ظن ہو جائے کہ مالک تلاش نہ کرے گا (پھر جب) ملتقط غیر معمولی لقطہ کا (ایک سال) اور معمولی لقطہ کا ایک سال سے کم (اعلان کرے تو لقطہ ملتقط کی ملکیت میں) صرف اعلان کرنے سے (داخل نہیں ہو گا یہاں تک کہ لفظ سے ملکیت کو اختیار کرے) مطلب یہ ہے کہ صرف نیت سے لقطہ کا مالک نہ ہو گا بلکہ صیغہ تملک یعنی مالک بننے کا صیغہ کہنے سے مالک ہو گا اور وہ صیغہ یہ ہے: ملتقط کہے: میں اس لقطہ کا مالک بنا شرط ضمان کے ساتھ، یا اس کے مانند کہے تو مالک ہو گا (لہٰذا جب صیغہ تملک لفظا کہے تو) فوراً (لقطہ کا مالک ہو گا) صحیح قول کے مطابق مالک بننا تصرف پر موقوف نہ رہے گا (یہاں تک کہ اگر مالک بننے سے پہلے لقطہ ضائع ہو جائے تو اس کا ضامن نہ ہو گا) اس لئے کہ اس صورت میں لقطہ اس کے ضمان میں داخل نہیں ہوتا بلکہ مالک بننے کے بعد داخل ہوتا ہے۔

اس دور میں لقطہ کے اعلان کی مدت

اس ترقی یافتہ دور میں ایک سال تک اعلان کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ بورڈ یا اخبار وغیرہ کے ذریعہ اعلان کر کے مالک کا پتا لگانے کے لئے جتنی مدت درکار ہو اتنی مدت تک وقتاً فوقتاً اعلان کرنا کافی ہو گا،

(اور جب ملتقط لقطہ کا مالک بن جائے اور پھر اس کا) اصل (مالک لقطہ اٹھانے کے بعد آنے والے دنوں میں سے کسی دن میں آجائے) دھر یوم کی صفت ہے اور دھر سے مراد ہے:

لقطہ اٹھانے کے بعد آنے والا زمانہ [مراد ایام] (تو) اصل (مالک کے لئے اگر لقطہ باقی ہو تو عین لقطہ کو لینا جائز ہو گا) عین لقطہ سے مراد جس میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہو، اس صورت میں لقطہ کے فوائد جو متصل ہوں [مثلاً لقطہ جانور ہو تو اس کا موٹا ہونا] اس کے ساتھ ہی جانور کو اس کے مالک کے پاس دینا ضروری ہو گا [لیکن فوائد منفصلہ ہو تو دینا ضروری نہیں] ہاں اگر مالک بننے سے پہلے فوائد منفصلہ حاصل ہوئے ہوں تو لقطہ کے تابع قرار دیتے ہوئے دینا ضروری ہوں گے،

(ورنہ) یعنی اگر لقطہ باقی نہ ہو تو مالک کے لئے جائز ہو گا (لقطہ کے مانند) چیز لینا اگر لقطہ مثلی ہو یعنی لقطہ جیسی چیز مل سکتی ہو تو (یا لقطہ کی قیمت) لینا جائز ہو گا اگر لقطہ متقوم ہو یعنی مثلی نہ ہو تو (اور اگر) لقطہ باقی ہو لیکن اس میں (عیب ہو تو) عیب کی (بھرپائی کے ساتھ مالک لقطہ کو لے گا) مطلب یہ ہیکہ عیب پیدا ہونیکے سبب نقص ہونے کی بنا پر ملتقط کے ذمہ لقطہ کو بھرپائی کے ساتھ لوٹانا لازم ہو گا،

(فاسق کے لئے لقطہ اٹھانا مکروہ ہے) تاکہ خیانت کی طرف مائل نہ ہو (اور فاسق سے) لقطہ (چھین لیا جائے گا اور) حفاظت کے لئے احتیاط کے طور پر (امانت دار شخص کے سپرد کیا جائے گا اور فاسق پر امانت دار شخص کو نگراں مقرر کریں گے) اگر فاسق لقطہ کو امانت دار شخص کے سپرد نہ کرے تو (تاکہ وہ اعلان کے وقت فاسق پر نگرانی کرے) مطلب یہ ہے کہ فاسق برابر اعلان کرتا ہے یا نہیں اس پر دھیان دے (پھر) اعلان کے بعد (فاسق) صیغۂ تملک سے (لقطہ کا مالک ہو گا) لیکن جب اصل مالک آجائے تو وہ اس لقطہ کا مستحق ہو گا تفصیل ماقبل میں مذکور ہے (اور) آقا کی اجازت کے بغیر (غلام کا لقطہ اٹھانا صحیح نہیں ہے) اس لئے کہ یہ تملک [مالک بننے] اور ولایت کا اہل نہیں ہے، آقا کی اجازت سے اٹھانا صحیح ہے (اگر غلام نے لقطہ اٹھالیا اور آقا نے غلام سے لقطہ لے لیا تو آقا ملتقط ہو گا) یعنی آقا لقطہ کو اٹھانے والا شمار ہو گا اور اگر اجنبی نے غلام سے لقطہ لے لیا تو آقا کی طرح اجنبی بھی ملتقط شمار ہو گا،

(اور جب لقطہ کی حفاظت ممکن نہ ہو) یعنی لقطہ زیادہ دیر رہنے سے خراب ہو جاتا ہو (جیسے بطیخ) یعنی کدو، ککڑی، خربوزہ وغیرہ (اور بطیخ کے مانند) لقطہ جو زیادہ دیر رہنے سے خراب ہو جاتا ہو جیسے سبزی (تو) ملتقط کو مالک بننے کے بعد (لقطہ کے بارے میں کھانے اور فروخت کرنے کے درمیان اختیار ہو گا پھر) اختیار کے بعد لقطہ اگر عظیم ہو تو (ایک سال) اور اگر حقیر ہو تو ایک سال سے کم مدت (اعلان کیا جائے گا اور اگر لقطہ کی اصلاح ممکن ہو) مطلب یہ ہیکہ لقطہ کے بارے میں اگر ایسی ترکیب اور تدبیر ممکن ہو کہ جس سے لقطہ زیادہ دیر رہنے سے خراب نہ ہو (جیسے تازہ کھجور تو) اس میں تفصیل ہے کہ: (اگر اس لقطہ کو فروخت کرنے میں) مالک کا (زیادہ نفع ہو تو ملتقط) اگر حاکم کو نہ پائے تو خود (اس کو فروخت کرے) اور اگر حاکم کو پائے تو حاکم کی اجازت سے فروخت کرے (اور اگر اس کو سکھانے میں) مالک کا زیادہ نفع (ہو تو اس کو سکھائے) اگر ملتقط تبرعاً خشک کرے تو ٹھیک ورنہ تخفیف کے خرچ کے بقدر بیچ دے باقی کو سکھانے کے لئے، لیکن لقطہ حیوان ہو تو اس کو بیچا جائے گا کیوں کہ حیوان کے روزانہ کے خرچ کے اعتبار سے حیوان ہی اپنی مکمل قیمت کھا جائے گا۔

(فصل)

(اِلْتِقَاطُ الْمَنْبُوْذِ فَرْضُ كِفَايَةٍ فَاِذَا وُجِدَ لَقِيْط حُكِمَ بِحُرِّيَّتِهِ وَ كَذَا بِاِسْلَامِهِ اِنْ وُجِدَ فِيْ بَلَدٍ فِيْهِ مُسْلِم وَ اِنْ نَفَاهُ فَاِنْ كَانَ مَعَهُ مَال مُتَّصِل بِهِ أَوْ تَحْتَ رَأْسِهِ فَهُوَ لَهُ فَاِذَا الْتَقَطَهُ حُرّ مُسْلِم أَمِيْن مُقِيْم أُقِرَ فِيْ يَدِهِ وَيَلْزَمُهُ الْاِشْهَادُ عَلَيْهِ وَعَلٰى مَا مَعَهُ وَيُنْفِقُ عَلَيْهِ مِنْ مَالِهِ بِاِذْنِ الْحَاكِمِ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ حَاكِم أَنْفَقَ مِنْهُ وَ أَشْهَدَ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَال فَمِنْ بَيْتِ الْمَالِ وَاِلَّا اِقْتَرَضَ عَلٰى ذِمَّةِ الطِّفْلِ وَاِنْ أَخَذَهُ عَبْد أَوْ فَاسِق أَوْ مَنْ يَظْعَنُ بِهِ مِنَ الْحَضَرِ اِلَى الْبَادِيَةِ وَ كَذَا كَافِر وَهُوَ مَحْكُوْم بِاِسْلَامِهِ اُنْتُزِعَ مِنْهُ وَاِنِ الْتَقَطَهُ اِثْنَانِ وَتَنَازَعَا فَالْمُوْسِرُ الْمُقِيْمُ أَوْلٰى)

(فصل)

منبوذ کے بیان میں

(راستہ میں پڑا ہوا بچہ اٹھانا فرض کفایہ ہے) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعاً (سورۂ مائدہ ۳۲) اور جو شخص کسی شخص کو بچا لیوے تو گویا

اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا(ترجمۂ قرآن) اور اس لئے بھی کہ انسان محترم ہے لہٰذا اس کی حفاظت واجب قرار دی گئی،

واجب کی دو قسمیں ہیں:(۱) فرض عین (۲) فرض کفایہ،

فرض عین کہتے ہیں وہ حکم جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہو جیسے وضوئ، نماز وغیرہ،

فرض کفایہ کہتے ہیں وہ حکم جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہ ہو بلکہ بعض کے کرنے سے سب کی طرف سے ادا ہو جائے اور اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گنہگار ہوں جیسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا وغیرہ(تیسیر الأصول ص ۱۲۳)

واجب میں وصف وجوب ہوتا ہے اس کی تعریف یہ ہے: واجب کہتے ہیں جس کے کرنے پر ثواب اور ترک پر سزا ہو[جیسے فرض نماز پڑھنا وغیرہ](ورقات مع شرح ورقات ص ۳) واجب اور فرض دونوں لفظ مترادف ہیں یعنی دونوں ایک ہی شئ پر بولے جاتے ہیں(لب الأصول مع غاية الأصول ص ۱۱)

(جب لقیط) دار الکفر یا دار الحرب میں (پایا جائے تو اس کی حریت کا حکم لگایا جائے گا) جب تک کہ رقیت کا اقرار نہ کرے یا اس پر کوئی گواہ نہ ہو اس لئے کہ لوگوں میں حریت ظاہر ہے لہٰذا حریت پر باقی رکھا جائے گا یہاں تک کہ اس کے خلاف[یعنی رقیت] ظاہر ہو جائے (اور اسی طرح اس کے اسلام کا) حکم لگایا جائے گا (اگر ایسے شہر میں پایا گیا ہو جس میں مسلمان ہوں) اسلام کو غلبہ دیتے ہوئے (اگرچہ) جس شہر میں پایا گیا اس شہر کے (مسلمان اس کی نفی کرے) نسب کی نفی میں قول مقبول ہو گا لیکن اسلام کی نفی میں مقبول نہ ہو گا اسلام کو غلبہ دیتے ہوئے،

(اگر لقیط کے ساتھ مال متصل ہو) جیسے اس کے نیچے دنانیر بچھے ہوئے ہوں یا اس پر کپڑے لپیٹے ہوئے ہوں یا پہنے ہوئے ہوں اور اس میں دنانیر ہوں، یا مال رکھا ہوا ہو (اس کے سر کے نیچے) یا بدن کے نیچے (تو یہ مال لقیط کا ہو گا) اس لئے کہ یہ اس کے ساتھ خاص ہے

(جب آزاد، مسلمان، امانت دار اور مقیم) غیر مسافر (شخص لقیط کو اٹھالے تو لقیط ملتقط کے پاس رہنے دیا جائے گا اور ملتقط پر لازم ہو گالقیط پر گواہ بنانا اور) [لازم ہو گا] (جو لقیط کے پاس ہے اس پر) گواہ بنانا، **ویجب أن یشهد علیه وعلی ماله والا بطل حقه ونزع لغیره**(قلائد الخرائد وفرائد الفوائدص٦٦٤) اور واجب ہے[ملتقط پر] کہ لقیط اور اس کے مال پر گواہ بنائے ورنہ لقیط پر حضانت کا جو حق تھا باطل ہو گا اور لقیط کو اس سے لے کر دوسرے کو دیا جائے گا،

(اور ملتقط لقیط پر لقیط کے ساتھ پائے ہوئے مال میں سے خرچ کرے گا حاکم کی اجازت سے) اس لئے کہ مال کی ولایت باپ اور دادا کے علاوہ اقارب میں سے کسی کے لئے جب ثابت نہیں ہوتی تو اجنبی کے لئے بدرجۂ اولیٰ ثابت نہیں ہو گی اس لئے لقیط پر خرچ کو حاکم کی اجازت پر موقوف رکھا گیا(اگر حاکم نہ ہو تو) ملتقط خود (لقیط کے ساتھ پائے ہوئے مال میں سے خرچ کرے اور) خرچ پر (گواہ بنائے) تاکہ بعد میں خرچ کے انکار کا خوف نہ رہے (اور اگر لقیط کے پاس مال نہ ہو تو بیت المال میں سے) لقیط پر خرچ کیا جائے گا، لقیط چاہے مسلم ہو یا کافر، اس لئے کہ حضرت عمر نے اس سلسلہ میں صحابہ سے مشورہ کیا تو صحابہ میں اجماع ہو گیا کہ بیت المال میں سے خرچ کیا جائے (ورنہ) یعنی اگر بیت المال نہ ہو تو (ملتقط) ملقوط (بچہ کی ذمہ داری پر قرض لے) مطلب یہ ہیکہ لقیط میں جب قرض ادا کرنے کی صلاحیت ہو گی تب قرض ادا کیا جائے گا،

(اور اگر لقیط کو غلام) آقا کی اجازت کے بغیر اگرچہ غلام مکاتب ہو (اٹھائے یا فاسق اٹھائے (یاوہ شخص) اٹھائے (جو لقیط کو لے کر شہر سے جنگل کی طرف سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور اسی طرح کافر) اٹھائے (درانحالیکہ) اس (لقیط کے مسلم ہونے کا حکم لگایا گیا ہو) دارالاسلام کی وجہ سے (تو لقیط کو ملتقط سے) وإن أخذه عبد سے لے کر یہاں تک کی تمام صورتوں میں

(لے لیا جائے گا) اس لئے کہ غلام اور فاسق امانت اور ولایت کے اہل نہیں ہے، اور التقاط کے مسئلہ میں امانت اور ولایت ہی اصل ہے اور کافر تو بدرجۂ اولیٰ اس کا اہل نہیں ہے، کافر کو کافر اٹھائے تو کوئی حرج نہیں (اور اگر لقیط کو دو آدمی) ایک ساتھ (اٹھائے اور جھگڑ پڑے) کہ دونوں میں سے ہر ایک کہے لقیط میرے پاس رہے گا (تو خوشحال مقیم) لقیط کو اپنے پاس رکھنے کا تنگ دست اور مسافر شخص سے (زیادہ حقدار ہو گا) حصولِ رفق و آسانی کی بنا پر،

مدتِ اعلان کے دوران اگر ملتقط انتقال کر جائے تو کیا حکم ہو گا؟

مذکورہ صورت میں یہ حکم ہو گا: **ولو مات الملتقط أثناء المدة بنی وارثه علی ذلک**(اقناع ج۲ص۳۸) اور اگر ملتقط مدت اعلان کے دوران انتقال کر جائے تو اس کا وارث اس پر بنا کرے گا [یعنی بقیہ کام کو انجام دے گا]۔

و اللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْمُسَابَقَةِ)

(تَجُوْزُ عَلَى الْعِوَضِ بَيْنَ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيْرِ وَالْإِبِلِ وَالْفِيَلَةِ بِشَرْطِ اتِّحَادِ الْجِنْسِ فَلَا تَجُوْزُ بَيْنَ بَعِيْرٍ وَفَرَسٍ وَيُشْتَرَطُ مَعْرِفَةُ الْمَرْكُوْبَيْنِ وَقَدْرُ الْعِوَضِ وَالْمَسَافَةِ وَيَجُوْزُ أَنْ يَكُوْنَ الْعِوَضُ مِنْهُمَا أَوْ مِنْ أَحَدِهِمَا أَوْ مِنْ أَجْنَبِيٍّ فَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَدِهِمَا أَوْ مِنْ أَجْنَبِيٍّ جَازَتْ بِلَاشَرْطٍ فَمَنْ سَبَقَ أَخَذَهُ وَإِنْ كَانَ مِنْهُمَا اُشْتُرِطَ أَنْ يَكُوْنَ مَعَهُمَا مُحَلِّلٌ وَهُوَ ثَالِثٌ عَلٰى مَرْكُوْبٍ كُفْءٍ لِمَرْكُوْبَيْهِمَا لَايُخْرِجُ عِوَضًا فَمَنْ سَبَقَ مِنَ الثَّلَاثَةِ أَخَذَ وَإِنْ سَبَقَ اثْنَانِ اشْتَرَكَا فِيْهِ وَتَجُوْزُ عَلَى النِّشَابِ وَالْأَرْمَاحِ وَاٰلَاتِ الْحَرْبِ وَالْعِوَضُ مِنْهُمَا أَوْ مِنْ أَحَدِهِمَا أَوْ مِنْ أَجْنَبِيٍّ وَالْمُحَلِّلُ مَعَهُمَا إِذَا كَانَ مِنْهُمَا عَلٰى مَاتَقَدَّمَ وَيُشْتَرَطُ تَعْيِيْنُ الرَّمْيَاتِ وَعَدَدِ الرَّشْقِ وَالْإِصَابَةِ وَصِفَةِ الرَّمْيِ وَالْمَسَافَةِ وَمَنِ الْبَادِئُ مِنْهُمَا وَلَاتَجُوْزُ بِالْعِوَضِ عَلَى الطُّيُوْرِ وَالْأَقْدَامِ وَالصِّرَاعِ)

(مسابقہ کا بیان)

مسابقہ کی تعریف

لغت میں: آگے بڑھنے میں مقابلہ کرنے کو مسابقہ کہتے ہیں۔

شرعاً : دو یا دو سے زیادہ کا آگے بڑھنے کی کوشش کرنا ان چوپایوں کو دوڑانے میں جو کروفر کی صلاحیت رکھتے ہوں جیسے گھوڑا اور اونٹ بشرطیکہ نوع متحد ہو۔ (تحقیق علی عمده ص ١٦٦)

آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَّااسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ (سورۂ أنفال ٦٠) اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو (ترجمۂ قرآن)

حدیث: قبیلۂ اسلم کی ایک جماعت پر آپ ﷺ کا گزر ہوا جو تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنو اسماعیل [یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل] تیر اندازی کرو اس لئے کہ تمہارے والد بھی تیر انداز تھے،

اجماع: ابن صباغ سے اس کے جواز پر مسلمانوں کا اجماع منقول ہے،
جس طرح لقطہ میں بھلائی اور نیکی ہے اسی طرح مسابقہ میں بھی بھلائی اور نیکی ہے اس لئے کہ مسابقہ سے جہاد کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس لئے باب اللقطہ کے بعد باب المسابقہ کو ذکر کیا گیا،
(عوض) کی شرط (کے ساتھ گھوڑا) اور (خچر) اور (گدھا) اور (اونٹ اور ہاتھی کے درمیان دوڑ میں مقابلہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ جنس متحد ہو) یعنی سواری کی جنس متحد ہو جیسے گھوڑے کے مقابلہ میں گھوڑا ہو، خچر کے مقابلہ میں خچر ہو اس طرح، آپ ﷺ نے گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کروایا، (بخاری ج۱ص۴۰۲) (اونٹ اور گھوڑے کے درمیان) دوڑ لگانا (جائز نہیں) اس لئے کہ جنس مختلف ہے، متحد ہونا شرط ہے اسی طرح گھوڑے اور گدھے کے درمیان بھی جائز نہیں (دونوں سواریوں کی تعیین شرط ہے) یعنی خچر، اونٹ وغیرہ کا پہلے سے متعین ہونا شرط ہے (اور انعام کی مقدار) کو جاننا شرط ہے (اور مسافت کو) یعنی ابتداء اور انتہاء کی جگہ کو جاننا شرط ہے، تاکہ دونوں کو بصیرت حاصل ہو۔ اور اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک کی مسافت طے کی تھی،
(اور جائز ہے کہ عوض دونوں) کی طرف سے مقرر ہو (یا دونوں میں سے کسی ایک) کی طرف سے (یا اجنبی کی طرف سے) مقرر (ہو) **ویجوز أن یکون العوض منهما** سے یہاں تک مصنفؒ نے مجمل مسائل بیان کئے ہیں اب آگے ان مسائل کو مفصل بیان فرمارہے ہیں:
(اگر دونوں میں سے کسی ایک) کی طرف سے عوض مقرر ہو جیسے دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے کہے کہ اگر تم جیت گئے تو میں تمہیں دوں گا لیکن جب میں جیت جاؤں تو تم کچھ نہ دینا یہ ایک صورت (یا اجنبی کی طرف سے) عوض مقرر (ہو) جیسے دو یا زائد افراد میں

مقابلہ ہو اور اجنبی شخص یعنی جو اس مقابلہ میں شریک نہ ہو وہ کہے کہ تم میں سے جو جیتے گا میں اپنی طرف سے اسے انعام دوں گا یہ دوسری صورت (تو بنا کسی شرط کے جائز ہے) مذکورہ دونوں صورتوں میں (لہٰذا جو آگے بڑھ جائے وہ انعام کا مستحق ہو گا اور اگر) انعام (دونوں کی طرف سے) مقرر (ہو) جیسے ایک دوسرے سے کہے اگر تم جیت جاؤ تو میں تم کو انعام دوں گا اور اگر میں جیت جاؤں تو تم مجھے دینا یہ صورت جائز نہیں اس لئے کہ اس میں جوے کی شکل پائی جارہی ہے، آگے مصنف اس کے جائز ہونے کی شکل بیان فرمارہے ہیں:

(تو شرط ہے کہ دونوں کے ساتھ محلل ہو اور محلل کہتے ہیں) دونوں میں (تیسرے شریک کو) جس کی وجہ سے یہ شکل جائز ہو جاتی ہے (لیکن شرط ہے کہ اس کی سواری ان دونوں کی سواری کے برابر ہو) یعنی ان دونوں کی طرح اس کی بھی ہار جیت ممکن ہو [مطلب یہ ہیکہ اس کے جانور کا کمزور ہونے کی وجہ سے ہارنا یقینی ہو یا تیز رفتار ہونے کی وجہ سے جیتنا یقینی ہو تو مسابقہ درست نہ ہو گا اس لئے کہ ہار جیت دونوں کا امکان نہیں ہے بلکہ کسی ایک کا ہونا یقینی ہے]

(اور یہ) بھی شرط ہے کہ (محلل عوض نہ نکالے پھر) ان (تین میں سے جو آگے بڑھ جائے وہ اس انعام کا مستحق ہو گا اور اگر) تین میں سے (دو فرد) ایک ساتھ (آگے بڑھ جائے تو وہ دونوں انعام میں شریک ہوں گے اور مسابقہ جائز ہے تیر اندازی میں اور نیزہ بازی) میں (اور جنگی آلات) میں (اور) ان تین چیزوں میں (انعام دونوں کی طرف سے ہو یا دونوں میں سے ایک) کی طرف سے ہو (یا اجنبی) کی طرف سے ہو (اور جب) انعام (دونوں کی طرف سے ہو تو دونوں کے ساتھ محلل ہو) تب یہ صورت جائز ہو گی (اس کی تفصیل ماقبل میں گزر گئی اور تیر اندازوں کی تعیین شرط ہے اور تیر مارنے کی تعداد میں اگر ایک سے زائد مرتبہ مارنا ہو تو) اپنی اپنی (باری) کو جاننا شرط ہے (اور ہدف پر لگنے والے تیر کی طے شدہ

تعداد) کو جاننا شرط ہے (اور ہدف پر تیر لگنے کی صفت) کو جاننا شرط ہے کہ فقط لگنا کافی ہے یا یہ کہ قوت سے لگے یا ہدف میں سوراخ کرکے گر جائے یا ہدف میں ثابت رہے وغیرہ لیکن معتمد قول کے مطابق یہ سنت ہے شرط نہیں ہے (اور مسافت) کو جاننا شرط ہے (اور دونوں میں سے تیر پھینکنے کی ابتداء کرنے والے کو) جاننا شرط ہے اس لئے کہ اس میں مختلف اغراض و مقاصد ہوتے ہیں اگر یہ متعین نہ ہو تو عقد باطل ہو گا (اور پرندوں پر انعام کے ساتھ مقابلہ جائز نہیں ہے اور) جائز نہیں ہے (دوڑنے) پر انعام کے ساتھ مقابلہ (اور) جائز نہیں ہے (کشتی لڑنے) پر انعام کے ساتھ مقابلہ اس لئے کہ یہ چیزیں آلات حرب میں سے نہیں ہے، انعام لگائے بغیر کشتی لڑنا جائز ہے،

واللہ تعالی أعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ الْوَقْفِ)

(هُوَ قُرْبَةٌ وَلَا يَصِحُّ اِلَّا مِنْ مُطْلَقِ التَّصَرُّفِ فِيْ عَيْنٍ مُعَيَّنَةٍ يُنْتَفَعُ بِهَا مَعَ بَقَاءِ عَيْنِهَا دَائِمًا كَالْعَقَارِ وَالْحَيَوَانِ عَلَى جِهَةٍ مُعَيَّنَةٍ وَغَيْرِ نَفْسِهِ غَيْرِ مُحَرَّمَةٍ اِمَّا قُرْبَةٌ كَالْمَسَاجِدِ وَالْاَقَارِبِ وَسَبِيْلِ الْخَيْرِ وَاِمَّا مُبَاحَةٌ كَالْأَغْنِيَاءِ وَأَهْلِ الذِّمَّةِ بِاللَّفْظِ الْمُنَجَّزِ وَهُوَ وَقَفْتُ وَحَبَّسْتُ وَسَبَّلْتُ أَوْ تَصَدَّقْتُ صَدَقَةً لَاتُبَاعُ فَحِيْنَئِذٍ يَنْتَقِلُ الْمِلْكُ فِي الرَّقَبَةِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالَى وَيَمْلِكُ الْمَوْقُوْفُ عَلَيْهِ غَلَّتَهُ وَمَنْفَعَتَهُ اِلَّا الْوَطْءَ اِنْ كَانَتْ جَارِيَةً وَيَنْظُرُ فِيْهِ مَنْ شَرَطَ الْوَاقِفُ اِمَّا بِنَفْسِهِ أَوِ الْمَوْقُوْفِ عَلَيْهِ أَوْ غَيْرِهِمَا فَاِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ فَالْحَاكِمُ وَتُصْرَفُ الْغَلَّةُ عَلَى مَا شَرَطَ مِنَ الْمُفَاضَلَةِ وَالتَّقْدِيْمِ وَالْجَمْعِ وَالتَّرْتِيْبِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَاِنْ وَقَفَ شَيْئًا فِي الذِّمَّةِ أَوْ اِحْدَى الدَّارَيْنِ أَوْ مَطْعُوْمًا أَوْ رَيْحَانًا أَوْ وَقَفَ وَلَمْ يُعَيِّنِ الْمَصْرِفَ أَوْ وَقَفَ عَلَى مَجْهُوْلٍ أَوْ عَلَى نَفْسِهِ أَوْ عَلَى مُحَرَّمٍ كَعِمَارَةِ كَنِيْسَةٍ أَوْ عَلَّقَ ابْتِدَائَهُ وَانْتِهَائَهُ عَلَى شَرْطٍ كَقَوْلِهِ اِذَا جَاءَ رَأْسُ الشَّهْرِ فَقَدْ وَقَفْتُ أَوْ وَقَفْتُهُ اِلَى سَنَةٍ أَوْ عَلَى أَنَّ لِيْ بَيْعَهُ أَوْ عَلَى مَنْ لَايَجُوْزُ ثُمَّ عَلَى مَنْ يَجُوْزُ كَعَلَى نَفْسِهِ ثُمَّ لِلْفُقَرَاءِ بَطَلَ وَلَوْ وَقَفَ عَلَى مُعَيَّنٍ اُشْتُرِطَ قَبُوْلُهُ فَاِنْ رَدَّهُ بَطَلَ وَاِنْ وَقَفَ عَلَى زَيْدٍ وَلَمْ يَقُلْ وَبَعْدَهُ اِلَى كَذَا صَحَّ وَيُصْرَفُ بَعْدَ زَيْدٍ لِفُقَرَاءِ أَقَارِبِ الْوَاقِفِ وَاِنْ وَقَفَ عَلَى الْعَبْدِ نَفْسِهِ بَطَلَ وَاِنْ أَطْلَقَ فَهُوَ لِسَيِّدِهِ)

(وقف کا بیان)

وقف کی تعریف

لغت میں: وقف روکنے کو کہتے ہیں۔

شرعاً: اس چیز کو روکے رکھنا جس کو باقی رکھ کر فائدہ حاصل کرنا ممکن ہو اس کی ذات میں تصرف نہ کرتے ہوئے وقف کہلاتا ہے،

آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ** (سورۂ آل عمران ۹۲) ہرگز نہ حاصل کرسکوگے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ اور جو چیز خرچ کروگے سو اللہ کو معلوم ہے (ترجمۂ قرآن)

حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل بند ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے [مطلب یہ ہیکہ مرنے کے باوجود بھی اپنی زندگی میں کی ہوئیں ان تین چیزوں کا ثواب مرحوم کو پہنچتا رہتا ہے] (۱) صدقۂ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے [دوسروں کو] نفع ہو (۳) نیک اولاد جو مرحوم کے حق میں دعا کرے (تحقیق علی عمدہ) صدقۂ جاریہ علماء کے نزدیک وقف پر محمول ہے۔

وقف کے ارکان

(۱) موقوف [وقف کی ہوئی چیز] (۲) موقوف علیہ [جس پر وقف کیا جائے] (۳) صیغہ [وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے] (۴) واقف [وقف کرنے والا]

(وقف قربت ہے) یعنی اس سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے (اور وقف صحیح نہیں ہوتا مگر مطلق التصرف شخص کی طرف سے) صحیح ہوتا ہے (متعینہ) اس (چیز میں جس کو باقی رکھ کر اس سے دائمی طور پر فائدہ اٹھایا جائے) یعنی جتنی مدت استئجار صحیح ہو (جیسے جائیداد اور حیوان) کپڑے، ہتھیار، قرآن شریف اور کتابیں [وغیرہ] حضرت خالد نے اپنی زرہوں اور اسباب کو اللہ کی راہ میں وقف کیا،

مطلق التصرف سے مراد: واقف: بالغ، عاقل اور رشید ہو [یعنی سمجھدار ہو] بچہ، مجنون اور سفیہ کا وقف صحیح نہیں، مطلق التصرف میں کافر شامل ہے لہٰذا کافر کا وقف اگرچہ مسجد کے لئے ہو صحیح ہوگا (وقف متعینہ جہت پر ہو) مطلب یہ ہیکہ واقف وقف کے وقت موقوف علیہ کو بیان کرے جیسے فقراء [یا مسجد وغیرہ] کے لئے وقف (اور وقف اپنی ذات پر نہ ہو) یعنی خود کے لئے وقف کرنا صحیح نہیں، اور وقف کی جہت (حرام نہ ہو) وقف کی جہت (یا تو قربت ہو جیسے مساجد) پر اور (رشتہ داروں اور خیر کے کاموں پر یا تو) وقف کی جہت (مباح ہو) یعنی جس میں قصد قرب ظاہر نہ ہو (جیسے مالداروں) پر (اور ذمی لوگوں پر) وقف کرنا،

ذمی کی تعریف

اپنے مال و آبرو اور خون کی حفاظت کے عوض جو کافر دارالاسلام میں جزیہ دے کر رہتا ہو اسے ذمی کہتے ہیں، (الذمی) الذی أعطی الذمة أی الأمان یعنی الذی أمن علی ماله وعرضه ودمه فأعطی الجزیة (منجد الطلاب ص ۲۳۰)

وقف (تعلیق کے بغیر لفظاً ہو) مطلب یہ ہیکہ واقف کا معلق کئے بغیر لفظاً وقف کرنا شرط ہے صرف نیت سے وقف صحیح نہ ہو گا (اور لفظ کہتے ہیں وقفت) کو یعنی واقف کہے میں نے فلاں چیز کو فلاں پر وقف کیا (اور حبست) کو یعنی واقف کہے میں نے فلاں چیز کو فلاں پر روکے رکھا (اور سبلت کو) یہ تمام وقف کے لئے صریح الفاظ ہیں (یا تصدقت صدقة لا تباع کہنا) یعنی واقف کہے میں نے ایسا صدقہ کیا جو بیچا نہیں جائے گا یا: تصدقت صدقة لا توهب واقف کہے میں نے ایسا صدقہ کیا جو ہبہ نہیں کیا جائے گا، یہ لفظ بھی وقف کے صریح الفاظ کی طرح ہے اس لئے کہ صدقہ کی صفت لا تباع یا لا توهب بیان کرنے سے لفظ صدقہ کا الفاظ وقف میں سے ہونا متعین ہو گیا اگر لا تباع یا لا توهب اس صفت کو بیان نہ کیا جائے تو یہ لفظ تصدقت صدقة وقف کا صریح لفظ نہ ہو گا بلکہ کنایہ ہو گا [یعنی اگر نیت ہو وقف کی تو وقف ہو گا ورنہ نہ ہو گا] واقف تعلیق کے ساتھ وقف کرے مثلاً کہے رمضان المبارک آئے گا تو میں فلاں چیز فلاں پر وقف کروں گا تو یہ صحیح نہ ہو گا (ألفاظ أبی شجاع مع اقناع) (پس ایسی صورت میں) یعنی جب صیغہ پایا جائے چاہے صریح ہو یا کنایہ تو مالک سے (ملکیت زائل ہو کر اللہ کی طرف منتقل ہو جائے گی) یعنی اب وہ ملکیت نہ واقف کی رہی اور نہ موقوف علیہ کی (اور موقوف علیہ موقوفہ زمین کے غلہ) کا (اور موقوفہ کی منفعت کا مالک ہو گا سوائے وطی کے اگر) موقوفہ (باندی ہو) مطلب یہ ہیکہ موقوفہ باندی ہو تو موقوف علیہ وطی کا مالک نہ ہو گا یعنی واقف کہے یہ باندی میں نے زید پر وقف کی تو زید کے لئے باندی سے نہ وطی جائز ہو گی اور نہ نکاح کرانا جائز ہو گا بلکہ حاکم نکاح کرائے گا،

(اور وقف میں وہ شخص نگراں ہو گا واقف جس کے لئے شرط لگائے یا تو خود کے) نگراں رہنے کی شرط لگائے مطلب یہ ہیکہ واقف وقف کرے اور شرط لگائے کہ میں اس وقف میں موقوفہ کو صرف وغیرہ کرنے کے اعتبار سے نگراں رہوں گا (یا موقوف علیہ کے) مطلب یہ ہیکہ واقف وقف کرے اور شرط لگائے کہ موقوف علیہ اس پر نگراں بھی رہے (یا واقف اور موقوف علیہ کے علاوہ) کسی اجنبی (کے) یعنی ان دونوں کے علاوہ کسی اجنبی کے نگراں رہنے کی شرط لگائے (اگر واقف) کسی کے نگراں رہنے کی (شرط نہ لگائے تو حاکم نگراں ہو گا، اور موقوفہ زمین سے حاصل شدہ غلہ کو واقف کی شرط کے مطابق صرف کیا جائے گا یعنی مفاضلہ) اور (تقدیم) اور (جمع) اور (ترتیب اور ان کے علاوہ) لگائی ہوئی شرط (کے اعتبار سے) اب ہر ایک شرط کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔

شرطِ مفاضلہ: جیسے واقف کہے میں نے میری اولاد پر لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَیَیْنِ کے طریقہ پر وقف کیا،

شرطِ تقدیم: جیسے واقف کہے میں نے میری بیوہ بیٹیوں پر وقف کیا اگر بیوہ ہوں۔ تو بیوہ ہوں تو ان کو مقدم کیا جائے گا۔

شرطِ جمع: جیسے واقف کہے میں نے یہ چیز میری اولاد پر اور میری اولاد کی اولاد پر وقف کیا لہٰذا ان میں سے جو موجود ہو وہ اس موقوفہ چیز میں شریک ہو گا،

شرطِ ترتیب: جیسے واقف کہے میں نے یہ چیز علماء پر وقف کیا پھر فقراء پر تو علماء کے ہوتے ہوئے غیر علماء مستحق نہ ہوں گے۔

(اور اگر واقف وقف کرے کسی چیز کو ذمہ میں) جیسے واقف کہے میں نے غلام میرے ذمہ میں وقف کیا جو میرے ذمہ میں ہے تو وقف باطل ہو گا صحیح نہ ہو گا، اس لئے کہ شروع میں فرمایا تھا '**فی عین معینة**' اور یہاں موقوف عین نہیں بلکہ ذمہ میں ہے۔

(یادو گھر میں سے ایک گھر) وقف کرے تو وقف باطل ہو گا اس لئے کہ موقوفہ مجہولہ ہے اور اس کا متعین ہونا شرط ہے (یا کھانے کی چیز) وقف کرے (یا خوشبودار پھول) وقف کرے تو دونوں میں وقف باطل ہو گا اس لئے کہ دونوں چیزیں فائدہ اٹھانے سے باقی نہیں رہے گی اور موقوفہ باقی رہنا شرط ہے (یا) کسی معلوم چیز کو (وقف کرے لیکن مصرف کو متعین نہ کرے) جیسے واقف کہے: میں نے میرا گھر وقف کیا اور خاموش رہے مصرف متعین نہ کرے تو وقف باطل ہو گا اس لئے کہ مصرف کا متعین ہونا شرط ہے (یا وقف کرے مجہول پر) جیسے واقف کہے: میں نے میرا گھر وقف کیا جماعت پر اور جماعت کی تعیین نہ کرے تو وقف باطل ہو گا اسی طرح مجہولا کہے: مرد پر یا انسان پر وقف کیا اور تعیین نہ کرے تو وقف باطل ہو گا اس لئے کہ ان صورتوں میں وقف کی تنفیذ دشوار ہو گی (یا اپنی ذات پر) وقف کرے تو باطل ہو گا اس لئے کہ وہ خود مملوکہ کا مالک ہے لہٰذا وہ اس کے حق میں موقوفہ کیسے بن سکتی ہے، اسی طرح واقف اگر وقف کرے اور شرط لگائے موقوفہ سے اپنا قرض ادا کرنے کی یا موقوفہ پھل ہو تو پھل میں سے کھانے کی شرط لگائے یا موقوفہ سے فائدہ اٹھانے کی تو ان تمام صورتوں میں وقف باطل ہو گا لیکن اگر واقف نے وقف کیا ہو فقراء پر اور پھر خود فقیر ہو جائے تو ایسی صورت میں اس کے لئے اپنی موقوفہ چیز سے فائدہ اٹھانا جائز ہے (یا حرام چیز پر) وقف کرے (جیسے عیسائیوں کا معبد) مطلب یہ ہیکہ غیروں کے معبد پر وقف کرے تو باطل ہو گا اس لئے کہ اس میں اعانت علی المعصیۃ ہے (یا وقف کو ابتداء اور انتہاء کے اعتبار سے کسی شرط پر معلق کرے جیسے واقف کہے: جب مہینہ کا شروع حصہ آجائے) یعنی مہینہ شروع ہو جائے (تو میں نے) یہ چیز فلاں پر (وقف کی) یہ ابتداء کی مثال ذکر ہوئی (یا) واقف کہے (میں نے اس) چیز (کو ایک سال تک کے لئے وقف کی) یہ انتہاء کی مثال ذکر ہوئی، اس کو مؤقت بھی کہا جاتا ہے (یا) واقف کہے: میں نے

یہ چیز وقف کی (اس شرط پر کہ اس کو فروخت کرنے کا حق میرے لئے باقی رہے گا) یا واقف کہے: میں نے یہ چیز وقف کی اس شرط پر کہ میں جب چاہوں تب اس سے رجوع کروں گا تو دونوں صورتوں میں وقف باطل ہو گا، [شرط فاسد کی وجہ سے] (یا) واقف وقف کرے (اس پر جس پر) وقف کرنا (صحیح نہیں ہوتا پھر) اس کے بعد (اس پر) وقف کرے (جس پر) وقف کرنا (صحیح ہوتا ہے جیسے اپنے آپ پر) وقف کرے یہ علی من لایجوز کی مثال ہے (پھر فقراء پر) وقف یہ علی من یجوز کی مثال ہے (تو) وان وقف شیئا فی الذمۃ سے لے کر یہاں تک کی تمام صورتوں میں (وقف باطل ہو گا اور اگر) واقف (کسی معین شخص پر وقف کرے) اور اسی طرح معین جماعت پر وقف کرے (تو معین موقوف علیہ کا) وقف کو (قبول کرنا شرط ہے) اگر موقوف علیہ اس کے اہل ہو تو ورنہ اس کا ولی قبول کرے گا اس لئے کہ یہ صورت آسان اور ممکن ہے (اگر معین موقوف علیہ وقف کو رد کرے) یعنی اس کو قبول نہ کرے (تو) وقف کا عقد (باطل ہو گا، اور اگر زید پر وقف کرے اور یہ نہ کہے کہ زید کے بعد فلاں معین شخص پر) اس کو صرف کیا جائے مطلب یہ ہیکہ زید پر وقف کیا اور زید کے بعد مثلاً عبد اللہ پر صرف کیا جائے نہیں کہا یعنی وقف کو زید تک ہی محدود رکھا (تو) وقف (صحیح ہو گا) اس لئے کہ وقف سے مقصود قربت اور دوام ہے اور جب واقف نے ابتدائی مصرفِ وقف کو بیان کیا تو اس میں طریقۂ خیر کے مطابق مداومت سہل ہو جاتی ہے،

(اور زید کے بعد) موقوفہ سے حاصل شدہ کو (واقف کے) الاقرب فالاقرب کے اعتبار سے (رشتہ دار فقراء پر صرف کیا جائے گا اور اگر) واقف (خود کے غلام پر) کسی چیز کو (وقف کرے تو) وقف (باطل ہو گا) اس لئے کہ یہ تملیک منجز ہے غلام اس کا مالک نہیں ہوتا لہٰذا وقف صحیح نہ ہو گا (اور اگر) واقف وقف (مطلق کرے) یعنی مطلق کہے کہ غلام پر وقف

(تو وقف صحیح ہو گا اور اس کی حاصل شدہ کو غلام کے آقا پر صرف کیا جائے گا) اور اس وقف کو غلام قبول کرے گا تو یہ وقف صحیح ہو گا اس لئے کہ واقف کا خطاب عبد [غلام] کے ساتھ ہے اس میں نہ اجازتِ آقا کی ضرورت ہے اور نہ آقا کا وقف کو قبول کرنا صحیح ہے، مصنف نے جو "**فھو لسیدہ**" فرمایا ہے یہ غلام کے قبول کرنے کے بعد ہے،

مسجد وغیرہ کی موقوفہ چیز دوسری جگہ منتقل کرسکتے ہیں یا نہیں؟

مذکورہ صورت میں موقوفہ چیز کا فائدہ اس جگہ نہ ہوتا ہو تو دوسری جگہ منتقل کرسکتے ہیں اور اجرت بھی لینا جائز ہے البتہ موقوفہ چیز کو بیچنا جائز نہیں اگرچہ خستہ حال ہوئی ہو ہاں اگر کوئی چیز مسجد وغیرہ کی ملکیت سے بنائی گئی ہو یا یہ کہ کسی نے ہدیہ کیا ہو یا مسجد وغیرہ کے لئے خریدی گئی ہو بلا وقف کے تو ضرورت کی بنا پر بیچنا جائز ہے۔ اجرت پر دینے یا بیچنے سے جو رقم آئے گی اس کو اسی مصرف میں خرچ کرنا ضروری ہو گا جس مصرف کی چیز ہو گی مثلاً چیز مسجد کی ہو تو مسجد کے مصرف میں خرچ کرے مدرسہ کی ہو تو مدرسہ کے مصرف میں خرچ کرے وغیرہ، اب عبارتیں ملاحظہ فرمائیں: **فھل یجوز لہ الخ و نقلہ من البلدۃ التی ھو فیھا لعدم الانتفاع بہ فیھا أو لا؟ فأجاب: وتجوز الخ** (الاعلام والاھتمام ص ۱۶۰) کیا موقوفہ چیز کو ایسی جگہ سے کہ جس جگہ موقوفہ چیز سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں-؟- جواب: ایسی موقوفہ چیز کو کہ جس جگہ اس سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا منتقل کرنا جائز ہے۔ **وتجوز اجارتہ الخ فی الحالۃ المذکورۃ (لعدم الانتفاع بہ فیھا)** (أیضاً ۱۶۱) موقوفہ چیز کو جب کہ اس جگہ اس سے فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو تو اجرت پر دینا جائز ہے، **ولا یباع موقوف وان خرب الخ ادامۃ للوقف فی عینہ الخ ککلام الجمھور وبہ أفتیت** (فتح الوھاب ج۱ ص۲۵۹) موقوفہ چیز کو بیچا نہیں جائے گا اگرچہ خستہ حال ہوئی ہو عین میں وقف باقی رکھنے کے لئے یہی فیصلہ ہے جمہور کا اور اسی پر فتویٰ دیا ہے ابی یحییٰ زکریا انصاری نے، لیکن خستہ

حال ہونے کے باوجود موقوفہ چیز سوائے جلانے کے کسی کام کی نہ رہے تو اس کو بیچنا جائز ہے، **وأما ما صححه من جواز بيع حصر المسجد اذا بليت و جزوعه اذا انكسرت ولم تصلح الا للحراق الخ**(العلام والاهتمام ص۱٦٧) جب مسجد کی موقوفہ چٹائیاں بوسیدہ ہو جائیں اور اس کے ریشے نکل جائیں اور کسی کام کی نہ رہے سوائے جلانے کے تو چٹائیاں (یا کوئی اور چیز) بیچنا جائز ہے، جائیداد یعنی زمین وغیرہ کا بیچنا جائز نہیں چاہے ورکس (بیکار) زمین وغیرہ ہو کیونکہ یہ ضائع نہ ہونے والی چیزوں میں شامل ہے، **لا يجوز بيع أرض المسجد** (أيضا) مسجد کی موقوفہ زمین بیچنا جائز نہیں ہے، **أما الحصر الموهوبة أو المشتراة للمسجد من غير وقف لها فتباع للحاجة أى وتصرف على مصالح المسجد**(فتح الوهاب مع حاشية الجمل ج٣ ص٥٩١) مسجد کی موہوبہ [بمعنی ہدیہ] چٹائیاں [یا دوسری چیزیں] یا مسجد کے لئے خریدی ہوئی جو بلا وقف کے ہوں ضرورت کی بنا پر بیچنا جائز ہے اور اس کی رقم مسجد کے کاموں میں خرچ کرنا ضروری ہے [اگر چٹائیاں وغیرہ مدرسہ کی ہوں تو مدرسہ کے کاموں میں رقم خرچ کرنا ضروری ہے، وغیرہ]

کوئی شخص زمین وغیرہ وقف تو کر دے مثلاً مدرسہ کے لئے لیکن قانوناً رجسٹرڈ نہ کرے اور نہ وصیت تحریر کرے اور انتقال ہو جائے تو ایسی صورت میں زمین وغیرہ موقوفہ کے حکم میں ہو گی یا اس پر ورثاء کا حق ہو گا؟

وأركانه أربعة: (۱) واقف (۲) موقوف (۳) موقوف علیہ (۴) صیغہ۔

لہٰذا مذکورہ صورت میں زمین وغیرہ موقوفہ کے حکم میں ہو گی، اس پر ورثاء کا حق نہ ہو گا۔

مکرہ [یعنی جس پر زبردستی کی جائے] کا وقف کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

مکرہ کا وقف کرنا صحیح نہیں ہے، لا من مکرہ (اقناع ج۲ ص۲۷)

میت پر وقف کرنا کیسا ہے؟

میت پر وقف کرنا صحیح نہیں ہے، **الوقف علی المیت لا یصح لأنه لا یملک** (اقناع ج۲ص۲۸) وقف کرنا میت پر صحیح نہیں اس لئے کہ وہ مالک نہیں بن سکتا [اور شرط ہے کہ جس پر وقف کیا جائے وہ مالک بن سکتا ہو]

اگر کوئی شخص مالداروں پر وقف کرے اور دوسرا دعویٰ کرے کہ میں بھی اس وقف میں شامل ہوں مالدار ہونے کی وجہ سے یا یہ کہ فقراء پر وقف کرے اور کوئی دوسرا شخص دعویٰ کرے اس وقف میں شامل ہونے کا فقیر ہونے کی وجہ سے تو دونوں صورتوں میں کیا حکم ہوگا؟

مذکورہ دونوں صورتوں میں یہ حکم ہوگا، **ولو وقف شخص علی الأغنیاء وادعی شخص أنه غنی لم یقبل الا ببینة بخلاف مالو وقف علی الفقراء وادعی شخص أنه فقیر ولم یعرف له مال فیقبل بلا بینة** (ایضاً) اگر کوئی مالداروں پر وقف کرے اور کوئی شخص دعویٰ کرے مالدار ہونے کا تو قبول نہیں کیا جائے گا مگر گواہ سے اس کے برخلاف اگر وقف کرے فقراء پر اور کوئی دعویٰ کرے فقیر ہونے کا اور اس کے پاس مال ہونے کا علم نہ ہو تو اس کا دعویٰ بغیر گواہ کے قبول کیا جائے گا۔

کسی شخص نے کوئی چیز وقف کر دی مثلاً ٹرسٹ کے نام پر لیکن آگے چل کر کسی وجہ سے یہ ٹرسٹ بند ہو جائے تو موقوفہ چیز کا کیا حکم ہوگا؟

مذکورہ صورت میں ٹرسٹ کے بند ہونے سے دوبارہ قائم ہونے کی امید نہ ہو تو موقوفہ چیز سے فائدہ اٹھانا مشکل ہوگا وہ چیز بے فائدہ بن جائے گی اور عموماً ٹرسٹ کا مقصد غریبوں کی امداد اور سہولت وغیرہ ہوتی ہے لہٰذا اس کو دوسرے ٹرسٹ کے نام پر وقف کر دی جائے تاکہ موقوفہ چیز واقف کی شرط اور مقصد کے مطابق استعمال ہوگی اور فائدہ بھی حاصل

ہوگا، **فهل يجوز له الخ ونقله من البلدة التى هو فيها لعدم الانتفاع به فيها أو لا ؟ فأجاب: وتجوز الخ**(العلام والاهتمام ص ١٦٠) کیا موقوفہ چیز کو ایسی جگہ سے کہ جس جگہ موقوفہ چیز سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں-؟-جواب: جائز ہے، **ولو شرط أى الواقف شيئا اتبع** (قرة العين مع فتح المعين) اگر واقف کسی چیز کی شرط لگائے تو اس کی اتباع کرے (ضروری ہے) مذکورہ صورت میں اگر معقول اور صحیح ٹرسٹ دوسرا نہ ہو یا یہ کہ ہو لیکن اس کے نام پر کرنا دشوار ہو تو مذکورہ موقوفہ کو فقراء کے نام پر وقف کیا جائے، **ولو اشترى الناظر أخشابا للمسجد أو وهبت له وقبلها الناظر جاز بيعها لمصلحة كان خاف عليها نحو سرقة لا ان كانت موقوفة من أجزاء المسجد بل تحفظ له وجوبا ذكره الكمال الرداد فى فتاويه ولا ينقض المسجد لا اذا خيف على نقضه فينقض ويحفظ أو يعمر به مسجد أخر ان رأه الحاكم والا قرب اليه أولى ولايعمر به غير جنسه كرباط وبئر كالعكس الا اذا تعذر جنسه والذى يتجه ترجيحه فى ريع وقف المنهدم أنه ان توقع عوده حفظ له والا صرف لمسجد أخر فان تعذر صرف للفقراء**(ترشيح المستفيدين ص ٢٧٠) اور اگر ذمہ دار مسجد کے لئے لکڑیاں خریدیں یا مسجد کو لکڑیاں ہبہ کی جائے اور اس کو ذمہ دار قبول کرے تو مصلحت کی بنا پر اس کو بیچنا جائز ہے جیسے خوف ہو مثلاً چوری کا (وغیرہ) مسجد کی چیز اگر موقوف ہو تو بیچنا جائز نہیں بلکہ اس کو حفاظت سے رکھنا ضروری ہے اس کو ذکر کیا کمال الرداد نے اپنے فتاویٰ میں اور مسجد کو نہ توڑے [یعنی شہید نہ کرے] مگر جب کہ خوف ہو اس کے ٹوٹنے کا تو توڑے اور موقوفہ سامان کی حفاظت کرے یا اس سے دوسری مسجد تعمیر کرے اگر حاکم یعنی ذمہ دار حضرات مناسب سمجھے تو ورنہ اس کے قریب جگہ میں مسجد تعمیر کرنا اولیٰ ہے اور موقوفہ سامان سے غیر جنس کو تعمیر نہ کرے جیسے مسافر خانہ اور کنواں [یعنی مسجد کا موقوفہ سامان مسجد ہی کے لئے استعمال کرے چاہے دوسری مسجد ہو، مسافر خانہ اور کنواں وغیرہ کے لئے

استعمال نہ کرے] مگر جب دشوار ہو اس کے جنس میں [یعنی مسجد کا سامان مسجد میں ہی] استعمال کرنا تو موقوفہ منہدم [توڑا ہوا] سامان میں اس کو راجح قرار دیا ہے کہ اگر امید ہو اس مسجد کے دوبارہ تعمیر کی تو اس کو حفاظت سے رکھے ورنہ دوسری مسجد کے لئے صرف کرے اگر یہ دشوار ہو تو فقراء پر صرف کیا جائے گا،

موقوفہ قبرستان میں میت کی تدفین نہ ہوتی ہو اور پرانی قبر کا اثر باقی نہ ہو تو کیا یہ قبرستان کھیتی کے لئے اجرت پر دینا جائز ہے؟

مذکورہ قبرستان کھیتی وغیرہ کے لئے اجرت پر دینا اس نیت سے کہ یہ رقم رفاہی کاموں میں صرف کرے جائز نہیں ہے، وفی الأنوار ليس للامام، اذا اندرست مقبرة ولم يبق بها أثر اجارتها للزراعة أى مثلاً وصرف غلتها للمصالح وحمل على الموقوفة (فتح المعين فی ترشیح ص ۲۷۰) انوار میں ہے کہ جب قبرستان مٹ جائے اور اس کا اثر باقی نہ ہو تو اس کو مثلاً کھیتی کے لئے اجرت پر دینا اور اس کے غلہ کو رفاہی کاموں میں خرچ کرنا امام (ذمہ دار حضرات) کے لئے جائز نہیں یہ حکم موقوفہ قبرستان کا ہے،

مملوکہ اور مجہولہ قبرستان کا کیا حکم ہے؟ مجہولہ یعنی وہ قبرستان جس کے بارے میں یہ علم نہ ہو کہ وہ موقوفہ ہے یا نہیں؟

مملوکہ اور مجہولہ قبرستان کا یہ حکم ہے، فالمملوكة لمالكها ان عرف والا فمال ضائع أى ان أيس من معرفته يعمل فيه الامام بالمصلحة وكذا المجهولة (فتح المعين فی ترشیح ص ۲۷۰) مملوکہ قبرستان مالک کا ہے اگر مالک معلوم ہو ورنہ مال ضائع ہے اگر مالک کے علم سے ناامیدی ہوگئی ہو تو امام (ذمہ دار حضرات) مصالح میں صرف کریں گے اور یہی حکم ہوگا مجہولہ قبرستان کا۔

واللہ تعالیٰ أعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْهِبَةِ)

(هِيَ مَنْدُوْبَة وَلِلْأَقَارِبِ أَفْضَلُ وَتُنْدَبُ التَّسْوِيَةُ فِيْهَا بَيْنَ أَوْلَادِهِ حَتّٰى بَيْنَ الذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى وَاِنَّمَا تَصِحُّ مِنْ مُطْلَقِ التَّصَرُّفِ فِيْمَا يَجُوْزُ بَيْعُهُ بِاِيْجَابٍ مُنَجَّزٍ وَقَبُوْلٍ وَلَاتُمْلَكُ اِلَّا بِالْقَبْضِ فَلَهُ الرُّجُوْعُ قَبْلَهُ وَلَا يَصِحُّ الْقَبْضُ اِلَّا بِاِذْنِ الْوَاهِبِ فَلَوْ وَهَبَهُ شَيْئًا عِنْدَهُ أَوْ رَهَنَهُ اِيَّاهُ فَلَابُدَّ مِنَ الْاِذْنِ فِيْ قَبْضِهِ وَمُضِيِّ زَمَنٍ يَتَأَتّٰى فِيْهِ قَبْضُهُ وَالْمُضِيُّ اِلَيْهِ فَاِذَا مَلَكَ لَمْ يَكُنْ لِلْوَاهِبِ الرُّجُوْعُ اِلَّا أَنْ يَهَبَ لِوَلَدِهِ أَوْ وَلَدِ وَلَدِهِ وَاِنْ سَفَلَ فَلَهُ الرُّجُوْعُ فِيْهِ بَعْدَ قَبْضِهِ بِزِيَادَتِهِ الْمُتَّصِلَةِ كَالسِّمَنِ لَا الْمُنْفَصِلَةِ كَالْوَلَدِ فَلَوْ حُجِرَ عَلَى الْوَلَدِ بِفَلَسٍ أَوْ بَاعَ الْمَوْهُوْبَ ثُمَّ عَادَ اِلَيْهِ فَلَارُجُوْعَ فَاِنْ وَهَبَ وَشَرَطَ ثَوَابًا مَعْلُوْمًا صَحَّ وَكَانَ بَيْعًا أَوْ مَجْهُوْلًا بَطَلَ وَاِنْ لَمْ يَشْرِطْهُ لَمْ يَلْزَمْ)

(ہبہ کا بیان)

ہبہ، صدقہ اور ہدیہ کی تعریف

هبه: کسی کی ضرورت کے بغیر اور ثواب واکرام کی نیت کے بغیر نفل چیز کا کسی کو مالک بنانے کو ہبہ کہتے ہیں،

صدقه: اگر کسی کو حاجت یا ثواب آخرت کی بناپر مالک بنائے تو اس کو صدقہ کہتے ہیں،

هديه: اگر کسی کو اکرام کے پیش نظر مالک بنائے تو اس کو ہدیہ کہتے ہیں،

آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْئًا مَّرِيْئًا** (سورۂ نساء ٤) ہاں اگر وہ بیبیاں خوش دلی سے چھوڑ دیں تم کو اس مہر میں کا کوئی جزء تو تم اس کو کھاؤ مزے دار خوش گوار سمجھ کر (ترجمۂ قرآن)

حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی پڑوسن کسی پڑوسن کے لئے حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا کھر (یعنی کوئی معمولی چیز) ہی کیوں نہ ہو،

باب الہبہ کو باب الوقف کے بعد ذکر کرنے کی وجہ

باب الہبہ کو باب الوقف کے بعد اس لئے ذکر کیا گیا کہ وقف اور ہبہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں تبرع اور تملیک ہے[اس طرح کہ موہوب لہ عین کا مالک ہوتا ہے اور موقوف علیہ منافع کا](حاشیۂ اقناع ج۲ ص۳۱)

حکمت

ہبہ سے آپس میں محبت[اور بھائی چارگی]پیدا ہوتی ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے: آپس میں ہدیہ دیا کرو تاکہ محبت پیدا ہو،

فکل من الصدقۃو الھدیۃھبۃ(فیض) صدقہ اور ہدیہ دونوں ہی ہبہ ہے۔

ہبہ کے ارکان

(۱)واہب[ہبہ کرنے والا] (۲)موہوب لہ[جس کو ہبہ کیا جائے] (۳)موہوب[جو چیز ہبہ کی جائے](۴)صیغہ[یعنی وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے](الفقہ علی المذاھب الأربعۃ ج۳ ص۲۹۳)

(ہبہ مستحب ہے اور رشتہ داروں کے لئے افضل ہے)أی أکثر ثوابا(نزھۃ المتقین ج۲ ص۴۰) افضل کا معنی ہے: زیادہ ثواب (ہبہ کرنے میں اپنی اولاد کے درمیاں برابری کرنا مستحب ہے یہاں تک کہ مذکر اور مؤنث کے درمیان) بھی مطلب یہ ہیکہ مذکر اور مؤنث اولاد ہوں تب بھی ان کے درمیان برابری کرنا مستحب ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو، اگر ضرورت کسی کو کم وزیادہ لاحق ہو تو حاجت کے بقدر دیدے برابری نہ کرے تو مکروہ نہیں ہے(اقناع ج۲ ص۳۵) اولاد کے لئے بھی سنت ہے کہ جب کوئی چیز ہبہ کرے تو والدین کے درمیان برابری کرے اگر دونوں کی ضرورت برابر ہو یا ضرورت نہ ہو تو اگر ضرورت کسی کی کم ہو اور کسی کی زیادہ تو ضرورت کے بقدر دے برابری نہ کرنا مکروہ نہیں،

(ہبہ صحیح ہوتا ہے مطلق التصرف شخص کی طرف سے ایجاب میں لفظِ منجز) کہنے (سے اس چیز میں جس کی بیع جائز ہو) مطلق التصرف شخص یعنی واہب مجور نہ ہو اور تبرع کا اہل ہو۔ لفظِ منجز یعنی تعلیق کے بغیر ہو تو ہبہ صحیح ہو گا جیسے واہب کہے: میں نے تجھ کو ہبہ کیا یا کہے: میں نے تجھ کو مالک بنایا، وغیرہ، تعلیق ہو تو ہبہ صحیح نہ ہو گا جیسے واہب کہے: میں نے مثلاً یہ کپڑا ہبہ کیا اگر رمضان کا مہینہ آجائے تو لیکن چند مسائل اس سے مستثنیٰ ہیں وہ یہ کہ جس کی بیع جائز نہیں اس کا ہبہ جائز ہے (۱) گیہوں کے دو چار دانے اور ان کے مانند ان کی بیع جائز نہیں ہبہ جائز ہے (۲) حق تحجیر یعنی وہ زمین جس کا نہ کوئی مالک ہو اور نہ کبھی کوئی مالک رہا ہو اس کی آبادی شروع کر کے یا اس پر کوئی علامت نصب کر کے ہبہ کر سکتا ہے مگر بیع جائز نہیں (۳) بدو صلاح سے پہلے پھل کی بیع فوراً پھل توڑنے کی شرط کے بغیر ہو تو جائز نہیں ہبہ جائز ہے (ألفاظ ابی شجاع مع قناع ج۲ ص ۳۱)

(اور) ہبہ صحیح ہوتا ہے (قبول) کرنے سے، قبول موہوب لہ کی طرف سے ہوتا ہے اور ایجاب سے متصل ہوتا ہے، قبول جیسے موہوب لہ کہے: میں نے قبول کیا، یا کہے: میں راضی ہوں (اور) موہوب لہ (ہبہ کا مالک نہیں ہو گا مگر قبضہ کرنے سے) اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے نجاشی کو مشک بطور ہدیہ بھیجا لیکن ہدیہ پہنچنے سے پہلے نجاشی کا انتقال ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کو تقسیم کر دیا اور صحابہ کی ایک جماعت اس کی قائل ہے اور مخالف کا علم نہیں تو یہ اجماع بھی ہوا۔

(واہب کے لئے) ہبہ میں (قبضہ کرنے سے پہلے رجوع جائز ہے) اس لئے کہ قبضہ سے پہلے موہوب واہب کی ملکیت میں باقی رہتا ہے (اور موہوب لہ کا) موہوب پر (قبضہ کرنا صحیح نہ ہو گا مگر واہب کی اجازت سے) یا واہب موہوب کو موہوب لہ کے قبضہ میں ہی دیدے تو واہب کا قبضہ شمار ہو گا (اگر واہب نے موہوب لہ کو وہ چیز بطور ہبہ یا رہن دی جو موہوب لہ

کے پاس ہی تھی) جیسے بطور امانت یا عاریت (تو موہوب لہ کے قبضہ کے لئے واہب کی اجازت لازم ہے اور اتنی مدت کا گزرنا بھی لازم ہے جس میں موہوب پر قبضہ کرنا اور موہوب تک جانا ممکن ہو) جبکہ مکان موہوب اور مکان عقد مختلف ہوں (پھر موہوب لہ کے مالک بن جانے کے بعد واہب کے لئے رجوع جائز نہیں مگر یہ کہ اصل ہبہ دے اپنے ولد کو یا ولدِ ولد کو اگرچہ سافل ہو تو اصل کے لئے قبضہ کے بعد رجوع جائز ہے متصل زیادتی کے ساتھ جیسے موٹاپا منفصل زیادتی کو نہیں لے گا جیسے) باندی کا (بچہ اگر ولد پر حجر لگ جائے افلاس کی وجہ سے یا ولد موہوب کو بیچ دے پھر وہ چیز ولد کی طرف لوٹ آئے) خریدنے کی وجہ سے یا مشتری ہبہ کر دے ولد کو (تو) اصل کے لئے (رجوع جائز نہیں، اگر واہب کوئی چیز ہبہ کرے اور) موہوب لہ پر (شرط لگائے متعینہ عوض کی) متعینہ عوض یعنی ایسا بدل جو جنس اور مقدار کے اعتبار سے متعین ہو [مثلاً واہب موہوب لہ سے کہے: میں نے تجھے عمدۃ السالک نامی کتاب ہبہ کی بشرطیکہ تو مجھے اس کے بدلہ متن الغایۃ نامی دو کتابیں ہبہ میں دیدے] (تو صحیح ہے اور یہ عقد بیع ہے) اس لئے کہ یہ لین دین خرید وفروخت کی طرح ہوا (یا) واہب کوئی چیز ہبہ کرے اور (مجہول) عوض کی شرط لگائے، مجہول عوض یعنی ایسا بدل جو متعینہ نہ ہو [جیسے واہب موہوب لہ سے کہے: میں نے تجھے عمدۃ السالک نامی کتاب ہبہ کی بشرطیکہ تو مجھے اس کے بدلہ کوئی چیز ہبہ کرے] (تو عقد باطل ہو گا) لہٰذا واہب اپنی موہوب واپس لے گا (اور اگر) واہب کوئی چیز ہبہ کرے لیکن معلوم یا مجہول (عوض کی شرط نہ لگائے تو) موہوب لہ پر (کوئی چیز لازم نہیں) اس لئے کہ نہ تو لفظ کا تقاضا ہے نہ عادت کا۔

کیا معاطاۃ سے ہبہ کا لینا دینا صحیح ہے؟

ہاں صحیح ہے، معاطاۃ یعنی بلا لفظ ایجاب وقبول دینا لینا جیسے زید نے قلم عمرو کو دیا اور عمرو نے لیا **وتنعقد بالمعاطاۃ علی المختار** (فتح المعین) ہبہ معاطاۃ سے صحیح ہے مختار قول کے مطابق،

واہب کے شرائط

(۱)موہوب کامالک ہو (۲) تصرف مطلق کا اختیار ہو۔ ولی کی جانب سے مجور [یعنی جس کو تصرف سے روکا گیاہے اس] کے مال میں ہبہ صحیح نہ ہو گا(اقناع ج۲ ص۳۲)

موہوب لہ کے شرائط

(۱)ملکیت کی اہلیت ہو (۲) بچہ اور مجور علیہ کے لئے ہبہ صحیح ہے لیکن ضروری ہے کہ قبضہ ان کے لئے ان کے اولیاء (سرپرست حضرات) کریں(أیضاً) (الفقه على المذاهب الأربعة ج۳ص۲۹۹) بچہ کسی چیز کو قبول کرے تو مالک نہیں ہوتا [بلکہ اس کے ولی کا قبضہ کرنا ضروری ہے] لیکن بچہ کو دینا حرام نہیں ہاں البتہ اگر قرینہ وعلامت سے معلوم ہو کہ ولی پسند نہیں کرتا تو حرام ہے، **ان الصغير لا يملك بالقبول ولكن لا يحرم الدفع له الا اذا قامت قرينة بأن الولى لا يرضيه ذلك خوفا من تعويد الصبى على التسفل والدناءة فان كان كذلك فانه يحرم اعطاء الصبى شيئا بدون رضاء وليه**(أيضاً) بچہ قبول کرنے سے مالک نہیں ہوتا لیکن اس کو کوئی چیز دینا حرام نہیں ہے مگر جب قرینہ [علامت] قائم ہو جائے کہ ولی دینے سے ناراض ہوتا ہے خوف کھاتے ہوئے بچہ پر گڑاوٹ اور دنائت یعنی عادت خراب ہونے کا [کہ لوگوں سے لینے کی اور مانگنے کی عادت لگ جائے گی] تو اس کو دینا حرام ہو گا ولی کی رضامندی کے بغیر،

شادی کے موقع پر لڑکی کے والد اس کو جو سامان دیتے ہیں اس کا حکم کیا ہو گا؟

مذکورہ صورت میں یہ حکم ہو گا: **فيمن بعث بنته وجهازها الى دار الزوج بأنه ان قال هذا جهاز بنتي فهو ملك لها والا فهو عارية ويصدق بيمينه**(فتح المعين) جو شخص اپنی بیٹی اور اس کے سامان کو شوہر کے گھر بھیجے تو اگر والد کہے کہ یہ میری بیٹی کا سامان ہے تو بیٹی مالک ہو گی ورنہ [یعنی اگر والد نے نہ کہا ہو کہ میری بیٹی کا سامان ہے تو] عاریت ہو گا [عاریت سے متعلق مسائل جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیں] اور اگر اختلاف ہو جائے کہ بیٹی کہے ملکیۃً دیا ہے اور والد کہے عاریۃً تو والد کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

لڑکی کو لڑکے کے گھر والے جو سامان دیتے ہیں کیا وہ سامان طلاق وغیرہ کے بعد گھر والوں کے لئے زوجہ کو دینا ضروری ہے؟

عامۃً ہمارے یہاں لڑکی کو لڑکے کے گھر والے جو سامان دیتے ہیں وہ استعمال کی نیت سے دیتے ہیں لہٰذا طلاق وغیرہ کے بعد گھر والوں کے لئے مذکورہ سامان زوجہ کو دینا ضروری نہیں لیکن اگر گھر والوں نے صراحت کی ہو کہ یہ سامان ہم نے ہبہ کیا ہے اور زوجہ نے اس پر قبضہ کیا ہو تو ایسی صورت میں یہ ہبہ ہے اور اس پر لڑکی کی ملکیت ہے لہٰذا گھر والوں کے لئے مذکورہ سامان زوجہ کو دینا ضروری ہے، **لاتلزم الهبة ولاتملك الا بالقبض** (كفاية الأخيار ج۱ص۲۰۰) قبضہ کرنے سے ہبہ کا مالک ہوتا ہے قبضہ کئے بغیر مالک نہیں ہوتا،

واہب یا موہوب لہ کی موت سے یا کسی کے پاگل ہونے یا بیہوش ہونے سے ہبہ فسخ ہوتا ہے یا نہیں؟

مذکورہ تینوں صورتوں میں ہبہ فسخ نہیں ہوتا، دونوں میں سے کسی کی یا دونوں کی موت ہوجائے تو واہب کا وارث موہوب لہ کے وارث کو اجازت دینے میں قائم مقام ہوگا اور موہوب لہ کا وارث قبضہ کرنے میں اس کا قائم مقام ہوگا(اقناع ج۲ ص۳۳)[اسی طرح پاگل اور بیہوشی سے افاقہ ہونے تک ان کے سرپرست ہبہ کو اپنی سرپرستی میں حفاظت سے رکھیں گے]

ہبہ عُمری ورقبی کس کو کہتے ہیں اور ان کا حکم کیا ہے؟

ہبہ عُمری کہتے ہیں: کسی کو اس کی زندگی تک کوئی چیز ہبہ کرنا اس شرط پر کہ اس کے مرنے کے بعد وہ چیز واہب کو واپس ملے،

ہبہ رُقبی کہتے ہیں: اس شرط سے ہبہ کرے کہ اگر تو میرے پہلے مرجائے تو موہوب چیز کو میں واپس لوں گا اور اگر تیرے پہلے میں مرجاؤں تو تو موہوب کا مالک ہوگا،

یہ دونوں ہبہ صحیح ہے اور ہبہ عمری میں موہوب چیز کا مالک معمر[مراد موہوب لہ]ہو گا اور ہبہ رقبی میں موہوب چیز کا مالک مرقب[مراد موہوب لہ]ہو گا، موہوب لہ کی موت کے بعد موہوب چیز کے مالک اس کے ورثاء ہوں گے ہبہ عمری ورقبی کی شرط لغو ہو گی اور واہب کو رجوع کا حق نہ ہو گا،(ألفاظ أبی شجاع مع اقناع ج۲ص۳٤)

شادی کے بعد شوہر اگر بیوی کو زیور بنادے تو بیوی اس کی مالک ہو جاتی ہے یا نہیں؟

صرف پہننے کے لئے دے دینے سے مالک نہیں ہوتی مالک بنادینے سے ہو جاتی ہے جیسے شوہر کہے: میں نے تجھے یہ چیز ہبہ کی اور بیوی فوراً قبول کرے یعنی اس پر قبضہ کرے یا معاطاۃ سے یعنی لینے دینے سے متعلق عادۃً جو الفاظ معروف ومشہور ہو وہ کہے گئے ہوں تب بھی اعتبار ہو گا، **الهبة تمليك عين بلاعوض بايجاب كوهبتك وقبول متصل به كقبلت وتنعقد بالمعاطاة على المختار** (قرة العين مع فتح المعين) ہبہ کہتے ہیں بلاعوض کسی چیز کا مالک بنادینا ایجاب سے جیسے کہے: میں نے تجھ کو ہبہ کیا اور قبول متصل[ملاہوا]ہو ایجاب کے ساتھ[یعنی تاخیر نہ ہو]جیسے کہے میں نے قبول کیا اور ہبہ صحیح ہوتا ہے معاطاۃ سے مختار قول کے مطابق،

واللہ تعالیٰ أعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْعِتْقِ)

(هُوَ قُرْبَةٌ وَلَا يَصِحُّ اِلَّا مِنْ مُطْلَقِ التَّصَرُّفِ وَيَصِحُّ بِالصَّرِيْحِ بِلَانِيَّةٍ وَبِالْكِنَايَةِ مَعَ النِّيَّةِ فَصَرِيْحُهُ الْعِتْقُ وَالْحُرِّيَّةُ وَفَكَكْتُ رَقَبَتَكَ وَالْكِنَايَةُ لَا مِلْكَ لِيْ عَلَيْكَ وَلَا سُلْطَانَ لِيْ عَلَيْكَ وَأَنْتَ لِلّٰهِ وَحَبْلُكَ عَلَى غَارِبِكَ وَشِبْهُ ذٰلِكَ وَيَجُوْزُ تَعْلِيْقُهُ عَلٰى شَرْطٍ مِثْلَ اِذَا جَاءَ زَيْدٌ فَأَنْتَ حُرٌّ فَاِذَا عَلَّقَ بِصِفَةٍ لَمْ يَمْلِكِ الرُّجُوْعَ فِيْهِ بِالْقَوْلِ وَيَجُوْزُ الرُّجُوْعُ بِالتَّصَرُّفِ كَالْبَيْعِ وَنَحْوِهِ فَاِنِ اشْتَرَاهُ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ تَعُدِ الصِّفَةُ وَيَجُوْزُ فِي الْعَبْدِ وَفِيْ بَعْضِهِ فَاِنْ أَعْتَقَ بَعْضَ عَبْدِهِ عَتَقَ كُلُّهُ فَاِنْ كَانَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ فَعَتَقَ أَحَدُهُمَا نَصِيْبَهُ عَتَقَ ثُمَّ اِنْ كَانَ مُوْسِرًا اعتَقَ عَلَيْهِ نَصِيْبُ شَرِيْكِهِ فِي الْحَالِ وَلَزِمَهُ قِيْمَتُهُ حِيْنَئِذٍ وَاِنْ كَانَ مُعْسِرًا عَتَقَ نَصِيْبُهُ فَقَطْ وَمَنْ مَلَكَ أَحَدَ الْوَالِدَيْنِ وَاِنْ عَلَوْا أَوِ الْمَوْلُوْدِيْنَ وَاِنْ سَفَلُوْا عَتَقَ عَلَيْهِ وَاِنْ مَلَكَ بَعْضَهُ فَاِنْ كَانَ بِرِضَاهُ وَهُوَ مُوْسِرٌ قُوِّمَ عَلَيْهِ الْبَاقِيْ وَعَتَقَ وَاِلَّا فَلَا وَلَوْ أَعْتَقَ الْحَامِلَ عَتَقَتْ هِيَ وَحَمْلُهَا أَوْ أَعْتَقَ الْحَمْلَ عَتَقَ دُوْنَهَا وَلَوْ قَالَ أَعْتَقْتُكَ عَلٰى أَلْفٍ أَوْ بِعْتُكَ نَفْسَكَ بِأَلْفٍ وَقَبِلَ عَتَقَ وَلَزِمَهُ الْأَلْفُ)

(عتق کا بیان)

عتق کی تعریف

لغت میں: مستقل ہونے اور چھوڑ دینے کو عتق کہتے ہیں۔

شرعاً : آدمی سے رقیت کو زائل کرنا دوسرے مالک کی طرف منتقل کئے بغیر اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے کے لئے رقیت کہلاتا ہے (تحقیق علی عمدہ ص ۲۸۳)

آیت: فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَآ أَدْرَاکَ مَا الْعَقَبَةُ فَکُّ رَقَبَةٍ (سورۂ بلد ۱۱ تا ۱۳) (أیضاً)

سو وہ شخص (دین کی) گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی (سے) کیا (مراد) ہے وہ کسی (کی) گردن کا غلامی سے چھڑا دینا ہے (ترجمۂ قرآن)

حدیث: آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو آدمی کسی مسلمان کو آزاد کرے تو اس کے ہر عضو کے بدلہ آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو اللہ تعالیٰ آگ (جہنم) سے محفوظ رکھیں گے،

عتق کے ارکان

(۱)عتیق [آزاد کیا ہوا] (۲)صیغہ [یعنی وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے] (۳)معتق [آزاد کرنے والا]

(عتق) یعنی غلام کو آزاد کرنا (قربت ہے) یعنی وہ نیک فعل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوتی ہے (اور عتق صحیح نہیں مگر مطلق التصرف شخص کا) عتق صحیح ہوگا اپنے مال میں اس لئے کہ یہ مالی تصرف ہے لہٰذا ہبہ کے مشابہ ہوا (اور ہبہ مطلق التصرف شخص کی طرف سے صحیح ہوتا ہے) بچہ، مجنون، سفیہ اور مفلس کا عتق صحیح نہ ہوگا (اور عتق صریح لفظ سے بلانیت کے صحیح ہوگا) مطلب یہ ہے کہ جب عتق کے لئے صریح لفظ استعمال کرے تو اگرچہ عتق کی نیت نہ ہو تب بھی عتق صحیح ہوگا (اور) عتق (کنایہ) لفظ (سے نیت کے ساتھ) صحیح ہوگا مطلب یہ ہیکہ جب عتق کے لئے کنایہ لفظ استعمال کرے تو عتق صحیح ہوگا بشرطیکہ عتق کی نیت ہو (عتق کا صریح لفظ العتق) ہے جیسے معتق کہے: أعتقتک: میں نے تجھ کو آزاد کیا، یا کہے: أنت عتیق: تو آزاد کیا ہوا ہے (اور) صریح لفظ (الحریۃ) ہے، جیسے معتق کہے: حررتک: میں نے تجھ کو آزاد کیا، یا کہے: أنت محرر: تو آزاد کیا ہوا ہے (اور) صریح لفظ (فککت رقبتک ہے) یعنی معتق کہے: میں نے تیری گردن چھڑایا [یعنی میں نے تجھے آزاد کیا] (اور) عتق کا (کنایہ) لفظ (لاملک لی علیک) ہے یعنی معتق کہے: تجھ پر میری ملکیت نہیں ہے، اور (لاسلطان لی علیک) ہے یعنی معتق کہے: تجھ پر مجھے قدرت نہیں ہے (اور أنت للہ) ہے یعنی معتق کہے: تو اللہ کے لئے ہے (اور حبلک علی غاربک ہے) یعنی معتق کہے: تیری رسی تیرے کندھے پر ہے (اور ان) مذکورہ الفاظ (کے مانند) معتق کوئی کنایہ لفظ کہے تو عتق صحیح ہوگا اگر عتق کی نیت ہو ورنہ عتق نہ ہوگا (اور عتق کو شرط پر معلق کرنا صحیح ہے مثلاً) معتق کہے: (جب زید آئے تو تو آزاد) لہٰذا جب معلق علیہ پایا جائے یعنی

زید آجائے تو غلام آزاد ہو گا (جب) عتق کو (صفت کے ساتھ معلق کرے) یعنی مثلاً کہے: جب زید آئے تو تو آزاد (تو اس میں معلِّق) یعنی صفت کے ساتھ معلق کرنے والا (رجوع کا مالک نہ ہو گا) مطلب یہ ہیکہ معلق کہے: میں نے غلام کی آزادی کو جو صفت کے ساتھ معلق کیا تھا اس کو فسخ کیا یا میں نے اس سے رجوع کیا اس طرح (کہنے سے) مطلب یہ ہیکہ معلق کرنے کی صورت میں اس کو فسخ کرنے کا حق نہ رہیگا لہٰذا جب معلق علیہ پایا جائے تو عتق ہو گا (لیکن تصرف کی وجہ سے رجوع صحیح ہو گا جیسے فروخت کرے اور اس کے مانند) یعنی ہبہ کرے یا ہدیہ میں دے (پھر اگر آقا غلام کو اپنی ملکیت سے نکلنے کے بعد خریدے تو وہ صفت عود نہ کرے گی) مطلب یہ ہیکہ معلِّق نے صفت کے ساتھ معلق کیا جیسے اپنے غلام سے کہا جب زید آجائے تو تو آزاد اس طرح کہنے کے بعد پھر معلِّق نے غلام کو فروخت کیا یا ہبہ کیا یا ہدیہ میں دیا اور پھر آقا اسی غلام کو خریدے تو اب مذکورہ جس صفت کے ساتھ غلام کی آزادی کو معلق کیا تھا وہ پائی جائے تو بھی غلام آزاد نہ ہو گا کیونکہ تصرف کی وجہ سے رجوع صحیح ہوا،

(اور) عتق کا تصرف مکمل (غلام میں اور اس کے بعض حصہ میں جائز ہے) مطلب یہ ہیکہ غلام کو آزاد کرنا ہو تو اس کی پوری ذات کو مخاطب کرے جیسے کہے میں نے تجھے آزاد کیا یا اس کے بعض حصہ کو مخاطب کرے جیسے کہے: میں نے تیرا ربع حصہ آزاد کیا، یہ سب صحیح ہے، لہٰذا کوئی غلام کے بعض حصہ کو مخاطب کرے تو اس کا حکم کیا ہو گا آگے مصنفؒ اس کو بیان فرمارہے ہیں: (اگر اپنے غلام کے بعض حصہ کو آزاد کرے تو مکمل غلام آزاد ہو گا) عتق کے پوری ذات میں سرایت کر جانے کی وجہ سے (اور اگر غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور ان دونوں میں سے کوئی ایک اپنے حصہ کو آزاد کرے تو) اس کا حصہ (آزاد ہو گا) اس لئے کہ اپنے حصہ میں تصرف کا مالک ہے (پھر اگر معتق موسر ہو تو معتق پر اپنے شریک کا حصہ بھی فوراً آزاد ہو گا) عتق کے سرایت کر جانے کی وجہ سے (اور اس صورت میں معتق

پر اپنے شریک کے حصہ کی قیمت لازم ہو گی اور اگر معتق معسر ہو تو صرف معتق کا حصہ آزاد ہو گا) شرط مفقود ہونے کی وجہ سے یعنی یسار و وسعت (اور جو شخص والدین میں سے کسی کا مالک بن جائے اگرچہ اوپر تک) یعنی باپ یا دادا کا تا آخر مالک بن جائے یا ماں یا دادی کا تا آخر مالک بن جائے (یا جو اولاد میں سے کسی کا) مالک بن جائے (اگرچہ نیچے تک) جیسے بیٹے یا پوتے کا تا آخر مالک بن جائے (تو) باپ یا دادا میں سے تا آخر یا ماں یا دادی میں سے تا آخر اولاد کی (ملکیت میں جانے والا) یا بیٹے یا پوتے میں سے تا آخر ماں یا باپ کی ملکیت میں جانے والا (اپنے مالک پر آزاد ہو گا) اس کو عتق قہری کہتے ہیں یعنی صیغہ کے بغیر آزاد ہو جاتا ہے (اور اگر والدین یا اولاد میں سے کسی کے بعض حصہ کا مالک بن جائے تو) اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ (اگر مالک کی رضامندی سے) بعض حصہ کا (مالک بن گیا ہو) مطلب یہ ہیکہ والدین یا اولاد میں سے جو جس مالک کی مملوک تھا اس مالک کی رضامندی سے مملوک کے بعض حصہ کا مالک بن گیا جیسے خرید لیا (اور مالک بننے والا موسر ہو تو اس پر) مملوک کے اس (بقیہ حصہ کی قیمت لگائی جائے گی) جو حصہ اس نے خریدا نہیں ہے یعنی مالک بننے والا اس حصہ کی قیمت ادا کرے گا (اور پھر) عتق کے سرایت کر جانے کی وجہ سے (وہ پورا آزاد ہو گا ورنہ) یعنی مالک بننے والا موسر نہ ہو تو (باقی حصہ آزاد نہ ہو گا) چونکہ موسر ہونے کی شرط مفقود ہے (اور اگر مالک باندی کو آزاد کرے تو باندی آزاد ہو گی اور) باندی کے تابع قرار دیتے ہوئے (باندی کا حمل) بھی آزاد ہو گا اس لئے کہ یہ اسی کا جزء ہے (یا) مالک (حمل کو آزاد کرے تو حمل آزاد ہو گا) بشرطیکہ حمل میں روح پھونکی گئی ہو مطلب یہ ہیکہ اتنے مہینوں کا حمل ہو جتنے مہینوں کا ہونے کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہو، اس لئے کہ اس صورت میں حمل کے اندر قوت عتق پیدا ہو جاتی ہے (نہ کہ باندی) آزاد ہو گی اس لئے کہ باندی متبوعہ ہے لہٰذا حمل کے تابع نہ ہو گی (اور اگر آقا) اپنے غلام یا باندی سے (کہے میں نے تجھے آزاد کیا

ہزار) روپے (کے عوض یا) کہے (میں نے تجھے بیچا ہزار) روپے (کے عوض اور غلام قبول کرے تو) ان مذکورہ دونوں صورتوں میں غلام (آزاد ہو گا اور غلام پر) اعتاق کے مقابلہ میں آقا کے لئے (ہزار) روپے (لازم ہوں گے) اور ولاء لازم ہو گا اس لئے کہ آقا نے آزاد کیا ہے اگرچہ مال کے عوض۔

و اللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ التَّدْبِيْرِ)

(اَلتَّدْبِيْرُ قُرْبَةٌ وَهُوَ أَنْ يَقُوْلَ اِذَا مُتُّ فَأَنْتَ حُرٌّ أَوْ دَبَّرْتُكَ أَوْ أَنْتَ مُدَبَّرٌ وَيُعْتَبَرُ مِنَ الثُّلُثِ وَيَصِحُّ مِنْ مُطْلَقِ التَّصَرُّفِ وَكَذَا مِنْ مُبَذِّرٍ لَا صَبِيٍّ، وَيَجُوْزُ تَعْلِيْقُهُ عَلَى صِفَةٍ مِثْلُ اِنْ دَخَلْتَ الدَّارَ فَأَنْتَ حُرٌّ بَعْدَ مَوْتِيْ فَيُشْتَرَطُ الدُّخُوْلُ قَبْلَ الْمَوْتِ وَاِنْ دَبَّرَ بَعْضَ عَبْدِهِ أَوْ كُلَّ مَا يَمْلِكُهُ مِنَ الْعَبْدِ الْمُشْتَرَكِ لَمْ يَسْرِ اِلَى الْبَاقِيْ وَيَجُوْزُ الرُّجُوْعُ فِيْهِ بِالتَّصَرُّفِ لَا بِالْقَوْلِ وَلَوْ أَتَتِ الْمُدَبَّرَةُ بِوَلَدٍ لَمْ يَتْبَعْهَا فِي التَّدْبِيْرِ)

(تدبیر کا بیان)

تدبیر کی تعریف

لغت میں: امور کے انجام میں غور کرنے کو تدبیر کہتے ہیں،

شرعاً : غلام کی آزادی کو موت پر معلق کرنے کو تدبیر کہتے ہیں،

(تدبیر قربت ہے) یعنی نیک فعل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوتی ہے (تدبیر یہ ہے کہ آقا) غلام یا باندی سے (کہے إذا مت فأنت حر) میرے مرنے پر تو آزاد ہے (یا) کہے (دبرتک)، میں نے تجھے مدبر بنایا (یا) کہے (أنت مدبر) تو مدبر ہے یہ کلمات صریح ہیں (اور) تدبیر (ثلث میں معتبر ہوگی) اگر مدبر کی قیمت ثلث کے بقدر ہو یا ثلث سے کم ہو تو مدبر مکمل آزاد ہوگا اور اگر مدبر کی قیمت ثلث سے زیادہ ہو تو ثلث کے بقدر آزاد ہوگا (اور تدبیر صحیح ہے مطلق التصرف شخص کی اور اسی طرح فضول خرچ کرنے والے کی) تدبیر [مدبر بنانا] صحیح ہے، مطلق التصرف یعنی وہ شخص جس کے لئے تصرف مباح ہو (بچہ کی تدبیر درست نہیں اور تدبیر کو صفت پر معلق کرنا بھی جائز ہے مثلاً) کہے (إن دخلت الدار فأنت حر بعد موتی اگر تو گھر میں داخل ہو تو میری موت کے بعد آزاد ہے اس صورت میں مولیٰ کی موت سے پہلے مدبر کا دخول شرط ہے) آزادی کے لئے، تدبیر کو دخول پر معلق کیا ہے اس لئے موت سے پہلے دخول لازم ہے (اگر اپنے غلام کے بعض حصہ

کو مدبر بنایا) مثلاً کہا: میرے مرنے پر تیرا ربع یا ثلث یا نصف حصہ آزاد ہے (یا عبد مشترک میں سے اپنے کل حصہ کو) مدبر بنایا مثلاً غلام میں اس کا نصف حصہ تھا اور اپنا پورا حصہ یعنی نصف مدبر بنایا (تو تدبیر باقی حصہ میں سرایت نہیں کرے گی) اس لئے کہ سرایت کے لئے تنجیز شرط ہے تعلیق میں سرایت نہیں ہوتی اور تدبیر بھی تعلیق کی ایک صورت ہے (اور تدبیر میں رجوع جائز ہے) ایسے (تصرف سے) جو ملک کو زائل کر دے، مثلاً غلام کو بیچ دیا یا ہبہ کر دیا قبضہ کرا دینے کے ساتھ (قول سے) رجوع مفید (نہیں) مثلاً کہے: رجعت من التدبیر [میں نے تدبیر سے رجوع کر لیا] یا کہے: فسخت التدبیر [میں نے تدبیر کو فسخ کیا] اس صورت میں تدبیر باقی ہے فسخ نہیں ہوئی (اگر مدبرہ عورت نے بچہ جنا) آقا کی موت سے پہلے اور وہ حاملہ ہوئی تدبیر کے بعد (تو وہ تدبیر میں ماں کا تابع نہ ہو گا)

(فصل)

(اَلْكِتَابَةُ قُرْبَةٌ تُعْتَبَرُ فِى الصِّحَّةِ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ وَفِىْ مَرَضِ الْمَوْتِ مِنَ الثُّلُثِ وَلَاتَصِحُّ اِلَّا مِنْ جَائِزِ التَّصَرُّفِ مَعَ عَبْدٍ بَالِغٍ عَاقِلٍ عَلَى عِوَضٍ فِى الذِّمَّةِ مَعْلُوْمِ الصِّفَةِ فِىْ نَجْمَيْنِ فَأَكْثَرَ يَعْلَمُ مَا يُؤَدِّىْ فِىْ كُلِّ نَجْمٍ بِاِيْجَابٍ مُنَجَّزٍ وَهُوَ كَاتَبْتُكَ عَلَى كَذَا تُؤَدِّيْهِ فِىْ نَجْمَيْنِ كُلُّ نَجْمٍ كَذَا فَاِذَا أَدَّيْتَ فَأَنْتَ حُرٌّ وَقَبُوْلٍ، وَلَايَجُوْزُ كِتَابَةُ بَعْضِ عَبْدٍ اِلَّا أَنْ يَكُوْنَ بَاقِيْهِ حُرًّا وَلَاتُسْتَحَبُّ اِلَّا لِمَنْ يُعْرَفُ كَسْبُهُ وَأَمَانَتُهُ وَلِلْعَبْدِ فَسْخُهَا مَتَى شَاءَ وَلَيْسَ لِلسَّيِّدِ فَسْخُهَا اِلَّا أَنْ يَعْجِزَ الْمُكَاتَبُ عَنِ الْأَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ الْعَبْدُ انْفَسَخَتْ أَوِ السَّيِّدُ فَلَا وَيَلْزَمُ السَّيِّدَ أَنْ يَحُطَّ عَنْهُ جُزْءًا مِنَ الْمَالِ وَاِنْ قَلَّ قَبْلَ الْعِتْقِ أَوْ يَدْفَعَهُ اِلَيْهِ وَفِى النَّجْمِ الْأَخِيْرِ أَلْيَقُ وَيُنْدَبُ الرُّبُعُ فَاِنْ لَمْ يَفْعَلْ حَتّٰى قَبَضَ الْمَالَ رَدَّ عَلَيْهِ بَعْضَهُ وَلَايَعْتِقُ الْمُكَاتَبُ وَلَاشَيْئٌ مِنْهُ مَابَقِىَ عَلَيْهِ شَيْئٌ وَيَمْلِكُ بِالْعَقْدِ مَنَافِعَهُ وَأَكْسَابَهُ وَهُوَ مَعَ السَّيِّدِ كَالْأَجْنَبِىِّ وَلَايَتَزَوَّجُ وَلَايَهَبُ وَلَايَعْتِقُ وَلَايُحَابِىْ اِلَّا بِاِذْنِ السَّيِّدِ وَلَايَجُوْزُ بَيْعُ الْمُكَاتَبِ وَلَابَيْعُ مَافِىْ ذِمَّتِهِ مِنَ النُّجُوْمِ وَوَلَدُ الْمُكَاتَبَةِ يَعْتِقُ اِذَا عَتَقَتْ)

(فصل)

کتابت کے بیان میں

کتابت کی تعریف

لغت میں: ملانے اور جمع کرنے کو کتابت کہتے ہیں،

شرعاً : لفظ کتابت سے ہونے والا وہ عقدِ آزادی جو معاوضہ پر مشتمل ہو اسے کتابت کہتے ہیں۔

اجماع: اس کے جواز پر اجماع ہے،

(کتابت قربت ہے) یعنی نیک فعل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا** (سورۂ نور ۳۳) ان کو مکاتب بنادیا کرو اگر ان میں بہتری (کے آثار) پاؤ (ترجمۂ قرآن) اس میں امر وجوب کے لئے نہیں ہے (صحت کی حالت میں رأس المال سے معتبر ہے اور مرض وفات میں ثلث سے) معتبر ہے (کتابت صحیح نہیں مگر ایسے آدمی سے جس کے لئے تصرف جائز ہو) لہٰذا بچہ، مجنون، سفیہ اور مبذر سے کتابت درست نہیں (درانحالیکہ یہ تصرفِ کتابت عاقل بالغ غلام کے ساتھ ہو ایسے عوض پر جو غلام کے ذمہ دین ہو) اگر عوض عین ہو مثلاً زید کی دو متعین بکریوں پر کتابت کی جو دوماہ میں ادا کرے گا تو کتابت صحیح نہیں، اور (عوض) کی صفت (معلوم ہو) اور مقدار معلوم ہو (دو یا دو سے زیادہ وقتوں میں ہر نجم اور حصہ میں جو عوض ادا کرنا ہو اسے جانتا ہو) مثلاً صحیح ہوگا یا مکسر، اور کتابت صحیح نہیں مگر (فوری ایجاب سے) معلق ایجاب سے درست نہیں مثلاً کہے: **إذا جاء زيد من السفر فقد كاتبتك**: میں نے تجھے مکاتب بنایا زید کے سفر سے آنے پر (ایجاب منجز) کا صیغہ یہ (ہے **كاتبتك على كذا تؤديه في نجمين كل نجم كذا فإذا أديت فأنت حر** میں نے تجھے مکاتب بنایا اتنی مقدار پر) [مثلاً ۱۰۰۰ درہم پر] (جب تو ادا کرے گا دو وقت میں سے ہر وقت میں اتنی مقدار تو تو آزاد ہوگا

اور) عقد کتابت درست نہیں ہو گا مگر غلام کے (قبول سے، اور غلام کے بعض حصہ کو مکاتب بنانا جائز نہیں مگر یہ کہ باقی حصہ آزاد ہو) تو اس صورت میں صحیح ہو گا (اور) کتابت (مستحب نہیں مگر اس غلام کے لئے جس کی کسب وامانت معلوم ہو) اس کی صورت یہ ہے کہ کمائی پر قادر ہو اور کمائی کا حریص ہو حصوں کو ادا کرنے کے لئے (اور غلام جب چاہے کتابت کو فسخ کر سکتا ہے) اس کے لئے فسخ جائز ہے (اور آقا کے لئے فسخ جائز نہیں) آقا کے حق میں کتابت لازم ہے (مگر یہ کہ مکاتب اداءِ نجوم سے عاجز ہو جائے) اگر چہ عجز بعض حصوں سے ہو (اگر غلام کا انتقال ہو جائے تو عقدِ کتابت فسخ ہو جائے گا اگر آقا کا) انتقال ہو (تو عقد فسخ نہ ہو گا) اور وارث نجوم کے قبضہ میں اس کا قائم مقام ہو گا (اور آقا پر مال کا کچھ حصہ ساقط کرنا لازم ہے آزادی سے پہلے اگر چہ مقدار کم ہو یا غلام کو دیدے) اور دیا ہوا نجوم حصوں کے جنس سے ہونا چاہئے (اور آخری حصہ میں) ساقط کرنا یا دینا (انسب ہے اور مندوب ہے کہ) ساقط کیا ہوا (ربع) چوتھائی (ہو اگر مال ساقط نہیں کیا یا غلام کو دیا نہیں حتی کہ پورا مال لے لیا تو کچھ حصہ لوٹا دے اور آزاد نہ ہو گا مکاتب اور نہ اس کا بعض جب تک بدلِ کتابت میں سے کچھ بھی باقی ہو اور عقد کتابت کی وجہ سے مکاتب اپنے منافع اور کمائی کا مالک ہو جائے گا اور مکاتب آقا کے لئے اجنبی جیسا ہو جائے گا) بیع وشراء وغیرہ میں (اور صحیح نہیں مکاتب کا نکاح کرنا اور ہبہ دینا اور صحیح نہیں آزاد کرنا اور خرید وفروخت میں سہولت برتنا) مثلاً ثمن زیادہ دے یا کم قیمت میں سامان فروخت کرے (آقا کی اجازت کے بغیر) اگر آقا اجازت دے تو یہ تمام صورتیں درست ہیں (اور جائز نہیں بیچنا مکاتب کو اور نہ اس کے ذمہ میں باقی حصوں کو اور مکاتبہ) وہ باندی ہے جس نے عقد مکاتبت کیا ہو اس (کا) وہ (بیٹا) جو اس نے عقد کتابت کے بعد جنا ہو (آزاد ہو گا اس کی آزادی کے وقت) اور عقد کتابت سے پہلے کی اولاد آقا کی ملکیت میں رہے گی۔

(فصل)

(اِذَا أَوْلَدَ جَارِيَتَهُ أَوْ جَارِيَةً يَمْلِكُ بَعْضَهَا أَوْ جَارِيَةَ ابْنِهِ فَالْوَلَدُ حُرٌّ وَ الْجَارِيَةُ أُمُّ وَلَدٍ لَهُ فَتَعْتِقُ بِمَوْتِهِ وَيَمْتَنِعُ بَيْعُهَا وَ هِبَتُهَا، وَيَجُوزُ اسْتِخْدَامُهَا وَ اِجَارَتُهَا وَ تَزْوِيجُهَا وَ كَسْبُهَا لِلسَّيِّدِ وَ سَوَاءٌ وَلَدَتْهُ حَيًّا أَوْ مَيِّتًا لٰكِنْ لَوْ لَمْ يَتَصَوَّرْ فِيهِ خَلْقُ اٰدَمِيٍّ لَمْ تَصِرْ أُمَّ وَلَدٍ وَلَوْ أَوْلَدَ جَارِيَةَ أَجْنَبِيٍّ بِنِكَاحٍ أَوْ زِنًا فَالْوَلَدُ مِلْكٌ لِسَيِّدِهَا أَوْ بِشُبْهَةٍ فَهُوَ حُرٌّ فَلَوْ مَلَكَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ تَصِرْ أُمَّ وَلَدٍ)

(فصل)

امہاتِ اولاد کے بیان میں

(اگر) کوئی آدمی جنوائے (اپنی باندی کو یا اس باندی کو جس کے بعض کا وہ مالک ہو یا بیٹے کی باندی کو تو پیدا ہونے والا بچہ آزاد ہو گا اور وہ باندی اس کی ام ولد ہو گی لہٰذا وہ اس کی موت کے بعد آزاد ہو گی اور اس کو بیچنا اور ہبہ میں دینا ممنوع ہو گا) اس لئے کہ ام ولد نقل کو قبول نہیں کرتی (اور آقا کے لئے اس سے خدمت لینا اور اجارہ پر دینا جائز ہے) اس لئے کہ آقا اس کی ذات کا اور اس کے منافع کا مالک ہے (اور) جائز ہے آقا کے لئے (کسی اور کے ساتھ اس کا نکاح کرانا) اگرچہ وہ راضی نہ ہو (اور آقا اس کی کمائی کا مالک ہے) اسی طرح مہر کا بھی (چاہے جنا ہوا بچہ زندہ ہو یا مردہ لیکن اگر جنے ہوئے میں آدمی کی صورت نہ بنی ہو تو ام ولد نہ بنے گی اگر اجنبی کی باندی کو بچہ جنوایا چاہے نکاح سے چاہے زنا سے تو بچہ باندی کے آقا کا غلام ہو گا) اور باندی ام ولد نہ ہو گی (اگر) اجنبی نے باندی سے بچہ جنوایا (شبہ سے) جیسے کہ اپنی باندی سمجھ کر وطی کی اور حاملہ ہو گئی (تو بچہ آزاد ہو گا، اگر شبہ سے وطی کرنے والا بعد میں اس کا مالک بنے تو) پہلے حمل کی وجہ سے وہ باندی (ام ولد نہ ہو گی)

واللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْوَصِيَّةِ)

(تَصِحُّ مِنَ الْمُكَلَّفِ الْحُرِّ وَلَوْ مُبَذِّرًا ثُمَّ الْكَلَامُ فِيْ فَصْلَيْنِ أَحَدُهُمَا فِيْ نَصْبِ الْوَصِيِّ وَشَرْطُهُ التَّكْلِيْفُ وَالْحُرِّيَّةُ وَالْعَدَالَةُ وَالْاِهْتِدَاءُ لِلْمُوْصٰى بِهِ فَلَوْ أَوْصٰى لِغَيْرِ أَهْلٍ فَصَارَ عِنْدَ الْمَوْتِ أَهْلًا أَوْ أَوْصٰى لِجَمَاعَةٍ أَوْ لِزَيْدٍ ثُمَّ مِنْ بَعْدِهِ لِعَمْرٍو أَوْ جَعَلَ لِلْوَصِيِّ أَنْ يُوْصِيَ مَنْ يَخْتَارُ صَحَّ وَلَا يَتِمُّ اِلَّا بِالْقَبُوْلِ بَعْدَ مَوْتِ الْمُوْصِيْ وَلَوْ عَلَى التَّرَاخِيْ وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا الْعَزْلُ مَتٰى شَاءَ وَلَا تَصِحُّ الْوَصِيَّةُ اِلَّا فِيْ مَعْرُوْفٍ وَبِرٍّ كَقَضَاءِ دَيْنٍ وَحَجٍّ وَالنَّظَرِ فِيْ أَمْرِ الْأَوْلَادِ وَشِبْهِهِ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُوْصِيَ عَلَى الْأَوْلَادِ وَصِيًّا وَالْجَدُّ أَبُو الْأَبِ حَيٌّ أَهْلٌ لِلْوِلَايَةِ)

وصیت کا بیان

وصیت کی تعریف

لغت میں: ایصال [ملانے] کو وصیت کہتے ہیں۔

شرعاً :موت کے بعد حق دنیا اور وہ حق تدبیر اور تعلیق عتق نہ ہو وصیت کہلاتا ہے۔

آیت : اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ (سورۂ نساء۱۲) وصیت نکالنے کے بعد جس کی وصیت کر دی جاوے یا دین کے بعد (ترجمۂ قرآن)

حدیث : مسلمان کے پاس وصیت کے قابل کوئی چیز ہو تو ایک یا دو راتیں اس حالت میں گذارنا کہ اس کے پاس وصیت مکتوب نہ ہو اس کا اس کو حق نہیں۔

اجماع: وصیت کی مشروعیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے،

وصیت کے ارکان

(۱)موصی [وصیت کرنے والا] (۲)موصی لہ [جس کے لئے وصیت کی گئی] (۳)موصی بہ [جس چیز کی وصیت کی گئی] (۴)صیغہ [یعنی وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے]

(وصیت صحیح ہوتی ہے مکلف) اور (آزاد شخص کی اگرچہ) مکلف اور آزاد شخص (مبذر ہو) یعنی اس پر سفاہت اور تنگدستی کی وجہ سے حجر لگایا گیا ہو (پھر کلام دو فصلوں میں منحصر ہے ان میں سے ایک فصل وصی بنانے کے بارے میں ہے) جو شخص اپنی چھوٹی اولاد پر دیکھ بھال کرنے، وصیت کو نافذ کرنے، قرض کو ادا کرنے اور لوگوں سے اپنے مال کو لے کر قبضہ کرنے کے لئے موت سے پہلے کسی کو نگراں مقرر کرے اور پھر موت کے بعد نگراں یہ مذکورہ امور انجام دے ایسے نگراں کو وصی کہتے ہیں (وصی بنانے کے لئے شرط ہے اس کا مکلف ہونا) یعنی شرط ہے کہ وہ مسلم، بالغ اور عاقل ہو لہٰذا کافر، نابالغ اور بیوقوف کو وصی بنانا صحیح نہ ہوگا اور (آزاد ہونا) لہٰذا غلام کو وصی بنانا صحیح نہ ہوگا اور (ثقہ ہونا) لہٰذا فاسق کو وصی بنانا صحیح نہ ہوگا (اور موصی بہ سے واقف ہونا) لہٰذا موصی بہ کے حال سے ناواقف شخص کو وصی بنانا صحیح نہ ہوگا (اگر کوئی شخص) موت سے پہلے (ایسے شخص کو وصیت کرے جس میں وصی بننے کی صلاحیت نہ ہو) ایسے شخص کے لئے وصیت کرے وصی بننے کی جس میں ذکر کردہ شرائط پائے نہ جاتے ہوں (پھر) موصی کی (موت کے وقت وہ غیر اہل اہل ہو جائے) یعنی موت کے وقت اس میں وصی بننے کے شرائط پائے جائیں یہ ایک صورت (یا) معین (جماعت) کو وصی بنائے یہ دوسری صورت (یا زید) کو وصی بنائے یہ تیسری صورت (پھر اس کے بعد عمرو) کے لئے وصیت کرے یہ چوتھی صورت (یا موصی وصی کے سپرد کرے کہ وصی جس شخص کو پسند کرے اس کے لئے وصی وصیت کرے) موصی کی جانب سے وصی بننے کی یہ پانچویں صورت (تو) مذکورہ تمام صورتوں میں وصیت کرنا (صحیح ہے) موصی کی موت کے وقت وصی میں مذکورہ شرائط کا اعتبار کیا جائے گا وصی بنانے کے وقت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، نابینا کا وصی بننا نقصان دہ نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں وہ توکیل پر قادر ہے اسی طرح مؤنث کا بھی وصی بننا نقصان دہ نہیں ہے، حضرت عمرؓ نے وصی بنایا ماں حفصہؓ کو۔

(اور وصیت مکمل نہیں ہوتی مگر موصی کی موت کے بعد قبول کرنے سے اگرچہ) قبول (علی التراخی ہو) مطلب یہ ہیکہ تاخیر سے قبول کیا ہو تب بھی وصیت مکمل ہو گی فورا قبول کرنا شرط نہیں ہے جیسا کہ عقود میں قبول کا ایجاب سے متصل ہونا شرط ہے (اور وصی اور موصی میں سے ہر ایک کے لئے جب چاہے) تب (معزول کرنا جائز ہے) اس لئے کہ یہ دونوں کی طرف سے جائز عقد ہے (اور وصیت صحیح نہیں ہوتی مگر امر خیر میں) لفظِ بر عطف تفسیر ہے مصنف کے قول "معروف" پر اس لئے کہ بر کے معنی معروف ہی ہے (جیسے قرض اداء) کرنے کی وصیت (کرنا) اور (حج) کرنے کی وصیت (کرنا) اور (اولاد کے امور میں دیکھ بھال) کرنے کی وصیت (کرنا اور ذکر کردہ امثلہ میں سے کسی مثال کے مشابہ) کوئی امر خیر (ہو) جیسے عاریت پر لی ہوئی اور مغصوبہ چیز واپس لوٹانے کی وصیت کرنا (اور موصی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وصی بنائے اولاد پر درانحالیکہ باپ کے باپ) یعنی (دادا زندہ اور ولایت کے اہل ہو) اس لئے کہ جب شرعاً دادا کے لئے ولایت ثابت ہے تو وصی بنا کر ولایت دادا سے کسی اور کی طرف منتقل کرنا جائز نہ ہو گا،

(الفصل الثاني: في الموصى به)

(تَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ بِثُلُثِ الْمَالِ فَمَا دُوْنَهُ وَلَاتَجُوْزُ بِالزِّيَادَةِ عَلَيْهِ وَالْمُرَادُ ثُلُثُهُ عِنْدَ الْمَوْتِ فَإِنْ كَانَ وَرَثَتُهُ أَغْنِيَاء نُدِبَ اسْتِيْفَاءُ الثُّلُثِ وَإِلَّا فَلَا فَإِنْ زَادَ عَلَيْهِ بَطَلَتْ فِي الزَّائِدِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَارِث وَكَذَا إِنْ كَانَ وَرَدَّ الزَّائِدَ فَإِنْ أَجَازَهُ صَحَّ وَلَاتَصِحُّ الْإِجَازَةُ وَالرَّدُّ إِلَّا بَعْدَ الْمَوْتِ وَمَا وَصَّى بِهِ مِنَ التَّبَرُّعَاتِ تُعْتَبَرُ مِنَ الثُّلُثِ وَكَذَا مِنَ الْوَاجِبَاتِ إِنْ قَيَّدَهُ بِالثُّلُثِ فَإِنْ أَطْلَقَهُ فَمِنْ رَأْسِ الْمَالِ وَمَانَجَّزَهُ فِي حَيَاتِهِ مِنَ التَّبَرُّعَاتِ كَالْوَقْفِ وَالْعِتْقِ وَالْهِبَةِ وَغَيْرِهَا فَإِنْ فَعَلَهُ فِي الصِّحَّةِ اعْتُبِرَ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ وَإِنْ فَعَلَهُ فِي مَرَضِ الْمَوْتِ أَوْ فِي حَالِ الْتِحَامِ الْحَرْبِ أَوْ تَمَوُّجِ الْبَحْرِ أَوِ التَّقْدِيْمِ لِلْقَتْلِ أَوِ الطَّلْقِ أَوْ بَعْدَ الْوِلَادَةِ وَقَبْلَ انْفِصَالِ الْمَشِيْمَةِ وَاتَّصَلَتْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءُ بِالْمَوْتِ اعْتُبِرَ مِنَ الثُّلُثِ وَإِلاَّ فَلَا فَإِنْ عَجَزَ الثُّلُثُ عَمَّا نَجَّزَهُ فِي الْمَرَضِ بُدِءَ بِالْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ فَإِنْ وَقَعَتْ دَفْعَةً أَوْ عَجَزَ

الثُّلُثُ عَنِ الْوَصَايَا قُسِمَ الثُّلُثُ بَيْنَ الْكُلِّ سَوَاءٌ كَانَ ثَمَّ عِتْقٌ أَمْ لاَ وَتَلْزَمُ الْوَصِيَّةُ بِالْمَوْتِ اِنْ كَانَتْ لِغَيْرِ مُعَيَّنٍ كَالْفُقَرَاءِ فَاِنْ كَانَتْ لِمُعَيَّنٍ كَزَيْدٍ فَالْمِلْكُ مَوْقُوْفٌ فَاِنْ قَبِلَ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَوْ مُتَرَاخِيًا حُكِمَ بِأَنَّهُ مِلْكُهُ مِنْ حِيْنِ الْمَوْتِ وَاِنْ رَدَّهُ حُكِمَ بِالْمِلْكِ لِلْوَارِثِ وَاِنْ قَبِلَ وَرَدَّ قَبْلَ الْقَبْضِ سَقَطَ الْمِلْكُ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا وَيَجُوْزُ تَعْلِيْقُ الْوَصِيَّةِ عَلَى شَرْطٍ فِي الْحَيوةِ أَوْ بَعْدَ الْمَوْتِ وَيَجُوْزُ بِالْمَنَافِعِ وَالْأَعْيَانِ وَبِالْمَعْدُوْمِ كَالْوَصِيَّةِ بِمَا تَحْمِلُ هٰذِهِ الْجَارِيَةُ أَوِ الشَّجَرَةُ وَبِالْمَجْهُوْلِ وَبِمَا لَايَقْدِرُ عَلَى تَسْلِيْمِهِ كَالْاٰبِقِ وَبِمَا لَايَمْلِكُهُ الْاٰنَ وَبِمَا يَجُوْزُ الْاِنْتِفَاعُ بِهِ مِنَ النَّجَاسَاتِ كَالْكَلْبِ وَالزَّيْتِ النَّجِسِ لاَ بِمَا لَايُنْتَفَعُ بِهِ مِنْهَا كَالْخَمْرِ وَالْخِنْزِيْرِ وَتَجُوْزُ الْوَصِيَّةُ لِلْحَرْبِيِّ وَالذِّمِّيِّ وَالْمُرْتَدِّ وَلِقَاتِلِهِ وَكَذَا لِوَارِثِهِ عِنْدَ الْمَوْتِ اِنْ أَجَازَهَا بَقِيَّةُ الْوَرَثَةِ وَلِلْحَمْلِ فَتُدْفَعُ لِمَنْ عُلِمَ وُجُوْدُهُ عِنْدَ الْوَصِيَّةِ اِذَا انْفَصَلَ حَيًّا بِأَنْ تَلِدَ لِدُوْنِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنَ الْوَصِيَّةِ أَوْ فَوْقَهَا وَدُوْنَ أَرْبَعِ سِنِيْنَ وَلَازَوْجَ لَهَا وَلَاسَيِّدَ يَطَؤُهَا وَاِنْ أَوْصَى لِعَبْدٍ فَقَبِلَ دُفِعَ اِلَى سَيِّدِهِ وَاِنْ وَصَّى بِشَيْئٍ ثُمَّ رَجَعَ عَنِ الْوَصِيَّةِ صَحَّ الرُّجُوْعُ وَبَطَلَتِ الْوَصِيَّةُ وَاِزَالَةُ الْمِلْكِ فِيْهِ كَالْبَيْعِ وَالْهِبَةِ أَوْ تَعْرِيْضُهُ لِزَوَالِهِ بِأَنْ دَبَّرَهُ أَوْ كَاتَبَهُ أَوْ رَهَنَهُ أَوْ عَرَضَهُ عَلَى الْبَيْعِ أَوْ أَوْصَى بِبَيْعِهِ أَوْ أَزَالَ اسْمَهُ بِأَنْ طَحَنَ الْقَمْحَ أَوْ عَجَنَ الدَّقِيْقَ أَوْ نَسَجَ الْغَزْلَ أَوْ خَلَطَهُ اِذَا كَانَ مُعَيَّنًا بِغَيْرِهِ رُجُوْعٌ وَاِنْ مَاتَ الْمُوْصٰى لَهُ قَبْلَ الْمُوْصِيْ بَطَلَتِ الْوَصِيَّةُ وَاِنْ مَاتَ بَعْدَهُ وَقَبْلَ الْقَبُوْلِ فَلِوَارِثِهِ قَبُوْلُهَا وَرَدُّهَا)

(دوسری فصل موصی بہ کے بارے میں)

(وصیت صحیح ہوتی ہے ثلث) یعنی تہائی (یا اس سے کم مال میں) اس لئے کہ براء بن معرور نے نبی کریم ﷺ کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیت کی آپ ﷺ نے اس کو قبول فرمایا اور اس کو ورثاء پر لوٹا دیا اور روایت صحیحین کی بنا پر (ثلث سے زائد) مال (میں وصیت صحیح نہیں ہوتی اور ثلث مال سے مراد موت کے وقت کا ثلث مال) مطلب یہ ہیکہ موت کے وقت مرحوم کا جو مال موجود ہو گا اس مال کا ثلث مال مراد ہے، موت کے پہلے کے اور بعد کے ثلث مال کا اعتبار نہ ہو گا، اس لئے کہ وصیت موت کے بعد تملیک ہے (اگر موصی کے

ورثاء مالدار ہوں تو مستحب ہے) موصی کے لئے (پورے ثلث مال کی وصیت کرنا ورنہ) یعنی ورثاء مالدار نہ ہوں تو پورے ثلث مال کی وصیت کرنا مستحب (نہیں ہے اگر موصی ثلث سے زائد کی وصیت کرے تو زائد میں وصیت باطل ہو گی اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو) اس لئے کہ اس صورت میں زائد مال مسلمانوں کا حق ہے لہٰذا وصیت صحیح نہ ہو گی کیونکہ مجیز نہیں (اور اسی طرح) مطلب یہ ہیکہ جس طرح وارث نہ ہو اور ثلث سے زائد کی وصیت کرے تو باطل ہو گی اسی طرح (اگر) وارث (ہو تو) بھی باطل ہو گی (وارث کے زائد کو رد کر دینے کی صورت میں) یعنی ثلث سے زائد میں وصیت باطل ہو گی اس لئے کہ زائد وارث کا حق ہے (اگر وارث اجازت دے ثلث سے زائد وصیت کی تو) زائد کی وصیت (صحیح ہو گی اور) ثلث سے زائد وصیت کے نفاذ کی (اجازت اور) اس کا (رد صحیح نہیں مگر موصی کی موت کے بعد) اس لئے کہ موت سے پہلے وارث حقدار نہیں ہے (اور موصی تبرعات میں سے) جیسے وقف، ہبہ اور صدقہ ان میں سے (جس چیز کی وصیت کرے اس میں ثلث کا اعتبار ہو گا، اسی طرح وصیت کی ہوئی چیز واجبات میں سے ہو تو وصیت ثلث میں معتبر ہو گی اگر ثلث سے مقید کی ہو۔ اگر وصیت کو مطلق رکھا ہو) یعنی ثلث کی قید نہ لگائی ہو (تو راس المال سے معتبر ہو گی اور تبرعات میں سے جو کام زندگی میں ناجز اکرے) یعنی موت پر معلق نہ کرے (جیسے وقف، عتق، ہبہ وغیرہ اگر یہ کام صحت میں کرے تو راس المال سے معتبر ہوں گے) یعنی ثلث سے زائد میں بھی صحیح ہو گا اور نافذ ہو گا (اور اگر یہ کام مرض موت میں کرے یا گھمسان کی جنگ کی حالت میں کرے یا سمندر میں موجیں اٹھنے کے وقت کرے یا قتل کے لئے پیش کرتے وقت) وصیت (کرے یا عورت) وصیت (کرے دردِ زہ کے وقت یا عورت) وصیت (کرے ولادت کے بعد مشیمہ کے جدا ہونے سے پہلے) مشیمہ: یعنی بچہ کی جھلی جس میں بچہ پیدائش کے وقت لپٹا ہوا ہوتا ہے (اور ان کے بعد موت ہو جائے تو وصیت ثلث میں معتبر ہو گی ورنہ نہیں) یعنی اگر

تبرعات ان احوال متقدر میں نہ ہوں تو راس المال میں اعتبار ہو گا ثلث میں نہیں (مرض میں جو تبرعات ناجزا کئے ہوں اگر ثلث ان کے پورا کرنے سے عاجز ہو تو سب سے پہلے جو وصیت کم ہو اس کو ادا کیا جائے پھر گنجائش ہو ثلث میں تو ترتیب سے یکے بعد دیگرے) یہ ترتیب کی صورت میں ہے (اگر تبرع بیک وقت کئے ہو یا ثلث وصایا سے عاجز ہو تو ثلث کو سب پر تقسیم کیا جائے گا چاہے مذکورہ وصیت میں عتق ہو یا نہ ہو) یعنی غلاموں میں جس کے لئے قرعہ نکلے وہ آزاد ہو گا ثلث میں سے اس کے حصہ سے،

(اور وصیت لازم ہوتی ہے موت سے) آگے مصنفؒ موصی بہ کی ملکیت اور قبول اور عدم قبول کے بارے میں تفصیل بیان فرما رہے ہیں: (اگر وصیت غیر معین کے لئے ہو جیسے فقراء) تو موصی کی موت سے ہی یہ لوگ موصی بہ کے مالک بن جائیں گے ان کا مالک بننا ان کے قبول کرنے پر موقوف نہیں رہے گا اس لئے کہ غیر معین کے لئے قبول کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ غیر محصور ہیں (اور اگر) وصیت (معین کے لئے ہو جیسے زید) اگرچہ معین متعدد ہوں (تو) موصی کی (ملکیت موقوف رہے گی) لہٰذا دیکھا جائے گا کہ: (اگر معین) موصی کی (موت کے بعد قبول کرے اگرچہ تاخیر سے تو حکم لگایا جائے گا کہ) موصی کی (موت کے وقت سے ہی موصی لہ موصی بہ کا مالک ہو گیا) لہٰذا موت کے بعد اور قبول کرنے سے پہلے جو زوائد حاصل ہوں گے وہ موصی لہ کے ہی ہوں گے (اور اگر معین موصی بہ کو رد کرے تو وارث کے لئے) موصی بہ کی (ملکیت کا حکم لگایا جائے گا) لہٰذا اس سے جو زوائد حاصل ہوں گے وہ بھی وارث کے ہی ہوں گے اس لئے کہ ظاہر ہوا کہ ملکیت اسی کی تھی اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی تھی (اور اگر معین) موصی بہ کو (قبول کرے اور قبضہ کرنے سے پہلے رد کرے تو موصی بہ) موصی لہ کی ملک سے (ساقط ہو گی) اس لئے کہ قبول سے موصی بہ پر ملکیت ثابت ہوئی لیکن قبضہ سے پہلے رد کرنے کی صورت

میں ثبوت کے بعد سقوط ثابت ہوا [اس لئے کہ قبول کیا قبضہ نہیں کیا] (لیکن) رد کرے (قبضہ کرنے) اور قبول کرنے (کے بعد تو موصی بہ سے ملکیت ساقط نہیں ہو گی) اس لئے کہ اس صورت میں رد کا اعتبار نہیں ہے،

(اور جائز ہے وصیت کو معلق کرنا زندگی میں پائی جانے والی شرط پر) مثلاً کہے اگر زید عمرو کے گھر میں داخل ہو تو میں نے اس کے لئے وصیت کی (یا موت کے بعد) مثلاً کہے: میرے مرنے کے بعد زید عمرو کے گھر میں داخل ہوا تو میں نے اس کے لئے وصیت کی، اس لئے کہ مجہول چیز کی وصیت صحیح ہوتی ہے تو تعلیق بھی صحیح ہے،

(اور) وصیت (صحیح ہے) تنہاء (منافع) کی جیسے کہے: میں نے اس غلام کے منفعت کی وصیت کی عبد اللہ کے لئے تو عبد اللہ موصی لہ اس کی منفعت کا مالک ہو گا اور وصیت صحیح ہے صرف (اعیان) کی بھی اور عین اور منفعت دونوں کی ایک ساتھ وصیت دو الگ الگ آدمی کے لئے بھی صحیح ہوتی ہے جیسے غلام کے منافع کی وصیت کرے زید کے لئے اور غلام کی وصیت کرے عمرو کے لئے (اور) وصیت صحیح ہوتی ہے (معدوم کی) آگے مصنفؒ معدوم کی مثال بیان فرمارہے ہیں: (جیسے وصیت کرنا باندی کو رہنے والے حمل کی یا) وصیت کرنا (درخت) پر آنے والے پھلوں کی (اور) وصیت صحیح ہوتی ہے (مجہول) کی جیسے کہے میں نے وصیت کی اس دودھ کی جو میری اونٹنی کے تھن میں ہے، کتنا ہے معلوم نہیں مجہول ہے، اور وصیت صحیح ہوتی ہے (اس چیز کی جس کے سپرد کرنے پر قادر نہ ہو جیسے بھاگا ہوا غلام) اور وصیت صحیح ہوتی ہے (اس چیز کی جس کا وصیت کے وقت مالک نہ ہو) پھر موت کے وقت اس کا مالک ہو جائے اس لئے کہ اعتبار موت کے وقت کا ہے، اور وصیت صحیح ہوتی ہے (نجاسات میں سے اس چیز کی جس سے فائدہ اٹھانا جائز ہو جیسے) شکاری (کتا اور ناپاک تیل) مثلاً کھانے کا تیل جس میں نجاست گر گئی ہو اس کو چراغ میں جلا کر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(نجاسات میں سے اس چیز کی وصیت صحیح نہیں جس سے فائدہ نہ ہو جیسے شراب اور خنزیر اور وصیت صحیح ہوتی ہے) کافر (حربی) کے لئے اس کی صورت یہ کہ زید کے لئے وصیت کرے درانحالیکہ وہ فی الواقع حربی ہو اس کے بر خلاف اگر کہے میں نے فلاں حربی کے لئے وصیت کی تو صحیح نہ ہوگی، اور وصیت صحیح ہوتی ہے (ذمی) کے لئے اس لئے کہ جب کافر حربی کے لئے صحیح ہوتی ہے تو ذمی کے لئے بدرجۂ اولیٰ صحیح ہوگی کیونکہ ذمی احکام مسلمین کو اپنے اوپر لازم کرچکا ہے، اور وصیت صحیح ہوتی ہے حربی کی طرح (مرتد) کے لئے (اور موصی کے قاتل کے لئے) اس کی صورت یہ کہ موصی کسی آدمی کے لئے وصیت کرے اور وہی آدمی موصی کو قتل کرے (اور اسی طرح) وصیت صحیح ہوتی ہے (موصی کے وارث کے لئے موت کے وقت اگر باقی ورثا وارث کے لئے وصیت کی اجازت دے) مطلب یہ ہیکہ اجازت کی صورت میں صحیح ہوتی ہے چاہے ثلث سے زائد ہو یا نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: وارث کے لئے وصیت نہیں ہے مگر یہ کہ ورثاء اجازت دے، اجازت نہ دے تو وصیت نافذ نہ ہوگی (اور) وصیت صحیح ہوتی ہے (حمل کے لئے لہٰذا وصیت کے وقت حمل کے وجود کا علم متحقق ہونے کی صورت میں ولی کو وصیت کے مطابق دیا جائیگا) اس لئے کہ ولی اس کا نائب ہے (بشرطیکہ حمل زندہ پیدا ہو) یعنی اس شرط کی صورت میں ولی کو دیا جائے گا، حمل زندہ پیدا ہونے کا (مطلب یہ ہے کہ وصیت کے وقت سے لیکر چھ مہینے) کی مدت (کے اندر حمل) زندہ (پیدا ہوا ہو یا چھ مہینے) کی مدت (کے بعد) حمل زندہ پیدا ہوا ہو (یا چار سال) کی مدت (کے اندر) حمل زندہ پیدا ہوا ہو (درانحالیکہ زوجہ کے لئے شوہر نہ ہو اور آقا نے باندی سے وطی نہ کی ہو) مطلب یہ ہیکہ شوہر نہ ہونے کی اور آقا کے وطی نہ کرنے کی یہ دو قیود ہوں تو ولی کو دیا جائیگا، اگر عورت کے ساتھ شوہر ہو یعنی شوہر کا فراش ہو یا سید وطی کرتا ہو تو احتمال ہے کہ حمل وصیت کے بعد ہوا ہو جبکہ صحت وصیت کے لئے حمل وصیت کے وقت ہونا چاہئے۔

(اور اگر غلام کے لئے وصیت کرے اور غلام) موصی کی موت کے بعد رقیت کی حالت میں وصیت کو (قبول کرے تو موصی بہ غلام کے آقا کو دے دی جائے گی اور اگر موصی کسی چیز کی وصیت کرے پھر وصیت سے) قول کے ذریعہ (رجوع کرے) جیسے کہے میں نے وصیت کو توڑ دیا یا کہے: باطل کیا (تو رجوع کرنا صحیح ہوگا اور وصیت باطل ہوگی) اس لئے کہ وصیت میں موت کے بعد قبول کا اعتبار کیا گیا ہے اور ہر وہ عقد جس کے ایجاب کے ساتھ قبول متصل نہ ہو اس میں رجوع جائز ہو جاتا ہے، یہ وصیت سے رجوع کرنے کی ایک صورت ہوئی (اور موصی بہ میں) فعل سے (ملکیت زائل کرنا جیسے فروخت) کرے (اور ہبہ کرے) یہ وصیت سے رجوع کرنے کی دوسری صورت ہوئی (یا موصی بہ کی ملکیت زائل کرنے کے لئے موصی بہ کو پیش کرنا اس طرح کہ موصی بہ کو مدبر یا مکاتب بنائے یا اس کو گروی رکھے یا فروخت کے لئے پیش کرے یا اس کو فروخت کرنے کی وصیت کرے) یہ وصیت سے رجوع کرنے کی تیسری صورت ہوئی (یا موصی بہ کے نام کو زائل کرنا اس طرح کہ) موصی بہ (گیہوں) ہو تو اس (کو پیسے یا) موصی بہ آٹا ہو تو (آٹے کو گوندھے یا) موصی بہ (اون وغیرہ) ہو تو اس (کو بونے) یہ وصیت سے رجوع کرنے کی چوتھی صورت ہوئی (یا موصی بہ جب معین ہو تو اس کو دوسرے سے ملانا) مطلب یہ ہیکہ جس قسم کے گیہوں موصی بہ ہونے کے اعتبار سے متعین ہوں ان کو دوسرے گیہوں سے ملانا اگرچہ دوسرے گیہوں اعلیٰ ہوں، **وزالة الملک فیه کالبیع** سے لیکر یہاں تک کی تمام صورتوں میں وصیت سے (رجوع کرنا ہے) مطلب یہ ہیکہ مذکورہ تمام صورتوں میں وصیت سے رجوع کرنا صحیح ہے اور وصیت باطل ہوگی (اور اگر موصی لہ موصی سے پہلے) یا موصی کے ساتھ (مرجائے تو وصیت باطل ہوگی اور اگر) موصی لہ (موصی کے بعد مرجائے لیکن قبول کرنے سے پہلے تو موصی لہ کے وارث کے لئے جائز ہے وصیت کو قبول کرنا یا رد کرنا)

وصیت کا حکم

حکم شریعت کے اعتبار سے وصیت کی پانچ قسمیں ہیں (۱) جب کسی کے پاس لوگوں کی امانتیں ہوں تو وصیت کرنا واجب ہے اگرچہ بیمار نہ ہو تاکہ اچانک موت ہونے سے لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں (۲) حرام چیز کی وصیت کرے تو حرام ہے(الفقہ علی المذاھب الأربعہ ج۳ص۳۲۷)(۳) ثلث مال سے زائد کی یا وارث کے لئے وصیت ہو تو مکروہ ہے (۴) وارث کے علاوہ بالغ اور عاقل کے لئے وصیت کرنا، فقرائ، مساکین اور ان کے مانند کے لئے وصیت کرنا سنت مؤکدہ ہے (۵) مالداروں کے لئے وصیت کرنا مباح ہے(أیضا)

مسجد کی تعمیر اور اس کے مصالح کے لئے وصیت کرے تو کیا حکم ہے؟

مذکورہ صورت میں یہ حکم ہے: **وتصح لعمارۃ مسجد ومصالحہ ومطلقا وتحمل عند الاطلاق علیھما عملا بالعرف**(اقناع ج۲ ص۶۱) مسجد کی تعمیر اور اس کے مصالح[یعنی دیگر امور] کے لئے وصیت صحیح ہے[موصی وضاحت کرے کہ مسجد کی تعمیر اور اس کے مصالح کے لئے وصیت ہے تو اسی مصرف میں صرف کریں گے لیکن] مطلق وصیت کرے کہ مسجد کے لئے تو اس صورت میں عرف پر عمل کرتے ہوئے دونوں پر محمول کیا جائے گا[مطلب یہ ہیکہ مسجد کی تعمیر اور اس کے مصالح میں صرف کریں گے اگر دونوں کی ضرورت ہو ورنہ جس مصرف کی ضرورت ہو اس میں صرف کریں گے]

اگر کوئی شخص وصیت کے وقت کہے کہ میرا ارادہ مسجد کو مالک بنانے کا تھا تو کیا حکم ہو گا؟

مذکورہ صورت میں یہ حکم ہو گا: **فان قال أردت تملیکہ فقیل تبطل الوصیۃ وبحث الرافعی صحتھا بأن للمسجد ملکا وعلیہ وقفا قال النووی: ھذا ھو الأفقہ الأرجح**(اقناع ج۲ ص۶۱) اگر کوئی کہے کہ میرا ارادہ مسجد کو مالک بنانے کا تھا تو ایک قول کے مطابق وصیت باطل ہو جائے گی اور رافعی نے بحث کر کے صحت کو ثابت کیا ہے کہ مسجد کی ملکیت میں داخل ہو گی اور مسجد پر وقف ہو گی امام نووی نے فرمایا یہ قول افقہ اور ارجح ہے[لہٰذا اس قول پر عمل کیا جائے گا]

واللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(كِتَابُ الْفَرَائِضِ)

(يُبْدَأُ مِنْ تَرِكَةِ الْمَيِّتِ بِمُؤْنَةِ تَجْهِيْزِهِ وَدَفْنِهِ قَبْلَ الدُّيُوْنِ وَالْوَصَايَا وَالْإِرْثِ اِلاَّ أَنْ يَتَعَلَّقَ بِعَيْنِ التَّرِكَةِ حَقٌّ كَالزَّكَاةِ وَالرَّهْنِ وَالْجَانِيْ وَالْمَبِيْعِ اِذَا مَاتَ الْمُشْتَرِيْ مُفْلِسًا فَإِنَّ حُقُوْقَ هٰؤُلَاءِ تُقَدَّمُ عَلٰى مُؤْنَةِ التَّجْهِيْزِ وَالدَّفْنِ ثُمَّ بَعْدَ ذٰلِكَ تُقْضٰى دُيُوْنُهُ ثُمَّ تُنَفَّذُ وَصَايَاهُ ثُمَّ تُقْسَمُ تَرِكَتُهُ بَيْنَ وَرَثَتِهِ وَالْوَارِثُوْنَ مِنَ الرِّجَالِ عَشَرَةٌ اَلْاِبْنُ وَابْنُهُ وَاِنْ سَفَلَ وَالْأَبُ وَأَبُوْهُ وَاِنْ عَلاَ وَالْأَخُ شَقِيْقًا كَانَ أَوْ لِأَبٍ أَوْ لِأُمٍّ وَابْنُ الْأَخِ الشَّقِيْقِ أَوْ لِأَبٍ وَالْعَمُّ الشَّقِيْقُ أَوْ لِأَبٍ وَابْنُهُمَا وَالزَّوْجُ وَالْمُعْتِقُ وَالْوَارِثَاتُ مِنَ النِّسَاءِ سَبْعٌ اَلْبِنْتُ وَبِنْتُ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلَ وَالْأُمُّ وَالْجَدَّةُ أُمُّ الْأُمِّ وَأُمُّ الْأَبِ وَاِنْ عَلَتْ وَالْأُخْتُ شَقِيْقَةً كَانَتْ أَوْ لِأَبٍ أَوْ لِأُمٍّ وَالزَّوْجَةُ وَالْمُعْتِقَةُ)

(وَأَمَّا ذَوُو الْأَرْحَامِ وَهُمْ أَوْلَادُ الْبَنَاتِ وَبَنُو الْاِخْوَةِ لِلْأُمِّ وَأَوْلَادُ الْأَخَوَاتِ وَبَنُوْهُنَّ وَبَنَاتُهُنَّ وَبَنَاتُ الْاِخْوَةِ وَبَنَاتُ الْأَعْمَامِ وَالْعَمُّ لِلْأُمِّ وَأَبُو الْأُمِّ وَالْخَالُ وَالْخَالَةُ وَالْعَمَّةُ وَمَنْ أَدْلٰى بِهِمْ فَلَا يَرِثُوْنَ عِنْدَنَا بِطَرِيْقِ الْأَصَالَةِ بَلْ اِذَا فَسَدَ بَيْتُ الْمَالِ كَمَا سَيَأْتِيْ)

(فرائض کا بیان)

فرائض: فریضۃ کی جمع ہے،

فرض کی تعریف

لغت میں: حصہ مقرر کرنے کو فرض کہتے ہیں۔

اصطلاح میں: جس حصہ کو شریعت نے وارث کے لئے مقرر کیا ہے اسے فرض کہتے ہیں،

آیات: (۱) يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ (سورۂ نساء ۱۱) اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر (ترجمۂ قرآن)

(۲) وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ (سورۂ نساء ۱۲) اور اگر کوئی میت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی خواہ وہ

میت مرد ہو یا عورت ایسا ہو جس کے نہ اصول ہوں نہ فروع ہوں اور اس کے ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا(ترجمۂ قرآن)

حدیث: فرائض اہل فرائض کو دو باقی قریب ترین مذکر کو دو۔

تنبیہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ میری وفات ہوگی اور یہ علم اٹھالیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے حتی کہ فرائض کے ایک مسئلہ میں دو آدمیوں میں اختلاف ہوگا تو کوئی بتانے والا فیصلہ کرنے والا نہ پائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرائض سیکھو اس لئے کہ تمہارے دین کا حصہ ہے اور یہ نصف علم ہے اور یہ علم میری امت سے اٹھالیا جائے گا۔

(میت کے ترکہ سے اس کی تجہیز وتدفین کی ابتداء کی جائے گی دیون) اور (وصیتوں اور ارث سے پہلے) مطلب یہ ہیکہ میت کہ ترکہ سے قرض کی ادائیگی، وصیتوں کی تکمیل اور ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے اس کی تجہیز وتدفین کی جائے گی یہ واجب طریقہ ہے، غسل میت کے پانی کی قیمت، غاسل میت کی اجرت اور کفن وغیرہ کا خرچ یہ سب تجہیز میں شامل ہے اسی طرح دفن کرنے کے متعلقات کے اخراجات تدفین میں شامل ہے (مگر یہ کہ عین ترکہ کے ساتھ حق متعلق ہو جیسے زکات) مطلب یہ ہے کہ میت کے ذمہ اللہ کا حق باقی ہو ادا نہ کیا گیا ہو تو سب سے پہلے وہ ادا کیا جائے گا جیسے زکات اور (رہن) یعنی مثلاً غلام کو گروی رکھے پھر انتقال ہو جائے اس لئے کہ دین کا تعلق عین رہن سے ہے، اور (جانی) یعنی غلام کی جنایت ادا کرنے سے پہلے آقا انتقال کر گیا ہو (اور مبیع جبکہ مشتری مفلس ہونے کی حالت میں انتقال کر گیا ہو) مطلب یہ ہیکہ مشتری نے مبیع خریدی اور افلاس ہی کی حالت میں انتقال کر گیا قیمت کی ادائیگی ذمہ میں باقی رہی (تو ان مذکورہ لوگوں کے حقوق مقدم کئے جائیں

گے تجہیز و تدفین کی ادائیگی پر پھر تجہیز و تدفین کے بعد) یعنی مذکورہ حقوق کی ادائیگی کے بعد تجہیز و تدفین کی ادائیگی پھر اس کے بعد (میت کا دین ادا کیا جائے گا) دین چاہے اللہ کا ہو یا بندے کا کوئی فرق نہیں (پھر) قضاء دین کے بعد (میت کی وصیتیں نافذ کی جائے گی) اور (پھر) تنفیذ وصایا کے بعد (میت کا ترکہ اس کے ورثاء کے درمیان تقسیم کیا جائے گا) آگے مصنفؒ ورثاء کی دو صنف میں سے ایک صنف رجال کی بیان فرمارہے ہیں: (رجال میں سے دس افراد وارث ہیں) (۱) (بیٹا اور) (۲) (بیٹے کا بیٹا اگرچہ نیچے تک) جیسے بیٹے کے بیٹے کا بیٹا اس طرح نیچے تک اور (۳) (باپ اور) (۴) (باپ کے باپ) یعنی دادا (اگرچہ اوپر تک) جیسے باپ کے باپ کے باپ یعنی دادا کے باپ (اور) (۵) (بھائی چاہے علاتی) بھائی (ہو یا اخیافی) یہ سب بھائی ایک ہی شمار ہوتے ہیں اجمال کے اعتبار سے، اور تفصیل کے اعتبار سے ہر ایک الگ الگ شمار ہوتے ہیں۔

علاتی اور اخیافی کی تعریف

باپ ایک ہو اور ماں دو اس کو [یعنی باپ شریک کو] علاتی کہتے ہیں،

ماں ایک ہو اور باپ دو اس کو [یعنی ماں شریک کو] اخیافی کہتے ہیں،

(اور) (۶) (حقیقی بھائی کا بیٹا یا علاتی) بھائی کا بیٹا، اجمال کے اعتبار سے یہ ایک شمار ہوتا ہے اور تفصیل کے اعتبار سے ہر ایک الگ الگ یعنی دو شمار ہوتے ہیں، اخیافی بھائی کا بیٹا وارث نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ ذوی الارحام میں سے ہے (اور) (۷) (حقیقی چچا یا علاتی) چچا اجمال کے اعتبار سے یہ ایک ہی شمار ہوتا ہے اور تفصیل کے اعتبار سے ہر ایک الگ الگ یعنی دو شمار ہوتے ہیں (اور) (۸) (حقیقی چچا یا علاتی) چچا (کا بیٹا) یہ اجمال کے اعتبار سے ایک ہی شمار ہوتا ہے اور تفصیل کے اعتبار سے ہر ایک الگ الگ یعنی دو شمار ہوتے ہیں۔

حقیقی بھائی بہن کی تعریف

جن اولاد کی ماں اور باپ دونوں ایک ہی ہوں ان کو حقیقی بھائی بہن کہتے ہیں،

حقیقی اور علاتی چچا کی تعریف

باپ کے حقیقی بھائی کو حقیقی چچا کہتے ہیں اور علاتی بھائی کو علاتی چچا کہتے ہیں،

(اور)(۹)(شوہر اور)(۱۰)(آزاد کرنے والا) معلوم ہوا کہ اجمالاً رجال میں سے دس افراد وارث ہیں اور تفصیلاً پندرہ افراد وارث ہیں،

اب آگے مصنفؒ ورثاء کی دو صنف میں سے دوسری صنف نساء کی بیان فرمارہے ہیں:(اور نساء میں سے سات عورتیں وارث ہیں)(۱)(بیٹی اور)(۲)(بیٹے کی بیٹی اگرچہ نیچے تک) بیٹے کے بیٹے کی بیٹی اس طرح نیچے تک(اور)(۳)(ماں اور)(۴)(جدہ) یعنی جدہ شامل ہے (ماں کی ماں) یعنی نانی کو(اور باپ کی ماں) یعنی دادی کو(اگرچہ اوپر تک) جدہ اجمال کے اعتبار سے ایک ہی شمار ہوتی ہے اور تفصیل کے اعتبار سے ہر ایک الگ الگ یعنی دو شمار ہوتی ہیں،(۱) نانی (۲) دادی (اور)(۵)(بہن حقیقی ہو یا علاتی) ہو (یا اخیافی) اجمال کے اعتبار سے یہ ایک ہی شمار ہوتی ہے اور تفصیل کے اعتبار سے ہر ایک الگ الگ یعنی تین بہنیں شمار ہوتی ہیں اور(۶)(بیوی اور)(۷)(آزاد کرنے والی) معلوم ہوا کہ اجمالاً نساء میں سے سات عورتیں وارث ہیں اور تفصیلاً دس عورتیں وارث ہیں،

آگے مصنفؒ ذوی الارحام کی دس صنفیں بیان فرمارہے ہیں:

(اور بہرحال ذوی الارحام یہ ہیں: بیٹیوں کی اولاد) چاہے مذکر ہوں یا مؤنث یہ ایک صنف ہے (اور اخیافی بھائیوں کے بیٹے) یہ دوسری صنف ہے (اور بہنوں کی اولاد) چاہے مذکر ہوں یا مؤنث (اور ان کے بیٹے اور بیٹیاں) یہ بھی سب ذوی الارحام میں شامل ہیں یہ تیسری صنف ہے،

(اور بھائیوں کی بیٹیاں) چاہے بھائی حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی، یہ چوتھی صنف ہے (اور چچاؤں کی بیٹیاں) چاہے حقیقی چچا ہو یا علاتی یہ پانچویں صنف ہے (اور اخیافی چچا) یہ وارث

نہیں ہے، یہ چھٹی صنف ہے (اور ماں کا باپ) یعنی نانا اگرچہ اوپر تک ہو جیسے نانا کے نانا، یہ ساتویں صنف ہے، اور (ماں کا بھائی) یعنی ماموں (اور ماں کی بہن) یعنی خالہ یہ آٹھویں صنف ہے (اور باپ کی بہن) یعنی پھوپھی یہ نویں صنف ہے (اور جو ان سے قریب ہو) چاہے مذکر ہو یا مؤنث جیسے چچا کی بیٹی کا بیٹا (یا بیٹی) ماموں کا بیٹا [یا بیٹی] خالہ کا بیٹا [یا بیٹی] اور پھوپھی کا بیٹا [یا بیٹی] یہ دسویں صنف ہے (یہ مذکورہ ذوی الارحام ہمارے نزدیک اصل کے اعتبار سے تو وارث نہیں ہوتے) روایت حاکم کی بنا پر کہ آپ ﷺ نے فرمایا: پھوپھی اور خالہ کے حق میں کہ ان کے لئے میراث نہیں ہے اور ان دونوں کے علاوہ کو قیاس کیا گیا ہے ان دونوں پر (بلکہ) ذوی الارحام اس وقت وارث ہوں گے (جب بیت المال) کا نظام (فاسد ہو) مطلب یہ ہیکہ کوئی امام نہ ہو یا یہ کہ امام تو ہو لیکن نظام غیر منظم ہو اور حق والے کو اس کا حق دستیاب نہ ہو تو ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں (جیسا کہ عنقریب آئے گا)

(وَمَوَانِعُ الْاِرْثِ أَرْبَعَةٌ: اَلْأَوَّلُ اَلْقَتْلُ فَمَنْ قَتَلَ مُوَرِّثَهُ لَمْ يَرِثْهُ سَوَاءٌ قَتَلَهُ بِحَقٍّ كَالْقِصَاصِ أَوْ فِى الْحَدِّ أَوْ بِغَيْرِهِ خَطَأً كَانَ أَوْ عَمْدًا مُبَاشَرَةً كَانَ أَوْ سَبَبًا مِثْلُ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْهِ بِمَا يُوْجِبُ الْقِصَاصَ أَوْ حَفَرَ بِئْرًا فَوَقَعَ فِيْهَا وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ لَايَرِثُهُ مَتَى كَانَ لَهُ مَدْخَلٌ فِيْ قَتْلِهِ بِأَيِّ طَرِيْقٍ كَانَ، اَلثَّانِىْ اَلْكُفْرُ فَلَايَرِثُ مُسْلِمٌ مِنْ كَافِرٍ وَلاَ كَافِرٌ مِنْ مُسْلِمٍ وَلاَيَرِثُ الْكَافِرُ الْحَرْبِىُّ اِلَّا مِنَ الْحَرْبِىِّ وَأَمَّا الذِّمِّىُّ وَالْمُعَاهَدُ وَالْمُسْتَأْمَنُ فَيَتَوَارَثُوْنَ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَاِنِ اخْتَلَفَتْ مِلَلُهُمْ وَدَارُهُمْ وَأَمَّا الْمُرْتَدُّ فَلَايَرِثُ وَلَايُوْرَثُ ، وَالثَّالِثُ اَلرِّقُّ فَالرَّقِيْقُ لَايَرِثُ وَلَايُوْرَثُ وَمَنْ بَعْضُهُ حُرٌّ لاَ يَرِثُ لٰكِنْ يُوْرَثُ بِمَا جَمَعَهُ بِبَعْضِهِ الْحُرِّ، اَلرَّابِعُ اِسْتِبْهَامُ وَقْتِ الْمَوْتِ فَإِذَا مَاتَ مُتَوَارِثَانِ بِغَرَقٍ أَوْ تَحْتَ هَدْمٍ وَلَمْ يُعْلَمِ السَّابِقُ مِنْهُمَا لَمْ يَرِثْ أَحَدُهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ، وراثت سے روکنے والی چیزیں چار ہیں: پہلی چیز قتل کرنا جو شخص اپنے مورث کو قتل کرے تو قاتل مقتول کا وارث نہیں ہو گا) آپ ﷺ نے فرمایا: قاتل کے لئے میراث میں سے کچھ (بھی) نہیں

ہے (چاہے اس کا قتل کسی حق سے ہو جیسے قصاص) کی وجہ سے قتل کیا ہو، اس لئے کہ یہ مخیر ہے قتل اور ترک دونوں میں کیونکہ قتل کی صورت میں وہم ہوتا ہے وراثت پانے کے لئے قتل کرنے کا (یا) امام نے اپنے مورث کو قتل کیا ہو (حد میں) جیسے زنا کے سبب رجم کے ذریعہ قتل کیا ہو (یا) اس کا قتل (ناحق کیا ہو چاہے) قتل (خطا ہو یا عمد چاہے) قتل (مباشرہ ہو یا سبب) [قتل خطا وغیرہ کی تعریف کتاب الجنایات میں ملاحظہ فرمائیں]

آگے مصنفؒ قتل سبب کی مثال بیان فرمارہے ہیں،

(مثال یہ کہ وارث اپنے مورث پر گواہی دے) کہ ہاں مورث نے فلاں کا قتل کیا ہے (اور قصاص واجب ہو جائے) یعنی مورث کا قتل قصاص میں واجب ہو جائے، آگے مصنفؒ اسی کی دوسری مثال بیان فرمارہے ہیں: (یا) ورثاء میں سے کوئی (کنواں کھودے اور اس میں مورث گر جائے) اور مر جائے تو حافر [کنواں کھودنے والا] کنویں میں گرنے والے کا وارث نہیں ہوگا اس لئے کہ کنویں میں گر کر مرنے کی وجہ سے حافر اس کی موت کا سبب بن گیا (خلاصۂ کلام یہ کہ مذکورہ قتل کی صورتوں میں سے جو صورت بھی قاتل میں موجود ہو اس میں وہ مقتول کا وارث نہیں ہوگا) سندِ صحیح کے ساتھ روایتِ ترمذی وغیرہ کی بنا پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قاتل کے لئے کچھ نہیں ہے یعنی میراث میں سے،

موانعِ ارث میں سے (دوسری چیز کفر) ہے (مسلم کافر کا وارث نہ ہوگا) اس لئے کہ مانع موجود ہے (اور کافر مسلم کا وارث نہ ہوگا) اگرچہ کافر مسلم کے ترکہ کے تقسیم سے پہلے مسلمان ہو جائے۔ صحیحین کی حدیث کی بنا پر کہ مسلم کافر کا وارث نہ ہوگا اور کافر مسلم کا وارث نہ ہوگا (اور کافر حربی) کافر (حربی ہی کا وارث ہوگا) چاہے دونوں ایک ہی ملک میں رہتے ہوں یا الگ الگ، اور کافر حربی کافر ذمی، معاہد اور مستامن کا وارث نہیں ہوگا،

کافر حربی کی تعریف

وہ کافر جو دار الحرب میں رہتا ہو اسے کافر حربی کہتے ہیں۔

کافر معاہد کی تعریف

وہ کافر جس کا معاہدہ ہو مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا اسے کافر معاہد کہتے ہیں۔

کافر مستأمن کی تعریف

وہ کافر جو امن لے کر مسلمانوں کے درمیان رہے اسے کافر مستأمن کہتے ہیں۔

[کافر ذمی کی تعریف باب الوقف میں ملاحظہ فرمائیں۔]

(اور بہر حال) کافر (ذمی) اور (معاہد اور مستأمن آپس میں بعض بعض کے وارث ہونگے اگرچہ ان کا دین اور رہنے کا مقام) یعنی ملک ایک ہو یا (الگ الگ ہوں) چونکہ کفر ایک ہی ملت ہے اسلام کی مخالفت اور عداوت میں (اور بہر حال مرتد) کسی کا (وارث نہیں ہو گا اور نہ کوئی اس کا وارث ہو گا) بلکہ اس کا مال بیت المال میں فئ ہو گا، اس لئے کہ دین میں اس کا کسی سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ جس دین پر اس کو ثابت وباقی رکھا جاسکتا تھا اس کو وہ چھوڑ چکا ہے اور جس دین کی طرف منتقل ہوا اس پر باقی نہیں رکھا جا سکتا، موانعِ ارث میں سے (تیسری چیز غلامیت) ہے (پس غلام) اگرچہ مدبر ہو یا مکاتب کسی کا (وارث نہیں ہو گا اور نہ کوئی اس کا وارث ہو گا، اور جس کا بعض حصہ آزاد ہو وہ) کسی کا (وارث نہیں ہو گا) اس لئے کہ اگر وارث ہو گا تو بعض مال باقی حصہ کے مالک کا ہو گا حالانکہ مالک باقی میت سے اجنبی ہے (لیکن غلام نے اپنے بعض آزاد حصہ سے جو اموال کمائے ہیں ان اموال کے اس کے ورثاء وارث ہوں گے) اور اس کے آقا کا اس میں کوئی حق نہ ہو گا اس کے اپنا حق وصول کر لینے کی وجہ سے کمائی میں سے رقیت کی بنا پر،

موانعِ ارث میں سے (چوتھی چیز استبہام وقت الموت) ہے، آگے مصنفؒ اس کی وضاحت کر رہے ہیں: (جب دو ورثاء) جیسے دو حقیقی بھائی ایک ساتھ (ڈوبنے) کے سبب مر جائے (یا) ان پر جیسے دیوار (گرنے کی وجہ سے دبنے کے سبب مر جائے اور ان دونوں

میں پہلا) مرنے والا کون ہے (معلوم نہ ہو تو ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہ ہو گا) اس لئے کہ ان میں سے کسی کی زندگی اپنے ساتھی کی موت کے وقت متحقق نہیں ہے لہٰذا ایک دوسرے کا وارث نہ ہو گا،

(فَصْل: فِيْ مِيْرَاثِ أَهْلِ الْفُرُوْضِ)

(أَعْنِي الْفُرُوْضَ السِّتَّةَ الْمَذْكُوْرَةَ فِي الْقُرْاٰنِ وَهِيَ النِّصْفُ وَالرُّبعُ وَالثُّمنُ وَالثُّلُثَانِ وَالثُّلُثُ وَالسُّدُسُ وَهِيَ لِعَشَرَةِ الزَّوْجَانِ وَالْأَبَوَانِ وَالْبَنَاتُ وَبَنَاتُ الْإِبْنِ وَالْأَخَوَاتُ وَالْجَدُّ وَالْجَدَّاتُ وَالْإِخْوَةُ وَالْأَخَوَاتُ مِنَ الْأُمِّ فَأَمَّا الزَّوْجُ فَلَهُ النِّصْفُ مَعَ عَدَمِ وَلَدٍ أَوْ وَلَدِ ابْنٍ وَارِثٍ وَلَهُ الرُّبعُ مَعَ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الْإِبْنِ وَأَمَّا الزَّوْجَةُ فَلَهَا الرُّبُعُ مَعَ عَدَمِ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ ابْنٍ وَارِثٍ وَلَهَا الثُّمنُ مَعَ الْوَلَدِ أَوْ وَلَدِ الْإِبْنِ وَلِلزَّوْجَتَيْنِ وَالثَّلَاثِ وَالْأَرْبَعِ مَا لِلْوَاحِدَةِ مِنَ الرُّبعِ وَالثُّمنِ وَأَمَّا الْأَبُ فَلَهُ السُّدُسُ مَعَ الْإِبْنِ وَابْنِ الْإِبْنِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ ابْنٌ وَلَا ابْنُ ابْنٍ فَهُوَ عَصَبَةٌ كَمَا سَيَأْتِي وَأَمَّا الْأُمُّ فَلَهَا الثُّلُثُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهَا وَلَدٌ وَلَا وَلَدُ ابْنٍ ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثٰى وَلَا اثْنَانِ مِنَ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ سَوَاءٌ كَانُوْا أَشِقَّاءَ أَوْ لِأَبٍ وَلَمْ تَكُنْ فِيْ مَسْئَلَةِ زَوْجٍ وَأَبَوَيْنِ وَلَا زَوْجَةٍ وَأَبَوَيْنِ فَإِنْ كَانَ مَعَهَا وَلَدٌ أَوْ وَلَدُ ابْنٍ أَوِ اثْنَانِ مِنَ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ فَلَهَا السُّدُسُ وَإِنْ كَانَتْ فِيْ مَسْئَلَةِ زَوْجٍ وَ أَبَوَيْنِ أَوْ زَوْجَةٍ وَأَبَوَيْنِ فَلَهَا ثُلُثُ مَا بَقِيَ بَعْدَ فَرْضِ الزَّوْجِ أَوِ الزَّوْجَةِ وَالْبَاقِيْ لِلْأَبِ فَيَأْخُذُ الزَّوْجُ فِي الْأُوْلَى النِّصْفَ وَلَهَا السُّدُسُ لِأَنَّهُ ثُلُثُ مَا بَقِيَ وَالْبَاقِيْ لِلْأَبِ وَفِي الثَّانِيَةِ تَأْخُذُ الزَّوْجَةُ الرُّبُعَ وَالْأُمُّ الرُّبعَ لِأَنَّهُ ثُلُثُ مَا بَقِيَ وَالْبَاقِيْ لِلْأَبِ وَأَمَّا الْبِنْتُ الْمُفْرَدَةُ فَلَهَا النِّصْفُ وَلِلْبِنْتَيْنِ فَصَاعِدًا اَلثُّلُثَانِ وَلِبِنْتِ الْإِبْنِ فَصَاعِدًا مَعَ بِنْتِ الصُّلْبِ الْمُفْرَدَةِ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَأَمَّا الْأُخْتُ الْمُفْرَدَةُ الشَّقِيْقَةُ فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاثْنَتَيْنِ فَصَاعِدًا اَلثُّلُثَانِ وَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْأَبِ فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاثْنَتَيْنِ فَصَاعِدًا اَلثُّلُثَانِ وَلِلْأُخْتِ مِنَ الْأَبِ فَصَاعِدًا مَعَ الشَّقِيْقَةِ الْمُفْرَدَةِ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ وَالْأَخَوَاتُ الْأَشِقَّاءُ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةٌ فَإِنْ فُقِدْنَ فَالْأَخَوَاتُ مِنَ الْأَبِ مِثَالُهُ: بِنت وَ أُخت لِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَالْبَاقِيْ لِلْأُخْتِ بِنْتَانِ وَ أُخت شَقِيْقَة وَأُخت لِأَبٍ لِلْبِنْتَيْنِ الثُّلُثَانِ وَالْبَاقِيْ لِلشَّقِيْقَةِ وَلَا شَيْءَ لِلْأُخْرٰى وَأَمَّا الْجَدُّ فَتَارَةً يَكُوْنُ مَعَهُ اِخْوَة وَأَخَوَات وَتَارَةً لَا فَإِنْ لَمْ يَكُوْنُوْا مَعَهُ فَلَهُ السُّدُسُ مَعَ الْإِبْنِ وَابْنِ الْإِبْنِ وَمَعَ عَدَمِهِمَا هُوَ عَصَبَةٌ وَإِنْ كَانَ مَعَهُ اِخْوَة وَأَخَوَات

أَشِقَّاءُ أَوْ لِأَبٍ فَتَارَةً يَكُوْنُ مَعَهُمْ ذُوْ فَرْضٍ وَتَارَةً لَا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ ذُوْ فَرْضٍ قَاسَمَ الْجَدُّ الْإِخْوَةَ وَعَصَّبَ إِنَاثَهُمْ مَالَمْ يَنْقُصْ مَا يَخُصُّهُ بِالْمُقَاسَمَةِ عَنْ ثُلُثِ جَمِيْعِ الْمَالِ فَإِنْ نَقَصَ فَإِنَّهُ يُفْرَضُ لَهُ الثُّلُثُ وَيُجْعَلُ الْبَاقِيْ لِلْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ مِثَالُهُ: جَدٌّ وَأُخْت أَوْ أُخْتَانِ أَوْ ثَلَاثٌ أَوْ أَرْبَعٌ أَوْ جَدٌّ وَأَخٌ أَوْ أَخَوَانِ أَوْ أَخٌ وَأُخْت أَوْ أَخٌ وَأُخْتَانِ فَيُقَاسِمُ فِيْ هٰذِهِ الصُّوَرِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَإِنْ كَانَ مَعَهُ ذُوْ فَرْضٍ فُرِضَ لِذِى الْفَرْضِ فَرْضُهُ ثُمَّ يُعْطَى الْجَدُّ مِنَ الْبَاقِي الْأَوْفَرَ لَهُ مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ: أَمَّا الْمُقَاسَمَةِ أَوْ ثُلُثِ مَا يَبْقَى أَوْ سُدُسِ جَمِيْعِ الْمَالِ مِثَالُهُ: زَوْج وَ جَدٌّ وَأَخ، اَلْمُقَاسَمَةُ خَيْر لَهُ. بِنْتَانِ وَ أَخَوَانِ وَجَدٌّ بِنْتَانِ وَ أُمٌّ وَجَدٌّ وَإِخْوَة لِلْبِنْتَيْنِ الثُّلُثَانِ وَلِلْأُمِّ السُّدُسُ وَلِلْجَدِّ السُّدُسُ وَتَسْقُطُ الْإِخْوَةُ وَإِنِ اجْتَمَعَ مَعَهُ الْإِخْوَةُ الْأَشِقَّاءُ وَالْإِخْوَةُ لِلْأَبِ فَإِنَّ الْأَشِقَّاءَ عِنْدَ الْمُقَاسَمَةِ يَعُدُّوْنَ عَلَى الْجَدِّ الْإِخْوَةَ مِنَ الْأَبِ ثُمَّ يَأْخُذُوْنَ نَصِيْبَهُمْ مِثَالُهُ: جَدٌّ وَ أَخٌ شَقِيْقٌ وَ أَخٌ لِأَبٍ لِلْجَدِّ الثُّلُثُ وَ الثُّلُثَانِ لِلْأَخِ الشَّقِيْقِ الثُّلُثُ الَّذِيْ خَصَّهُ بِالْقِسْمَةِ وَالثُّلُثُ الَّذِيْ هُوَ نَصِيْبُ الْأَخِ مِنَ الْأَبِ لِأَنَّ الشَّقِيْقَ يَحْجُبُهُ فَيَعُوْدُ نَفْعُهُ إِلَيْهِ فَإِنْ كَانَ الشَّقِيْقُ أُخْتًا فَرْدَةً كَمَّلَ لَهَا الْأَخُ مِنَ الْأَبِ النِّصْفَ وَالْبَاقِيْ لَهُ وَلَا يُفْرَضُ لِلْأُخْتِ مَعَ الْجَدِّ إِلَّا فِي الْأَكْدَرِيَّةِ وَهِيَ زَوْج وَأُمٌّ وَجَدٌّ وَأُخْت شَقِيْقَة فَلِلزَّوْجِ النِّصْفُ وَلِلْأُمِّ الثُّلُثُ وَلِلْجَدِّ السُّدُسُ اسْتَغْرَقَ الْمَالَ وَلَيْسَ هُنَا مَنْ يَحْجُبُ الْأُخْتَ عَنْ فَرْضِهَا فَتَعُوْلُ الْمَسْئَلَةُ بِنَصِيْبِ الْأُخْتِ فَتُقْسَمُ مِنْ تِسْعَةٍ لِلزَّوْجِ ثَلَاثَة مِنَ التِّسْعَةِ وَلِلْأُمِّ اثْنَانِ يَبْقَى أَرْبَعَة وَهِيَ نَصِيْبُ الْأُخْتِ وَالْجَدِّ فَتُجْمَعُ وَتُقْسَمُ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَأَمَّا الْجَدَّةُ فَإِنْ كَانَتْ أُمَّ الْأُمِّ أَوْ أُمَّ أُمِّ الْأُمِّ وَهٰكَذَا أَوْ أُمَّ الْأَبِ أَوْ أُمَّ أُمِّ الْأَبِ وَهٰكَذَا، أَوْ أُمَّ أَبِي الْأَبِ وَهٰكَذَا فَلَهَا السُّدُسُ وَإِنِ اجْتَمَعَ جَدَّتَانِ فِيْ دَرَجَةٍ فَلَهُمَا السُّدُسُ مِثْلُ أُمِّ أَبٍ وَأُمِّ أُمٍّ أَوْ أُمِّ أُمِّ أَبٍ وَأُمِّ أَبِيْ أَبٍ وَإِنْ كَانَتْ إِحْدَاهُمَا أَقْرَبَ فَإِنْ كَانَتِ الْقُرْبٰى مِنْ جِهَةِ الْأُمِّ أَسْقَطَتِ الْبُعْدٰى مِثْلُ أُمِّ أُمٍّ وَ أُمِّ أُمِّ أَبٍ وَإِنْ كَانَتْ مِنْ جِهَةِ الْأَبِ لَمْ سَقَطِ الْبُعْدٰى بَلْ يَشْتَرِكَانِ فِي السُّدُسِ مِثْلَ أُمِّ أَبٍ وَ أُمِّ أُمِّ أُمٍّ وَأَمَّا الْجَدَّةُ الَّتِيْ هِيَ أُمُّ أَبِي الْأُمِّ فَلَا تَرِث بَلْ هِيَ مِنْ ذَوِى الْأَرْحَامِ كَمَا سَبَقَ وَأَمَّا الْإِخْوَةُ وَالْأَخَوَاتُ مِنَ الْأُمِّ فَلِلْوَاحِدِ مِنْهُمُ السُّدُسَ وَلِلِاثْنَيْنِ فَصَاعِدًا الثُّلُثُ ذُكُوْرُهُمْ وَإِنَاثُهُمْ فِيْهِ سَوَاء فَتَلَخَّصَ مِنْ ذٰلِكَ أَنَّ النِّصْفَ فَرْضُ خَمْسَةٍ: الزَّوْجُ فِيْ حَالَةٍ وَالْبِنْتُ وَ بِنْتُ الْاِبْنِ وَالْأُخْتُ الشَّقِيْقَةُ أَوْ لِأَبٍ، وَالرُّبُعُ فَرْضُ اثْنَيْنِ الزَّوْجُ فِيْ حَالَةٍ وَالزَّوْجَةُ فِيْ حَالَةٍ

وَالثُّمُنُ فَرْضُ الزَّوْجَةِ فِيْ حَالَةٍ وَالثُّلُثَانِ فَرْضُ أَرْبَعَةٍ اَلْبِنْتَانِ فَصَاعِدًا أَوْ بِنْتَا الْإِبْنِ فَصَاعِدًا وَالْأُخْتَانِ فَصَاعِدًا اَلشَّقِيْقَتَانِ أَوْ لِلْأَبِ وَالثُّلُثُ فَرْضُ اثْنَيْنِ الْأُمِّ فِيْ حَالٍ وَاثْنَانِ فَأَكْثَرُ مِنْ وَلَدِ الْأُمِّ وَقَدْ يُفْرَضُ لِلْجَدِّ مَعَ الْإِخْوَةِ وَالسُّدُسُ فَرْضُ سَبْعَةٍ: اَلْأَبُ فِيْ حَالَةٍ وَالْجَدُّ فِيْ حَالَةٍ وَالْأُمُّ فِيْ حَالَةٍ وَالْجَدَّةُ فِيْ حَالَةٍ وَلِبِنْتِ الْإِبْنِ فَصَاعِدًا مَعَ بِنْتِ الصُّلْبِ، وَلِأُخْتٍ أَوْ أَخَوَاتٍ لِأَبٍ مَعَ شَقِيْقَةٍ فَرْدَةٍ وَلِوَاحِدٍ مِنَ الْإِخْوَةِ لِلْأُمِّ)

فصل

(اصحابِ فروض کی میراث کے بیان میں)

(میری مراد اصحابِ فروض سے وہ چھ فروض ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں اور وہ یہ ہیں: نصف) اور (ربع) اور (ثمن) اور (ثلثان) اور (ثلث اور سدس اس کے مستحق دس اشخاص ہیں) (۱) (۲) (زوجان) یعنی شوہر اور بیوی اور (۳) (۴) (ابوان) یعنی باپ اور ماں اور (۵) (بیٹیاں) اور (۶) (بیٹے کی بیٹیاں) اور (۷) (بہنیں) اور (۸) (دادا) اور (۹) (جدات) یعنی دادی اور نانی اور (۱۰) (اخیافی بھائی اور بہنیں، پس شوہر کا حصہ نصف ہے میت کا وارث ولد) یعنی بیٹا بیٹی (یا ولد ابن) یعنی پوتا، پوتی (نہ ہونے کی صورت میں، اور شوہر کا حصہ ربع ہوگا اگر) عورت کا (ولد) ہو (یا ولد ابن ہو) مذکر ہو یا مؤنث اس شوہر سے ہو یا اور سے (اور بیوی کا حصہ ربع ہے) شوہر کا (ولد یا ولد ابن نہ ہونے کی صورت میں اور بیوی کا حصہ ثمن ہوگا شوہر کا ولد یا ولد ابن ہونے کی صورت میں، عورتیں دو تین اور چار ہوں تب بھی وہی ملے گا جو ایک کو ملتا ہے یعنی ربع اور ثمن) عورتوں کی تعداد بڑھنے سے فرض وحصہ میں زیادتی نہ ہوگی،

(اور بہر حال باپ کے لئے سدس ہوگا بیٹے یا پوتے کے ہوتے ہوئے، اگر باپ کے ساتھ بیٹا یا پوتا نہ ہو تو باپ عصبہ ہوگا جیسا کہ عنقریب آئے گا) یعنی عصبہ بن کر پورے مال کا

مستحق ہوگا، باپ کو فرضیۃ سدس اور عصبیۃ باقی ملے گا جب کہ لڑکی یا پوتی، تا آخر یعنی صرف مؤنث اولاد موجود ہو، خلاصۂ کلام یہ کہ باپ کی تین حالتیں ہیں:

نمبر شمار	حالتیں	کیفیت
۱	سدس $\frac{1}{6}$	جبکہ میت کا لڑکا یا پوتا (تا آخر صرف مذکر اولاد) موجود ہو۔
۲	محض عصبہ	جبکہ میت کی مذکر و مؤنث کوئی بھی اولاد نہ ہو۔
۳	سدس اور عصبیۃ باقی	جبکہ میت کی لڑکی یا پوتی (تا آخر صرف مؤنث اولاد) موجود ہو

(اور بہر حال ماں کے لئے ثلث ہے جبکہ میت کا بیٹا یا ولد ابن نہ ہو چاہے) ولد (مذکر ہو یا مؤنث اور دو) یا زیادہ (بھائی بہن نہ ہو چاہے) بھائی بہن (حقیقی ہو یا علاتی، اور) ماں کے لئے ثلث ہے جبکہ (ماں زوج اور ابوین کے مسئلہ میں) نہ ہو (اور زوجہ اور ابوین کے مسئلہ میں نہ ہو) کیونکہ ان دو مسئلہ میں ماں کا ثلث مابقی ملے گا، تشریح آگے آرہی ہے،

(اگر میت کا بیٹا یا ولد ابن موجود ہو یا دو بھائی بہن) موجود ہوں (تو ماں کو) فرضیۃ (سدس ملے گا اور اگر ماں زوج اور ابوین کے مسئلہ میں ہو یا زوجہ اور ابوین کے) مسئلہ میں ہو (تو ماں کو شوہر یا بیوی کا فرض حصہ دینے کے بعد ثلث مابقی ملے گا اور باقی باپ کو) عصبۃ (ملے گا لہٰذا پہلے مسئلہ میں شوہر کو نصف اور ماں کو سدس ملے گا اس لئے کہ یہ سدس ثلث مابقی ہے اور باقی باپ کو) ملے گا، مثال ملاحظہ فرمائیں:

مرحومہ زوجہ ــــــــــ میت ــــــــــ م ۶

زوج	ام	اب
۳	۱	۲

دیکھئے اس مثال میں مسئلہ بنا چھ سے نصف یعنی تین حصے زوج کو ملے سدس یعنی ایک حصہ ماں کو ملا یہ ماں کا سدس زوج کو اصل مسئلہ چھ میں سے نصف دینے کے بعد جو باقی بچے تین اس کا ثلث ہے اس کو ثلث مابقی کہتے ہیں اور اصل مسئلہ میں سے جو دو باقی رہیں وہ باپ کو ملے،

(اور دوسرے) مسئلہ (میں بیوی کو ربع اور ماں کو) بھی (ربع ملے گا اس لئے کہ یہ ربع ثلث مابقی ہے اور باقی باپ کو) ملے گا، مثال ملاحظہ فرمائیں:

مرحوم زوج ــــــــــــــــــــــــ مسئلہ ۴

اب	ام	زوجہ
۲	۱	۱

دیکھئے اس مثال میں مسئلہ بنا چار سے ربع یعنی ایک حصہ زوجہ کو ملا اور ماں کو بھی ربع ملا یہ ماں کا ربع زوجہ کو اصل مسئلہ چار میں سے ربع دینے کے بعد جو باقی بچے تین اس کا ثلث ہے اور اصل مسئلہ میں سے جو دو باقی رہیں وہ باپ کو ملیں، خلاصہ کلام یہ کہ ماں کی تین حالتیں ہیں:

نمبر شمار	حالتیں	کیفیت
۱	ثلث	جبکہ میت کی اولاد یا دو بھائی بہن نہ ہوں۔
۲	سدس	جبکہ میت کی اولاد یا دو بھائی بہن موجود ہوں حقیقی یا علاتی۔
۳	ثلث مابقی	جبکہ میت کا شوہر اور باپ ہو یا میت کی بیوی اور باپ ہو۔

(اور بہر حال اکیلی بیٹی کے لئے نصف ہے اور دو یا دو سے زائد بیٹیوں کے لئے ثلثان) ہے، یہ بیٹی کی دو حالتیں ہیں تیسری حالت عصبہ ہونے کی ہے۔

(اور پوتی کے لئے ایک ہو یا زیادہ ایک صلبی بیٹی کے ساتھ سدس) چھٹا (حصہ ہے ثلثین کی تکمیل کے لئے۔) اگر صلبی بیٹیاں دو یا زیادہ ہوں تو بناتِ ابن کو کچھ نہیں ملے گا۔ (اور حقیقی بہن ایک ہو تو نصف ملے گا۔) اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وَلَهُ أُخْت فَلَهَا نِصْفُ مَاتَرَكَ'' کی وجہ سے (اور دو اور زیادہ کے لئے دو ثلث ہے) اللہ تعالیٰ کے فرمان ''فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ'' کی وجہ سے (اگر بہن علاتی ہو تو اس کو نصف ملے گا، اور دو اور دو سے زیادہ کا حصہ دو ثلث ہے) ابن رفعہ نے اجماع نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وَلَهُ أُخْت فَلَهَا

نِصۡفُ مَاتَرَکَ'' سے مراد حقیقی اور علاتی بہن ہے (اور علاتی بہن کے لئے ایک ہو یا زیادہ ایک حقیقی بہن کے ساتھ سدس ہے ثلثین کی تکمیل کے لئے۔ اور حقیقی بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہوں گی) ایک اور دو کے لئے بھی جمع کا حکم ہے۔ یعنی ایک بہن اور ایک بیٹی ہو تب بھی عصبہ بنے گی (اگر حقیقی بہنیں نہ ہوں تو علاتی بہنیں) بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بنے گی۔ (اخوات کے بنات کے ساتھ عصبہ بننے کی مثال: بیٹی اور بہن) ہے،

۲ مــــــــــــــــــــیــــــــــــــــــــت

بنت	اخت
۱	۱

(بیٹی کو فرضاً نصف ملے گا) یعنی ایک (اور ایک باقی بچا وہ عصبۃ بہن کو ملے گا) بہن حقیقی ہو یا علاتی، دوسری مثال: میت کی (دو بیٹیاں، حقیقی بہن اور علاتی بہن ہیں) تو مسئلہ تین سے بنے گا،

۳ مــــــــــــــــــــیــــــــــــــــــــت

بنتان	اخت شقیقہ	اخت لأب
۲	ع	م

(دو بیٹیوں کو دو ثلث حقیقی بہن کو ثلث عصبہ کے طور پر اور علاتی بہن کے لئے کچھ نہیں) محجوب ہونے کی وجہ سے۔

(اور بہر حال جد کے مختلف احوال ہیں۔ کبھی تو اس کے ساتھ حقیقی علاتی بھائی بہنیں ہوں گی اور کبھی نہیں ہوں گی۔ اگر بھائی بہنیں نہ ہوں تو جد کے لئے سدس ہے بیٹے یا پوتے کے ساتھ۔ اور بیٹا، پوتا نہ ہونے کی صورت میں جد عصبہ ہو گا) اور پورا ترکہ لے گا جبکہ میت کا جد کے علاوہ کوئی اور نہ ہو (اور اگر جد کے ساتھ بھائی اور بہنیں ہوں حقیقی یا علاتی تو کبھی ان کے ساتھ ذو فرض ہو گا اور کبھی نہ ہو گا اگر ذو فرض نہ ہو تو جد بھائیوں کے ساتھ اپنا حصہ لے گا اور عورتوں) بہنوں (کو عصبہ بنائے گا جب تک کہ مقاسمہ سے خاص اس کو حاصل

ہونے والا حصہ پورے مال کے ثلث سے کم نہ ہو اگر ثلث سے کم ہو تو بطورِ فرض ثلث دیا جائے گا) اور مقاسمہ نہ ہو گا (اور باقی بھائیوں بہنوں کے لئے ہو گا۔ ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر۔) (۱) (مثال) میت کے لئے (جد واخت ہو) تو جد دو رأس [فرد] شمار ہوں گے اور اخت ایک مسئلہ عددِ رؤوس کے مطابق تین سے بنے گا،

۳ میت

جد	اخت
۲	۱

جد کو دو اور اخت کو ایک۔ مقاسمہ ثلث سے زیادہ ہے۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ (۲) مثال (یا جد اور دو بہنیں ہوں) تو مسئلہ چار سے بنے گا جد دو اور اختان دو،

۴ میت

جد	اختان
۲	۲

جد کے دو حصے اور بہنوں کے لئے ایک ایک۔ (۳) مثال: (یا جد اور تین بہنیں ہوں) تو مسئلہ پانچ سے بنے گا۔ رؤوس کے مطابق جد دو فرد کے برابر شمار ہو گا۔

۵ میت

جد	تین اخوات
۲	۳

جد کے لئے دو اور اخوات میں ہر ایک کے لئے ایک ایک۔ (۴) مثال: (یا جد اور چار اخوات ہوں) تو مسئلہ چھ سے بنے گا جد کے لئے دو حصے اور چار بہنوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک حصہ،

۶ میت

جد	چار اخوات
۲	۴

(۵)مثال: (یا) میت کے (جد اور اخ ہو) تو مسئلہ دو سے بنے گا،

۲ مـــــــــــیـــــــــــت

جد	اخ
۱	۱

جد کے لئے ایک اور اخ کے لئے ایک، (۶)مثال: (یا جد اور اخوان ہوں) تو مسئلہ تین سے بنے گا۔

۳ مـــــــــــیـــــــــــت

جد	اخوان
۱	۲

جد کے لئے ایک اور اخوان میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک، (۷)مثال: (یا جد ایک بھائی اور ایک بہن ہو) تو مسئلہ پانچ سے بنے گا، جد دو رأس شمار ہوں گے اس طرح اخ دو رأس اور اخت ایک،

۵ مـــــــــــیـــــــــــت

جد	اخ	اخت
۲	۲	۱

جد کے لئے دو حصے اخ کے لئے دو اور اخت کے لئے ایک حصہ، (۸)مثال: (یا جد اخ اور دو بہنیں ہوں) تو مسئلہ چھ سے بنے گا،

۶ مـــــــــــیـــــــــــت

جد	اخ	اختان
۲	۲	۲

جد کے لئے دو اخ کے لئے دو اختان میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک۔ (ان) آٹھ (صورتوں میں مقاسمہ ہو گا) یعنی جد اپنا حصہ لیں گے (لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَیَیْنِ کے طریق پر، اور اگر جد کے ساتھ ذو فرض ہو تو صاحبِ فرض کو اس کا حصہ دیا جائے گا۔ پھر جد کو تین چیزوں میں سے جو زیادہ ہو وہ دیا جائے گا، یا تو مقاسمہ سے یا باقی ماندہ میں سے ثلث یا جمیع مال میں سے سدس۔ جد کے ساتھ ذو فرض ہونے کی) (۱) (مثال: زوج و جد و اخ) اس صورت میں مسئلہ دو سے بنے گا،

۲ / ۴ مـــــــــــــــــــــــیـــــــــــــــــــــــت (۲)

زوج		جد	اخ
۱/۲		۱/۲	

اس صورت میں زوج نصف ایک حصہ لیگا پھر ایک بچا جو دو میں تقسیم نہیں ہوتا۔ تباین ہونے کی وجہ سے دو کو دو میں ضرب ہو گا تو کل عدد چار ہوا تو زوج دو حصے اور ایک ایک حصہ جد اور اخ لیں گے۔ اس مثال میں (جد کے لئے مقاسمہ بہتر ہے) اس میں حصہ زیادہ ملتا ہے۔ (۲) دوسری مثال (بنتان و اخوان و جد) مسئلہ چھ سے بنے گا جد کے لئے سدس ہونے کی وجہ سے،

۶ / ۱۲ امـــــــــــــــــــــــیـــــــــــــــــــــــت ۲

بنتان	جد	اخوان
۴	۱	۱
۸	۲	۲

اخوان میں حصہ ایک ہے دو میں تقسیم نہیں ہوتا دو کو ضرب دیا جائے گا اصل مسئلہ میں تو اب مسئلہ بارہ سے ہو گا آٹھ بنتان کے لئے ثلثان دو یعنی سدس جد کے لئے اور باقی ماندہ دو

اخوان کے لئے۔ تیسری مثال: (بنتان وام وجد واخوۃ)

۶ مـــــــــــــــــــیــــــــــــــــــــــت

بنتان	ام	جد	اخوۃ
۴	۱	۱	س

مسئلہ چھ سے ہو گا (بنتان کے لئے ثلثان) یعنی چار حصے ہر ایک کے لئے دو دو (ام کے لئے) ایک یعنی (سدس اور جد کے لئے) ایک یعنی (سدس) اس لئے کہ جد ذوی الفروض میں سے ہے تو ضرورت کے وقت ذو الفرض ہو جائے گا (اور بھائی ساقط ہو جائیں گے) ذوی الفروض کے بعد ترکہ میں سے کچھ نہ بچنے کی وجہ سے۔ (اگر جد کے ساتھ حقیقی بھائی اور علاتی بھائی ہوں تو حقیقی بھائی مقاسمہ کے وقت علاتی بھائیوں کو شمار کریں گے) اشخاص بڑھانے کے لئے جد کے مقابلہ میں (پھر حقیقی بھائی علاتی بھائیوں کے حصے بھی لیں گے اس کی مثال: جد، اخ، حقیقی اور اخ علاتی ہے) مسئلہ تین سے بنے گا (جد کو ثلث ملے گا اور دو ثلث حقیقی بھائی کو۔ ایک ثلث خاص تقسیم میں اس کے لئے آنے والا اور دوسرا وہ ثلث جو علاتی بھائی کا حصہ ہے) اس لئے کہ جد کے مقابلہ میں شمار ہوتا ہے۔ (اس لئے کہ شقیق اس کا حاجب ہے تو اس کا نفع بھی حقیقی بھائی کو ہو گا۔ اگر حقیقی فقط ایک بہن ہو تو علاتی بھائی اس کا حصہ پورا نصف کر دیگا۔) یعنی علاتی بھائی کی وجہ سے نصف لے گی اگر علاتی بھائی نہ ہوتا تو جد دو مثل لیتا اور بہن کو فقط ایک ثلث ملتا۔ (اور باقی علاتی بھائی کا ہو گا) یہ مسئلہ پانچ سے بنے گا عددِ رؤوس کے مطابق دو حصے جد کے، ایک حصہ بہن کا، اور دو حصے علاتی بھائی کے۔ پھر علاتی بھائی نصف کی تکمیل کرے گا۔ اور ڈیڑھ حصہ دے گا تاکہ پانچ کا آدھا ڈھائی ہو جائے تو بھائی کے ہاتھ میں نصف حصہ رہے گا تو اصل مسئلہ کو دو سے ضرب دیں گے تو مسئلہ دس سے بنے گا تو جد چار حصے لے گا۔ بہن پانچ اور ایک حصہ علاتی بھائی۔ (اور حقیقی اور علاتی

بہن کے لئے جد کے ساتھ فرض و حصہ نہیں دیا جائے گا) اس لئے کہ جد اس کو عصبہ بناتا ہے (سوائے مسئلہ اکدریہ کے اور مسئلہ اکدریہ یہ ہے زوج اور ام اور جد اور اخت حقیقی) یا علاتی، مسئلہ چھ سے بنے گا،

۶مـــــــــــــــــیـــــــــــــــــت

زوج	ام	جد	اخت
۳	۲	۱	

(زوج کے لئے نصف) ۳ (ماں کے لئے ثلث) ۲ (اور جد کے لئے سدس) ۱ (اصحابِ فروض کے حصوں میں پورا مال تقسیم ہو گیا) کچھ بچا نہیں (اور حال یہ ہے کہ بہن کے لئے کوئی حاجب نہیں فرض سے تو مسئلہ لوٹے گا نصف سے جو بہن کا حصہ ہے تو مسئلہ نو سے بنے گا)

۹/۶مـــــــــــــــــیـــــــــــــــــت

زوج	ام	جد	اخت
۱/۲	۱/۳	۱/۶	۱/۲
۳	۲	۱	۳

(نو میں سے زوج کے لئے تین اور ماں کے لئے دو باقی بچے چار یہ اخت اور جد کا حصہ ہے یہ چار حصے جمع ہوں گے اور ان دونوں میں تقسیم ہوں گے لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے طور پر)

پھر چار حصے جد اور اخت پر تقسیم نہیں ہوتے اور تباین ہے اس لئے کہ جد دو رأس کے درجہ میں ہے اور اخت ایک رأس کے درجہ میں۔ تو تین کو ضرب دیں گے نو میں تو اب مسئلہ ستائیس سے بنے گا۔ اب زوج کے لئے نو حصے ہوں گے، اور ماں کے چھ حصے، یہ مابقی یعنی

اٹھارہ کا ثلث ہے۔ اب بارہ حصے بچے تو بہن چار لے گی جو بارہ کا ثلث ہے اور جد باقی آٹھ حصے لے گا۔

(بہر حال جدہ) میں تفصیل ہے (اگر ماں کی ماں ہو) نانی (یا ماں کی ماں کی ماں ہو) نانی کی ماں (یا اس سے اوپر کی یا باپ کی ماں ہو) دادی (یا باپ کی ماں کی ماں ہو) دادی کی ماں (یا اس سے اوپر کی یا باپ کے باپ کی ماں) یعنی دادا کی ماں اور اس طرح اوپر کی۔ تو ان تمام صورتوں میں جدہ کے لئے سدس ہے، اس روایت کی وجہ سے جس کو صحیح قرار دیا ہے ترمذی وابن حبان نے "کہ نبی کریم ﷺ نے جدہ کو سدس دیا (اگر جدتان ایک درجہ میں جمع ہوں تو ان کے لئے سدس ہو گا) مشترک طور پر حصہ میں زیادتی نہ ہو گی (مثلاً ام اب اور ام ام) دادی اور نانی (جمع ہوں یا ام ام اب اور ام اب اب) دادی کی ماں اور دادا کی ماں، جمع ہوں (اگر جدتان میں سے ایک دوسرے کے مقابلہ میں میت سے زیادہ قریب ہو تو اگر قریب والی ماں کی جانب سے ہو تو دور والی ساقط ہو جائے گی مثلاً) قربیٰ (ماں کی ماں) نانی (اور) بعدیٰ (باپ کی ماں کی ماں) دادی کی ماں، تو بعدیٰ یعنی دادی کی ماں کو کچھ نہ ملے گا (اگر) قریب والی (باپ کی جانب سے ہو تو) ماں کی جانب کی (دور والی ساقط نہ ہو گی بلکہ سدس میں شریک ہو گی مثلاً باپ کی ماں) دادی (اور ماں کی ماں کی ماں) نانی کی ماں (اور بہر حال وہ جدہ جو ماں کے ابا کی ماں ہو) یعنی نانا کی ماں (تو وہ وارث نہ ہو گی) اس لئے کہ میت کی طرف نسبت بلاوارث کے ہے، بلکہ یہ ذوی الارحام میں سے ہے جیسا کہ پہلے گزرا (اور بہر حال اخیافی بھائی وبہن تو ان میں سے ایک کے لئے سدس ہے اور دو اور دو سے زیادہ کے لئے ثلث ہے۔ ان کے مذکر ومؤنث ثلث میں یکساں ہیں۔) اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗٓ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ" کی وجہ سے۔ اور مراد اولادِ ام ہے دلیل ابن مسعود کی قراءت ہے "وَلَهٗٓ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ مِنْ أُمٍّ"۔ اور قراءتِ شاذہ خبر واحد کی طرح

ہے صحیح قول کے مطابق۔ (حاصلِ کلام اور خلاصہ یہ ہے کہ نصف پانچ افراد کا فرض وحصہ ہے)(۱)(زوج ایک حالت میں) اور (۲)(بنت) اور (۳)(بنت الابن) اور (۴)(اخت حقیقی اور) (۵)(اخت علاتی۔ اور ربع دو فردوں کو فرض وحصہ ہے)(۱)(شوہر دوسری حالت میں اور)(۲)(زوجہ ایک حالت میں اور ثمن زوجہ کا فرض وحصہ ہے دوسری حالت میں) جب کہ میت کے لئے فرع وارث ہو (اور ثلثان چار افراد کا فرض وحصہ ہے)(۱)(دو بیٹیاں یا زیادہ یا)(۲)(دو پوتیاں یا زیادہ یا)(۳)(دو حقیقی بہنیں یا زیادہ یا)(۴)(دو علاتی بہنیں یا زیادہ، اور ثلث دو فردوں کا فرض وحصہ ہے)(۱)(ام ایک حالت میں اور)(۲)(اخیافی بھائی بہنیں دو یا زیادہ ہوں، اور کبھی ثلث بطورِ فرض دیا جاتا ہے جد کو بھائیوں کے ساتھ، اور سدس سات افراد کا فرض وحصہ ہے)(۱)(اب کا ایک حالت میں) جب کہ باپ کے ساتھ ولد یا ولدِ ابن ہو، اور (۲)(جد کا ایک حالت میں) اور (۳)(ماں کا ایک حالت میں) اور (۴)(جدہ کا ایک حالت میں) چاہے ماں کی طرف سے ہو چاہے باپ کی طرف سے جبکہ دو انثیٰ کے درمیان ذکر نہ ہو جیسا کہ پہلے گزرا اور (۵)(بنت الابن کا چاہے ایک ہو یا زیادہ صلبی بنت کے ساتھ) اور (۶)(ایک علاتی بہن یا ایک سے زیادہ علاتی بہنوں کا جبکہ ان کے ساتھ تنہا حقیقی بہن ہو اور)(۷)(ایک اخیافی بھائی کا۔)

(فَصل: فِي الْحَجْبِ)

(لَا يَرِثُ الْأَخُ مِنَ الْأُمِّ مَعَ أَرْبَعَةٍ اَلْوَلَدِ وَ وَلَدِ الْاِبْنِ ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثٰى وَ الْأَبِ وَ الْجَدِّ وَ لَايَرِثُ الْأَخُ الشَّقِيْقُ مَعَ ثَلَاثَةٍ اَلْاِبْنِ وَ ابْنِ الْاِبْنِ وَ الْأَبِ وَ لَايَرِثُ الْأَخُ مِنَ الْأَبِ مَعَ أَرْبَعَةٍ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ وَ الْأَخِ الشَّقِيْقِ وَ لَايَرِثُ ابْنُ الْاِبْنِ فَسَافِلًا مَعَ الْاِبْنِ وَ لَا مَعَ ابْنِ ابْنٍ أَقْرَبَ مِنْهُ وَ لَا الْجَدَّاتُ كُلُّهُنَّ مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كُنَّ مَعَ الْأُمِّ وَ لَا الْجَدُّ وَ الْجَدَّةُ الَّتِي مِنْ جِهَةِ الْأَبِ مَعَ الْأَبِ وَإِذَا اسْتَكْمَلَ الْبَنَاتُ الثُّلُثَيْنِ لَمْ تَرِثْ بَنَاتُ الْاِبْنِ اِلَّا أَنْ يَكُوْنَ فِيْ دَرَجَتِهِنَّ أَوْ أَسْفَلَ مِنْهُنَّ ذَكَرٌ يُعَصِّبُهُنَّ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ مِثَالُهُ بِنْتَانِ وَبِنْتُ ابْنٍ لِلْبِنْتَيْنِ الثُّلُثَانِ وَ لَاشَيْءَ لِبِنْتِ الْاِبْنِ فَلَوْ كَانَ مَعَهَا ابْنُ ابْنٍ أَوِ ابْنُ ابْنِ ابْنٍ كَانَ الْبَاقِيْ لَهَا وَلَهُ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَإِذَا اسْتَكْمَلَتِ الْأَخَوَاتُ الْأَشِقَّاءُ الثُّلُثَيْنِ لَمْ تَرِثِ

الْأَخَوَاتُ مِنَ الْأَبِ اِلَّا أَنْ يَكُوْنَ مَعَهُنَّ أَخٌ لَهُنَّ فَيُعَصِّبُهُنَّ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَمَنْ لَايَرِثُ أَصْلًا لَايَحْجُبُ أَحَدًا وَمَنْ يَرِثُ لٰكِنَّهُ مَحْجُوْب لَايَحْجُبُ أَيْضًا حَجْبَ حِرْمَانٍ لٰكِنَّهُ قَدْ يَحْجُبُ حَجْبَ تَنْقِيْصٍ مِثْلُ الْاِخْوَةِ مِنَ الْأُمِّ مَعَ الْأَبِ وَالْأُمِّ لَايَرِثُوْنَ وَيَحْجُبُوْنَ الْأُمَّ مِنَ الثُّلُثِ اِلَى السُّدُسِ وَمَتَى زَادَتِ الْفُرُوْضُ عَلَى السِّهَامِ أُعِيْلَتْ بِالْجُزْءِ الزَّائِدِ مِثْلَ مَسْئَلَةِ الْمُبَاهَلَةِ وَهِيَ زَوْجٌ وَأُمٌّ وَأُخْت شَقِيْقَة فَلِلزَّوْجِ النِّصْفُ وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ اسْتَغْرَقَ الْمَالُ وَالْأُمُّ لَاتُحْجَبُ فَيُفْرَضُ لَهَا الثُّلُثُ فَتُعَالُ بِفَرْضِ الْأُمِّ فَتَنْقَسِمُ مِنْ ثَمَانِيَةٍ لِلزَّوْجِ ثَلَاثَة وَلِلْأُخْتِ ثَلَاثَة وَلِلْأُمِّ اثْنَانِ)

فصل

(حجب کے بیان میں)

حجب کی تعریف

لغت میں: حجب روکنے کو کہتے ہیں،

شرعاً :وارث کو وراثت سے کلی یا جزئی طور پر محروم کرنے کو حجب کہتے ہیں،

حجب کی قسمیں

حجب کی دو قسمیں ہیں:(۱) حجب حرمان (۲) حجب نقصان

حجب حرمان: قریبی وارث کی وجہ سے دوسرا کلی طور پر میراث سے محجوب ہو جائے اسے حجب حرمان کہتے ہیں۔

حجب نقصان: کوئی وارث دوسرے وارث کی بنا پر بڑے حصہ سے محجوب ہو کر چھوٹا حصہ پائے اسے حجب نقصان کہتے ہیں۔

حجب حرمان کی قسمیں

اس کی دو قسمیں ہیں:(۱) حجب بالشخص (۲) حجب بالوصف۔

حجب بالشخص: کوئی وارث دوسرے قریبی وارث کی وجہ سے کلی طور پر میراث نہ پائے اس کو حجب بالشخص کہتے ہیں۔

حجب بالوصف: [موانع ارث میں سے جن کی تفصیل ماقبل میں مذکور ہے] کسی مانع کے پائے جانے کی وجہ سے وارث وراثت سے بالکلیہ محجوب ہو جائے اسے حجب بالوصف کہتے ہیں۔ ایسے وارث کو محروم بھی کہتے ہیں،

فرائض میں یہ فصل اہم ہے۔

اب آگے مصنفؒ اس کا بیان شروع فرمارہے ہیں:

(۱) (بیٹا بیٹی) اور (۲) (پوتا پوتی چاہے مذکر ہو یا مؤنث) اور (۳) (باپ اور) (۴) (دادا ان چار کی موجودگی میں اخیافی بھائی وارث نہیں ہوگا) مطلب یہ ہیکہ ان چار میں سے کوئی بھی ایک موجود ہو تو اخیافی بھائی محجوب ہوگا، (۱) (بیٹا) اور (۲) (پوتا اور) (۳) (باپ ان تین کی موجودگی میں حقیقی بھائی وارث نہ ہوگا) مطلب یہ ہیکہ ان تین میں سے کوئی بھی ایک موجود ہو تو حقیقی بھائی محجوب ہوگا (ماقبل میں ذکر کردہ تین) (۱) بیٹا (۲) پوتا (۳) باپ (اور) (۱) (حقیقی بھائی ان چار کی موجودگی میں علاتی بھائی وارث نہ ہوگا) اس لئے کہ ماقبل میں ذکر کردہ تین اشخاص جب حقیقی بھائی کو محجوب کرتے ہیں تو علاتی بھائی کو بدرجۂ اولیٰ محجوب کریں گے، اس لئے کہ حقیقی بھائی کا رشتہ زیادہ ہے کیونکہ اس کا رشتہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ہے جبکہ علاتی کا فقط ایک طرف سے اور آپ ﷺ کا فرمان ہے:

آدمی اپنے حقیقی بھائی کا وارث ہوگا نہ کہ علاتی بھائی کا،

(پوتا نیچے تک) یعنی پوتے کا بیٹا تا آخر (بیٹے کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگا) اسی طرح (پوتے کا بیٹا اپنے سے اقرب پوتے کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگا) یعنی قریب والا بعد والے کو محجوب کرے گا (اور سب جدات چاہے جس جہت سے ہوں) یعنی چاہے باپ کی جہت سے ہوں یا ماں کی جہت سے (ماں کی موجودگی میں وارث نہیں ہوں گے) چونکہ ماں کا رشتہ میت سے بہ نسبت جدات کے قریب ہے لہٰذا بعد والے یعنی جدات

مجوب ہوں گے (دادا اور جدہ) مراد وہ جدہ (جو باپ کی جہت سے ہو) یعنی دادی (باپ کی موجودگی میں وارث نہیں ہوں گے) مطلب یہ ہیکہ میت کا باپ ہے تو باپ کی وجہ سے دادا اور دادی وارث نہیں ہوں گے (اور جب بیٹیاں) جمع کا صیغہ "بنات" یہ قید نہیں ہے اس میں تثنیہ کا صیغہ بھی شامل ہے (ثلثین پورا کردیں تو پوتیاں وارث نہیں ہوں گی) اصحابِ فروض کے پورا ثلثین لے لینے کی بنا پر اس لئے کہ پوتی کو سدس ملتا تھا ثلثین کو پورا کرنے کے لئے بیٹی کے ایک ہونے کی صورت میں (مگر) پوتیوں کے ساتھ (پوتیوں کے درجہ کا) جیسے ان کا بھائی ہو یا پوتیوں کے چچا کا بیٹا ہو (یا پوتیوں سے نچلے درجہ کا مذکر ہو) جیسے پوتی یا پوتیوں کے ساتھ پوتے کا بیٹا ہو (تو پوتیوں کو عصبہ بنائے گا اور ان کا حصہ **للذکر مثل حظ الانثیین** کے مطابق ہوگا) مطلب یہ ہیکہ پوتے کو یا ان کے چچا کے بیٹے کو پوتی کا دوگنا ملے گا اسی طرح پوتے کے بیٹے کو پوتی کا دوگنا ملے گا،

آگے مصنفؒ ایک سے زائد بیٹیوں کی موجودگی میں پوتیوں کے مجوب ہونے کی مثال بیان فرمارہے ہیں: (اس کی مثال: دو بیٹیاں اور پوتی بیٹیوں کے لئے ثلثان) یعنی دو تہائی (ہے اور پوتی کے لئے کچھ نہیں) یعنی مجوب،

اس مثال کو واضح انداز میں اس طرح سمجھیں:

مسـ۳ـــــــــیـــــــــت

دو بیٹیاں	پوتی
۲	م

دیکھئے مسئلہ بنا تین سے اس میں سے ثلثان یعنی دو حصے دو بیٹیوں کو ملے مطلب یہ ہیکہ ہر ایک بیٹی کو ایک ایک حصہ ملا اب اصل مسئلہ میں سے باقی رہا ایک حصہ اس کے لئے دوسرا مستحق موجود نہیں ہے اور پوتی تو مجوب ہے اور ایک حصہ دو بیٹیوں پر تقسیم نہیں ہو سکتا لہٰذا دو

حصوں کو اصل مسئلہ تین سے ضرب دینے کی وجہ سے چھ حصے ہوئے ان چھ میں سے ثلثان یعنی چار حصے دو بیٹیوں کو ملے ہر ایک کو دو دو حصے اور اصل مسئلہ چھ میں سے چار حصے دینے کے بعد باقی رہیں دو تو ان دو میں سے ہر ایک حصہ ایک ایک بیٹی کو رد کے طور پر ملا لہٰذا تقسیم برابر ہو گئی (اگر پوتی کے ساتھ پوتا) یا پوتی کے چچا کا بیٹا (ہو یا) پوتی کے ساتھ (پوتے کا بیٹا) ہو (تو) دو بیٹیوں کو فرضیۃ دینے کے بعد (باقی) ثلث (میں پوتی کو اور اس کو) یعنی پوتے وغیرہ کو (**للذکر مثل حظ الأنثیین** کے طریقہ پر ملے گا) اس صورت میں پوتیاں یا پوتی ساقط نہیں ہو گی معصب [یعنی عصبہ بنانے والا] موجود ہونے کی بنا پر یہ فروع کا حکم بیان ہوا آگے مصنفؒ حواشی کا حکم بیان فرما رہے ہیں:

(اور جب حقیقی بہنیں) یہ جمع کا صیغہ قید نہیں ہے اس میں تثنیہ کا صیغہ بھی شامل ہے (مکمل دو ثلث لے لیں تو علاتی بہنیں وارث نہیں ہوں گی) حقیقی بہنوں کی وجہ سے جیسا کہ بیٹیوں کی وجہ سے پوتیاں وارث نہیں ہوتی (مگر یہ کہ ان کے ساتھ ان کا) مساوی (بھائی) یعنی علاتی بھائی (ہو تو علاتی بہنیں **للذکر مثل حظ الأنثیین** کے طریقہ پر عصبہ بنیں گی) مطلب یہ ہے کہ علاتی بہنیں اس وقت عصبہ بنیں گی جبکہ ان کے درجہ کا ہی بھائی ہو ورنہ عصبہ نہ بنے گی، عصبہ نہ بننے کی مثال:

۳م ـــــــــــــــــــــــ یـــــــــــــــــــــــ ت

دو حقیقی بہنیں	علاتی بہن	علاتی بھائی کا بیٹا
۲	م	۱

مسئلہ بنا تین سے اس میں سے ثلثان یعنی دو حصے دو بہنوں کو ملے بقیہ ایک حصہ علاتی بھائی کے بیٹے کو ملا اور علاتی بہن محجوب دیکھئے اس مسئلہ میں علاتی بہن محجوب اس لئے کہ اس کے درجہ کا علاتی بھائی موجود نہیں ہے۔

اب علاتی بہنوں کے عصبہ بننے کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

۳

م

۹/۳ مـــــــیـــــــت

دو حقیقی بہنیں	دو علاتی بہنیں	علاتی بھائی
۲	۱	
٦	۱	۲

دیکھئے مسئلہ بنا تین سے اس میں سے ثلثان یعنی دو حصے بہنوں کو ملے باقی ماندہ ایک حصہ بھائی بہنوں میں تقسیم نہیں ہو سکتا لہٰذا للذکر مثل حظ الأنثیین کے اعتبار سے بھائی کے دو اور بہنوں کا ایک اس طرح تین سہام سے اصل مسئلہ تین کو ضرب دینے سے نو حصے ہو گئے اور اب یہ ہی اصل مسئلہ قرار پایا لہٰذا نو میں سے ثلثان یعنی چھ حصے حقیقی بہنوں کو ملے باقی بچے تین ان میں سے دو حصے بھائی کو ملے اور ایک حصہ بہنوں کو ملا،

(اور جو شخص بالکل) یعنی کسی بھی حال میں (وارث نہیں بنتا) مطلب یہ ہیکہ موانع ارث میں سے کسی مانع کے پائے جانے کی وجہ سے محروم ہو چکا ہو جیسے قاتل تو (وہ) ورثاء میں سے (کسی کو) بھی (محجوب نہیں کرتا) نہ حجب حرمان کے اعتبار سے اور نہ حجب نقصان کے اعتبار سے (اور جو شخص وارث بنتا ہو) یعنی اس میں کوئی مانع موجود نہ ہو (لیکن وہ) حجب حرمان کے اعتبار سے (محجوب ہوتا ہو تو) جس طرح جو شخص بالکل وارث نہیں بنتا وہ کسی کو محجوب نہیں کرتا اسی طرح (یہ شخص بھی) یعنی وارث بننے والا اور حجب حرمان سے محجوب ہونے والا بھی دوسرے کو (حجب حرمان سے محجوب نہیں کرتا لیکن حجب نقصان سے محجوب کرتا ہے مثال: باپ اور ماں کی موجودگی میں اخیافی بھائی وارث نہیں ہوتے لیکن ماں کو محجوب کرتے ہیں ثلث سے سدس کی طرف) دیکھئے اس مثال میں اخیافی بھائی حجب حرمان کے اعتبار سے محجوب ہے لیکن ماں کو حجب نقصان کے اعتبار سے یعنی ثلث سے سدس کی طرف محجوب

کرتے ہیں (اور جب اصحاب فروض حصوں سے زائد ہوں تو زائد جزء سے) یعنی اصحابِ فروض میں سے جس کا حصہ باقی رہا ہو اس کے حصہ سے (مسئلہ عولیہ بنایا جائے، مثلاً مسئلہ مباہلہ وہ یہ ہے: شوہر، ماں اور حقیقی بہن اس مسئلہ میں شوہر کے لئے نصف ہے اور حقیقی بہن کے لئے نصف ہے) دونوں کو نصف نصف دینے سے (مال پورا تقسیم ہو گیا اور ماں محجوب نہیں ہوتی اس کے لئے ثلث حصہ ہے) دیکھئے اس مثال میں سہام تو تقسیم ہو گئے لیکن اصحابِ فروض میں سے ایک فرض یعنی ماں کا حصہ باقی رہ گیا (اس لئے) زائد جزء سے یعنی (ماں کے) باقی ماندہ (حصہ سے مسئلہ عولیہ بنایا گیا لہٰذا عولیہ مسئلہ بنا آٹھ سے اس میں سے زوج کے لئے تین اور بہن کے لئے تین اور ماں کے لئے دو) آٹھ پورے برابر تقسیم ہو گئے،

۶عول ۲م ــــــــــــــــیــــــــــــــت

زوج	اخت حقیقی	ام
۳	۳	۲
۳	۳	

اس میں مسئلہ چھ سے بنا چھ میں سے تین تین زوج اور اخت کو دیئے تو سہام ختم ہو گئے اور ماں کا حصہ چھ کا ثلث یعنی دو باقی رہے تو اس سے مسئلہ کو عولیہ بنایا گیا یعنی اصل مسئلہ میں دو جمع کر دیئے گئے اب عول کی وجہ سے مسئلہ آٹھ سے بنا اس میں سے تین زوج کو تین اخت کو اور دو ماں کو دیئے،

عول کی تعریف

لغت میں: عول بلند ہونے اور زیادہ ہونے کو کہتے ہیں۔

شرعاً : سہام کے مجموعہ کا اصل مسئلہ سے زیادہ ہونے اور ترکہ میں ورثاء کے حصوں کی مقدار میں کمی لازم آنے کو عول کہتے ہیں (تحقیق علی عمدۃص ۱۸۰)

عول کی مشروعیت

اس کی مشروعیت حضرت عمر کے زمانہ میں ہوئی۔

(فَصْل: فِي الْعَصَبَاتِ)

(وَهِيَ ثَلاثَةٌ: عَصَبَة بِنَفْسِهِ وَعَصَبَة بِغَيْرِهِ وَعَصَبَة مَعَ غَيْرِهِ وَالْعَصَبَةُ مَنْ يَأْخُذُ جَمِيْعُ الْمَالِ اِذَا انْفَرَدَ أَوْ مَا يَفْضُلُ عَنْ صَاحِبِ الْفَرْضِ اِذَا اجْتَمَعَ مَعَهُ فَاِنْ لَمْ يَفْضُلْ عَنْ صَاحِبِ الْفَرْضِ شَيئ سَقَطَتِ الْعَصَبَاتُ وَأَقْرَبُهُمْ اَلِابْنُ ثُمَّ ابْنُ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلَ ثُمَّ الْأَبُ ثُمَّ الْجَدُّ وَاِنْ عَلَا وَالْأَخُ لِلْأَبَوَيْنِ ثُمَّ لِلْأَبِ ثُمَّ ابْنُ الْأَخِ لِلْأَبَوَيْنِ ثُمَّ ابْنُ الْأَخِ لِلْأَبِ ثُمَّ الْعَمُّ ثُمَّ ابْنُهُ وَاِنْ سَفَلَ ثُمَّ عَمُّ الْأَبِ ثُمَّ ابْنُهُ وَهٰكَذَا فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ عَصَبَاتُ نَسَبٍ فَعَصَبَاتُ الْوَلَاءِ فَمَنْ أَعْتَقَ عَلَيْهِ عَبْدًا إِمَّا بِاِعْتَاقٍ أَوْ تَدْبِيْرٍ أَوْ كِتَابَةٍ أَوِ اسْتِيْلَادٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ فَوَلَاؤُهُ لَهُ فَاِذَا مَاتَ هٰذَا الْعَتِيْقُ وَلَيْسَ لَهُ وَارِث ذُوْ فَرْضٍ وَلَاعَصَبَة وَرِثَهُ الْمُعْتِقُ بِالْوَلَاءِ فَاِنْ كَانَ الْمُعْتِقُ مَيِّتًا اِنْتَقَلَ الْوَلَاءُ إِلَى عَصَبَاتِهِ دُوْنَ سَائِرِ الْوَرَثَةِ يُقَدَّمُ الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ عَلَى التَّرْتِيْبِ الْمُتَقَدِّمِ إِلَّا أَنَّ الْأَخَ يُشَارِكُ الْجَدَّ وَهُنَا الْأَخُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْجَدِّ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْمُعْتِقِ عَصَبَةُ نَسَبٍ انْتَقَلَ اِلَى مُعْتِقِ الْمُعْتِقِ ثُمَّ اِلَى عَصَبَتِهِ وَلِلْمُعْتِقِ أَيْضًا اَلْوَلَاءُ عَلَى أَوْلَادِ الْعَتِيْقِ فَيُقَدَّمُ مُعْتِقُ الْأَبِ عَلَى مُعْتِقِ الْأُمِّ فَلَوْ تَزَوَّجَ عَبْد بِمُعْتَقَةٍ فَأَتَتْ بِوَلَدٍ فَوَلَاؤُهُ لِمُعْتِقِ الْأُمِّ فَلَوْ عَتَقَ أَبُوْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ انْجَرَّ الْوَلَاءُ مِنْ مُعْتِقِ الْأُمِّ اِلَى مُعْتِقِ الْأَبِ وَلَاتَرِثُ الْمَرْأَةُ بِالْوَلَاءِ اِلَّا مِنْ عَتِيْقِهَا وَأَوْلَادِهِ وَعُتَقَائِهِ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْمَيِّتِ أَقَارِبُ وَلَا وَلَاءَ عَلَيْهِ انْتَقَلَ مَالُهُ اِلَى بَيْتِ الْمَالِ اِرْثًا لِلْمُسْلِمِيْنَ اِنْ كَانَ السُّلْطَانُ عَادِلًا فَاِنْ لَمْ يَكُنْ عَادِلًا رُدَّ عَلَى ذَوِي الْفُرُوْضِ مِنْ غَيْرِ الزَّوْجَيْنِ عَلَى قَدْرِ فُرُوْضِهِمْ اِنْ كَانَ ثَمَّ ذُوْ فَرْضٍ وَاِلَّا فَيُصْرَفُ اِلَى ذَوِي الْأَرْحَامِ فَيُقَامُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مَقَامَ مَنْ يُدْلِيْ بِهِ فَيُجْعَلُ وَلَدُ الْبَنَاتِ وَالْأَخَوَاتِ كَأُمَّهَاتِهِمْ وَبَنَاتُ الْاِخْوَةِ وَالْأَعْمَامِ كَآبَائِهِمْ وَأَبُو الْأُمِّ وَالْخَالُ وَالْخَالَةُ كَالْأُمِّ وَالْعَمُّ لِلْأُمِّ وَالْعَمَّةُ كَالْأَبِ وَلَايَرِث أَحَد بِالتَّعْصِيْبِ وَثَمَّ أَقْرَبُ مِنْهُ وَلَايُعَصِّبُ أَحَد أُخْتَهُ اِلاَّ الْاِبْنُ وَابْنُ الْاِبْنِ وَالْأَخُ فَاِنَّهُمْ يُعَصِّبُوْنَ أَخَوَاتِهِمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَيُعَصِّبُ ابْنُ الْاِبْنِ مَنْ يُحَاذِيْهِ مِنْ بَنَاتِ عَمِّهِ وَيُعَصِّبُ مَنْ فَوْقَهُ مِنْ عَمَّاتِهِ وَبَنَاتِ عَمِّ أَبِيْهِ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ فَرْض وَلَايُشَارِكُ عَاصِب ذَا فَرْضٍ اِلاَّ الْمُشَرَّكَةَ وَهِيَ زَوْج وَأُمّ أَوْ جَدَّة وَاثْنَانِ فَأَكْثَرُ مِنَ الْاِخْوَةِ لِلْأُمِّ وَأَخ شَقِيْق فَأَكْثَرُ وَلِلزَّوْجِ النِّصْفُ وَلِلْأُمِّ أَوِ الْجَدَّةِ السُّدُسُ وَلِلْاِخْوَةِ لِلْأُمِّ الثُّلُث يُشَارِكُهَا فِيْهِ الشَّقِيْقُ وَمَتَى وُجِدَ فِيْ شَخْصٍ جِهَتَا فَرْضٍ وَتَعْصِيْبٍ وَرِثَ بِهِمَا كَابْنِ عَمٍّ هُوَ زَوْج أَوِ ابْنِ عَمٍّ هُوَ أَخ لِأُمٍّ)

فصل

(عصبات کے بیان میں)

آیت: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَّلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ (سورۂ نساء ۱۷۶)

ولد: کی غیر موجودگی میں بھائی پورے مال کا وارث ہوتا ہے اور باقی عصبہ کو اسی پر قیاس کیا گیا ہے،

حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا: مقرر کردہ حصے ذوی الفروض کے ساتھ لاحق کرو یعنی دیدو اور جو بچے وہ سب سے قریبی مذکر مرد کے لئے ہے (تحقیق علی عمدہ ص ۳۰۵)

(عصبہ کی تین قسمیں ہیں) (۱) (عصبہ بنفسہ) جیسے مذکر اور (۲) (عصبہ بغیرہ) جیسے بیٹی اپنے بھائی کی موجودگی میں (اور) (۳) (عصبہ مع غیرہ) جیسے بہنیں بیٹیوں کی موجودگی میں یا (بہنیں) پوتیوں کی موجودگی میں یا جیسے ایک بہن بیٹیوں اور پوتیوں کی موجودگی میں یا ایک سے زائد بیٹیوں یا پوتیوں کی موجودگی میں بہن چاہے حقیقی ہو یا علاتی کوئی فرق نہیں، (جو ورثاء جب تنہا ہوں) یعنی ذوی الفروض کے سات نہ ہوں (تو پورے مال کے) مستحق ہوتے ہوں (یا جب ذوی الفروض کے ساتھ جمع ہوں تو ذوی الفروض کو ان کا حصہ دے کر جو مال بچے اس کے مستحق ہوتے ہوں اور اگر ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ نہ بچے تو ساقط ہو جاتے ہوں ایسے ورثاء کو عصبہ بنفسہ کہتے ہیں) آگے مصنفؒ عصبات کو بالترتیب بیان فرمارہے ہیں: (اور عصبات میں میت سے سب سے زیادہ قریب بیٹا ہے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: يُوْصِيْكُمُ اللهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (سورۂ نساء ۱۱) (پھر پوتا اگرچہ نیچے کا ہو) یعنی پوتے کا بیٹا تا آخر (پھر باپ پھر دادا اگرچہ اوپر کے ہو) یعنی دادا کے باپ تا آخر (اور حقیقی بھائی) اگر یہ دونوں جمع ہوں تو بھائی دادا کے ساتھ ایک ہی درجہ میں ہے (پھر علاتی) بھائی یہ بھی دادا کے ساتھ ایک ہی درجہ میں ہے اگرچہ حقیقی بھائی نہ ہو (پھر

حقیقی بھائی کا بیٹا پھر علاتی) بھائی (کا بیٹا) اس لئے کہ دونوں میں سے ہر ایک میت کے باپ کا بیٹا ہے (پھر) حقیقی (چچا پھر حقیقی چچا کا بیٹا اگرچہ نیچے کا ہو) یعنی حقیقی چچا کے بیٹے کا بیٹا تا آخر، (پھر باپ کا چچا پھر باپ کے چچا کا بیٹا اور اسی طرح) یعنی باپ کے چچا کے بیٹے کو اگرچہ نیچے کا ہو مقدم کیا جائے گا دادا کے چچا کی طرف عدول نہ ہو گا مگر یہ کہ باپ کے چچا کا بیٹا نیچے تک مفقود ہو یہاں تک کہ اگر علاتی چچا کے پوتے کا پوتا ہو تو اس کو مقدم کیا جائے گا دادا کے چچا پر، یہ مذکورہ ترتیب اس صورت میں ہے جب کہ میت کے عصبات نسبی موجود ہوں، عصبات نسبی یعنی وہ ورثاء جن کی نسبت میت کی طرف ہوتی ہے،

(اگر میت کے عصبات نسبی نہ ہوں تو عصبات ولاء کی طرف رجوع ہونگے) اور یہ اجماع سے ثابت ہے جیسا کہ ابن منذر وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اور ایک مرسل روایت ہے کہ "آپ ﷺ نے فرمایا: "میراث عصبہ کی ہے اگر عصبہ نہ ہو تو آزاد کرنے والے مولیٰ کے لئے ہے" (لہٰذا جس پر غلام آزاد ہو) یا باندی (اب چاہے یہ غلام آزاد ہوا ہو مولیٰ کے آزاد کرنے سے) یا دوسرے نے آزاد کیا ہو اس کی اذن واجازت سے (یا) آزادی حاصل ہوئی ہو (تدبیر سے) یعنی مدبر بنانے سے (یا) آزادی حاصل ہوئی ہو (کتابت کے واسطہ سے) تشریح ماقبل میں مذکور ہے (یا) آزادی حاصل ہوئی ہو (استیلاد کی وجہ سے) اس کی صورت یہ ہے کہ باندی کو مولیٰ کا حمل رہ جائے اور بچہ یا بچی پیدا ہو تو یہ باندی آزادی کی مستحق ہو جائے گی پورے مال سے آقا کی موت سے۔ لہٰذا نہ اس میں بیع نافذ ہو گی نہ کسی اور قسم کا تصرف۔ (یا کسی اور طرح سے آزاد ہوا ہو تو اس کا ولاء اس کے لئے ہے) یعنی آقا کے لئے (لہٰذا جب اس عتیق) آزاد ہونے والے (کا انتقال ہو اور حال یہ ہو کہ اس کا ذوفرض اور عصبہ وارث نہ ہو تو معتق ولاء کی وجہ سے وارث ہو گا اگر معتق کا انتقال ہو گیا ہو تو ولاء اس کے عصبات کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ دوسرے ورثاء کی طرف ولاء منتقل نہ ہو گا اور اقرب فالاقرب کو مقدم کیا جائے گا ماقبل کی ترتیب کے مطابق) مثلاً معتق کا انتقال ہوا اور

اپنے پیچھے دو بیٹے چھوڑ گیا پھر ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا اور اپنے پیچھے مرنے والا بیٹا ایک بیٹا چھوڑ گیا پھر آزاد ہونے والے غلام کا انتقال ہو ا تو معتق کا بیٹا وارث ہو گا پو تا وارث نہ ہو گا۔ (ہاں البتہ بھائی شریک ہو تا ہے دادا کے ساتھ) نسب میں (اور یہاں) یعنی ارث بالولاء میں (بھائی کو مقدم کیا جائے گا دادا پر) چاہے بھائی حقیقی ہو یا علاتی (اگر معتق کے لئے عصبہ نہ ہو تو معتق المعتق) آقا کے آقا (کی طرف ولاء منتقل ہو جائے گا) اس لئے کہ یہ عصبہ کی طرح ہے (پھر) اگر معتق المعتق بھی نہ ہو تو ولاء (اس کے عصبہ کی طرف) منتقل ہو گا۔ (اور معتق کے لئے اولادِ عتیق پر بھی ولاء ہے) یعنی آقا کو آزاد ہونے والے غلام کی اولاد کی وراثت بھی بطورِ ولاء ملے گی (لہٰذا معتق اب) والد کے آقا (کو معتق ام پر مقدم کیا جائے گا پس اگر غلام نے معتقہ) آزاد کردہ باندی (سے نکاح کیا اور اس معتقہ نے اس غلام سے بچہ جنا تو اس بچہ کا ولاء معتق ام کے لئے ہو گا) اگر غلام غلامی میں باقی ہو (اگر ماں کی آزادی کے بعد باپ کو آزاد کیا جائے تو ولاء کو کھینچے گا معتق ام سے معتق اب کی جانب) کیونکہ ولاء میں معتق اب کو مقدم کیا جاتا ہے۔ اور ماں کی جہت سے ملتا تھا جہت اب کے نہ ہونے کی وجہ سے جہت اب آجانے کے بعد ولاء اپنے محل میں آجائے گا (عورت وارث نہ ہو گی ولاء کی وجہ سے سوائے اپنے عتیق اور اس کی اولاد اور اس کے عتقاء کے) عتیق کی وارث تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان "ولاء تو آزاد کرنے والے کے لئے ہے۔" کی وجہ سے ہے اور اولاد اور عتقاء کو اس پر قیاس کیا گیا ہے (اگر میت کے وارث اقارب نہ ہوں اور نہ میت پر ولاء ہو تو اس کا مال) کل یا باقی ماندہ (بیت المال کی طرف منتقل ہو جائے گا مسلمانوں کی وراثت کے طور پر) آپ ﷺ کا فرمان ہے: "میں وارث ہوں اس کا جس کا کوئی وارث نہ ہو دیت ادا کروں گا اس کی طرف سے اور وارث ہوں گا۔" اور آپ ﷺ اپنی ذات کے لئے وارث نہیں ہوتے بلکہ مسلمانوں کے لئے صرف کرتے ہیں، بیت المال کی طرف مال منتقل ہو گا (اگر سلطان عادل ہو) یعنی حقداروں کو حق دیتا ہو اور مصالح

مسلمین میں صرف کرتا ہو (اگر سلطان عادل نہ ہو تو فاضل) باقی ماندہ مال (کو زوجین کے علاوہ ذوی الفروض پر رد کیا جائے گا ان کے حصوں کے بقدر اگر ذو فرض ہو ورنہ) یعنی ذو فرض نہ ہونے کی صورت میں (مال ذوی الارحام کی طرف پھیر دیا جائے گا اور ذوی الارحام میں سے ہر ایک کو اس کے قائم مقام کیا جائے گا جس کے واسطہ سے میت سے رشتہ ہو لہٰذا ابنات کی اولاد اور اخوات کی اولاد کو ان کی ماؤں کے درجہ میں رکھا جائے گا۔ اور بھائیوں کی بیٹیاں اور چچاؤں کی ان کے آباء کے درجہ میں رکھی جائے گی۔ اور نانا اور ماموں اور خالہ کو ماں کے درجہ میں رکھا جائے گا۔ ماں شریک چچا اور ماں شریک پھوپھی کو باپ کے درجہ میں رکھا جائے گا اور تعصیب کی وجہ سے کوئی وارث نہ ہو گا اس سے زیادہ قریب کا عصبہ ہونے کی حالت میں) نبی کریم ﷺ کے فرمانِ مبارک کی وجہ سے۔ "فرائض ذوی الفروض کو دو پھر باقی ماندہ قریب ترین مرد کا ہے۔" (اور ورثا میں سے کوئی بھی اپنی بہن کو عصبہ نہیں بنائے گا سوائے بیٹے کے) کہ وہ اپنی بہن یعنی میت کی بیٹی کو عصبہ بنائے گا، اور (پوتے) کے کہ وہ اپنی بہن یعنی میت کی پوتی کو عصبہ بنائے گا (اور بھائی) کے کہ وہ اپنی بہن یعنی میت کے بہن کو عصبہ بنائے گا ان کو عصبہ بغیرہ کہتے ہیں۔ (یہ لوگ اپنی بہنوں کو عصبہ بنائیں گے اور ان میں وراثت "لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ" کے مطابق تقسیم ہو گی۔ اور ابن الابن) اپنی بہن کے ساتھ (اپنے درجہ والیوں کو یعنی اپنی چچازاد بہنوں کو عصبہ بنائے گا اور اپنے سے اوپر کے درجہ والیوں کو یعنی پھوپھیوں کو اور ابا کے چچا کی بیٹیوں کو عصبہ بنائے گا جب کہ ان کے لئے فرض نہ ہو) اور وہ سدس ہے، مثال:

۶ مـــــــــــــیـــــــــــــت

بنت	بنت ابن	ابن ابن ابن
۱/۲	۱/۶	ع
۳	۱	۲

بنت کو چھ میں سے تین۔ بنت ابن کو ایک اور ابن ابن ابن کو دو۔

(۲)

۳

م

۱۸/۶ مـــــــــــــیـــــــــــــت

بنت	بنت ابن	بنت ابن ابن	ابن ابن ابن
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	ع	
۳	۱	۲	
۹	۳	۶	

بنت کے لئے نصف اٹھارہ میں سے نو بنت ابن کو سدس اٹھارہ میں سے تین اور باقی ماندہ چھ اثلاثاً تقسیم ہوں گے ابن ابن ابن کو چار اور بنت ابن ابن کو دو ملیں گے۔

(اور کوئی عاصب صاحب فرض کے ساتھ شریک نہ ہو گا سوائے مسئلہ مُشرّکہ کے اور وہ مسئلہ یہ ہے۔ زوج، ام یا جدہ، دو یا زیادہ اخیافی بھائی، حقیقی بھائی ایک یا زیادہ) مسئلہ چھ سے بنے گا (زوج کو نصف، ام یا جدہ کو سدس اور اخیافی بھائیوں کو ثلث اس ثلث میں حقیقی بھائی اخیافی بھائیوں کا شریک ہو گا)

۶ مـــــــــــــیـــــــــــــت

زوج	ام یا جدہ	اخیافی بھائی	حقیقی بھائی
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{3}$	
۳	۱	۲	

(اور جب کسی شخص میں دو جہتیں پائی جائے فرض اور تعصیب تو دونوں جہتوں سے وارث ہو گا جیسے کہ ابن عم) چچازاد بھائی (شوہر ہو) تو زوج کو نصف زوجیت کی وجہ سے اور باقی ماندہ تعصیب کی وجہ سے ملے گا (یا ابن عم) چچازاد بھائی (اخیافی بھائی ہو) یعنی عورت کا انتقال ہوا اور پیچھے چچازاد بھائی ہو جو اخیافی بھائی بھی ہو تو سدس کا اخیافی بھائی ہونے کی وجہ سے اور باقی کا عصبہ ہونے کی وجہ سے وارث ہو گا۔

واللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(كِتَابُ النِّكَاحِ)

مَنِ احْتَاجَ إِلَى النِّكَاحِ مِنَ الرِّجَالِ وَوَجَدَ أُهْبَةً نُدِبَ لَهُ وَمَنِ احْتَاجَ وَفَقَدَ الْأُهْبَةَ نُدِبَ تَرْكُهُ وَيَكْسِرُ شَهْوَتَهُ بِالصَّوْمِ وَمَنْ لَمْ يَحْتَجْ إِلَى النِّكَاحِ وَفَقَدَ الْأُهْبَةَ كُرِهَ لَهُ وَمَنْ وَجَدَهَا وَوَجَدَ مَانِعٌ بِهِ مِنْ هَرَمٍ وَمَرَضٍ دَائِمٍ لَمْ يُكْرَهْ لٰكِنْ الْاِشْتِغَالُ بِالْعِبَادَةِ أَفْضَلُ مِنَ النِّكَاحِ فَإِنْ لَمْ يَتَعَبَّدْ فَالنِّكَاحُ أَفْضَلُ وَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَإِنِ احْتَاجَتْ إِلَى النِّكَاحِ نُدِبَ لَهَا وَإِلاَّ فَيُكْرَهُ، وَيُنْدَبُ أَنْ يَتَزَوَّجَ بِكْرًا وَلُوْدًا جَمِيْلَةً عَاقِلَةً دَيِّنَةً نَسِيْبَةً لَيْسَتْ قَرَابَةً قَرِيْبَةً فَإِذَا عَزَمَ عَلَى نِكَاحِ امْرَأَةٍ فَالسُّنَّةُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى وَجْهِهَا وَكَفَّيْهَا قَبْلَ أَنْ يَخْطُبَهَا وَإِنْ لَمْ تَأْذَنْ فِيْ ذٰلِكَ وَلَهُ تَكْرِيْرُ النَّظَرِ وَلاَ يَنْظُرُ غَيْرَ الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ وَيَحْرُمُ أَنْ يَنْظُرَ الرَّجُلُ إِلَى شَيْئٍ مِنَ الْأَجْنَبِيَّةِ حُرَّةً كَانَتْ أَوْ أَمَةً أَوِ الْأَمْرَدِ الْحَسَنِ وَلَوْ بِلاَ شَهْوَةٍ مَعَ أَمْنِ الْفِتْنَةِ وَقِيْلَ يَجُوْزُ أَنْ يَنْظُرَ مِنَ الْأَمَةِ مَا عَدَا عَوْرَتَهَا عِنْدَ الْأَمْنِ وَيَنْظُرُ إِلَى زَوْجَتِهِ وَأَمَتِهِ حَتَّى الْعَوْرَةِ لٰكِنْ يُكْرَهُ نَظَرُ كُلٍّ مِنَ الزَّوْجَيْنِ لِى فَرْجِ الْاٰخَرِ وَيَنْظُرُ الْعَبْدُ إِلَى سَيِّدَتِهِ وَالْمَسْمُوْحُ إِلَى الْأَجْنَبِيَّةِ وَالرَّجُلُ إِلَى مَحَارِمِهِ وَالْمَرْأَةُ إِلَى مَحْرَمِهَا فِيْ مَا عَدَا مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ وَأَمَّا نَظَرُهَا إِلَى غَيْرِ زَوْجِهَا وَمَحْرَمِهَا فَحَرَامٌ كَنَظَرِهِ إِلَيْهَا وَقِيْلَ يَحِلُّ أَنْ تَنْظُرَ مِنْهُ مَا عَدَا عَوْرَتَهُ عِنْدَ الْأَمْنِ وَيَحْرُمُ عَلَيْهَا كَشْفُ شَيْئٍ مِنْ بَدَنِهَا لِمُرَاهِقٍ أَوْ لِإِمْرَأَةٍ كَافِرَةٍ فَلْتَحْذَرِ النِّسَاءُ فِي الْحَمَّامَاتِ مِنْ ذٰلِكَ وَمَتَى حَرُمَ النَّظَرُ حَرُمَ اللَّمْسُ وَيُبَاحَانِ لِفَصْدٍ وَحِجَامَةٍ وَمُدَاوَاةٍ وَيُبَاحُ النَّظَرُ لِشَهَادَةٍ وَمُعَامَلَةٍ وَنَحْوِهِمَا بِقَدْرِ الْحَاجَةِ، وَيَحْرُمُ أَنْ يُصَرِّحَ أَوْ يُعَرِّضَ بِخِطْبَةِ الْمُعْتَدَّةِ مِنْ غَيْرِهِ إِذَا كَانَتْ رَجْعِيَّةً وَأَمَّا الْمُعْتَدَّةُ الْبَائِنُ بِثَلاَثَةٍ أَوْ خُلْعٍ أَوْ عَنِ الْوَفَاةِ فَيَحْرُمُ التَّصْرِيْحُ دُوْنَ التَّعْرِيْضِ وَتَحْرُمُ الْخِطْبَةُ عَلَى خِطْبَةِ الْغَيْرِ إِذَا صُرِّحَ لَهُ بِالْإِجَابَةِ إِلاَّ بِإِذْنِهِ فَإِنْ لَمْ يُصَرَّحْ بِإِجَابَتِهِ جَازَ وَمَنِ اسْتُشِيْرَ فِيْ خَاطِبٍ فَلْيَذْكُرْ مَسَاوِيَهُ بِصِدْقٍ وَيُنْدَبُ أَنْ يَخْطُبَ عِنْدَ الْخِطْبَةِ وَعِنْدَ الْعَقْدِ وَيَقُوْلُ أُزَوِّجُكَ عَلَى مَا أَمَرَ اللّٰهُ تَعَالَى بِهِ مِنْ اِمْسَاكٍ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ تَسْرِيْحٍ بِإِحْسَانٍ وَلَوْ خَطَبَ الْوَلِيُّ عِنْدَ الْإِيْجَابِ فَقَالَ الزَّوْجُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ قَبِلْتُ صَحَّ لٰكِنَّهُ لاَ يُنْدَبُ وَقِيْلَ يُنْدَبُ،

وَلِلنِّكَاحِ أَرْكَانٌ: اَلْأَوَّلُ الصِّيْغَةُ الصَّرِيْحَةُ وَلَوْ بِالْعَجَمِيَّةِ لِمَنْ يُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ لاَ بِالْكِنَايَةِ فَلاَ يَصِحُّ إِلاَّ بِإِيْجَابٍ مُنَجَّزٍ وَهُوَ زَوَّجْتُكَ أَوْ أَنْكَحْتُكَ فَقَطْ وَقَبُوْلٍ عَلَى

الْفَوْرِ وَهُوَ تَزَوَّجْتُ أَوْ نَكَحْتُ أَوْ قَبِلْتُ نِكَاحَهَا أَوْ تَزْوِيْجَهَا فَلَوِ اقْتَصَرَ عَلَى قَبِلْتُ لَمْ يَنْعَقِدْ وَلَوْ قَالَ زَوِّجْنِيْ فَقَالَ زَوَّجْتُكَ صَحَّ، اَلثَّانِيْ: اَلشُّهُوْدُ فَلَا يَصِحُّ اِلاَّ بِحَضْرَةِ شَاهِدَيْنِ ذَكَرَيْنِ حُرَّيْنِ سَمِيْعَيْنِ بَصِيْرَيْنِ عَارِفَيْنِ بِلِسَانِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ مُسْلِمَيْنِ عَدْلَيْنِ وَلَوْ مَسْتُوْرَيِ الْعَدَالَةِ، اَلثَّالِثُ: اَلْوَلِيُّ فَلَا يَصِحُّ اِلَّا بِوَلِيٍّ ذَكَرٍ مُكَلَّفٍ حُرٍّ مُسْلِمٍ عَدْلٍ تَامِّ النَّظَرِ فَلَا وِلَايَةَ لِاِمْرَأَةٍ وَصَبِيٍّ وَمَجْنُوْنٍ وَرَقِيْقٍ وَكَافِرٍ وَفَاسِقٍ وَسَفِيْهٍ وَمُخْتَلِّ النَّظَرِ بِهَرَمٍ وَخَبَلٍ وَلَا يَضُرُّ الْعَمَى وَيَلِي الْكَافِرُ مُوْلِيَتَهُ الْكَافِرَةَ وَلَا يَلِيْهَا الْمُسْلِمُ اِلَّا السَّيِّدُ فِيْ أَمَتِهِ وَالسُّلْطَانُ فِيْ نِسَاءِ أَهْلِ الذِّمَّةِ أَمَّا الْأَمَةُ الْمُسْلِمَةُ فَيُزَوِّجُهَا السَّيِّدُ وَلَوْ فَاسِقًا فَاِنْ كَانَتْ لِاِمْرَأَةٍ زَوَّجَهَا مَنْ يُزَوِّجُ السَّيِّدَةَ بِاِذْنِ السَّيِّدَةِ فَاِنْ كَانَتِ السَّيِّدَةُ غَيْرَ رَشِيْدَةٍ زَوَّجَهَا أَبُو السَّيِّدَةِ أَوْ جَدُّهَا وَأَمَّا الْحُرَّةُ فَيُزَوِّجُهَا عَصَبَاتُهَا وَأَوْلَاهُمُ الْأَبُ ثُمَّ الْجَدُّ ثُمَّ الْأَخُ ثُمَّ ابْنُهُ ثُمَّ الْعَمُّ ثُمَّ ابْنُهُ ثُمَّ الْمُعْتِقُ ثُمَّ عَصَبَتُهُ ثُمَّ مُعْتِقُ الْمُعْتِقِ ثُمَّ عَصَبَتُهُ ثُمَّ الْحَاكِمُ وَلَا يُزَوِّجُ أَحَدٌ مِنْهُمْ وَهُنَاكَ مَنْ هُوَ أَقْرَبُ مِنْهُ فَاِنِ اسْتَوَى اثْنَانِ فِي الدَّرَجَةِ وَأَحَدُهُمَا مَنْ يُدْلِيْ بِأَبَوَيْنِ وَالْاٰخَرُ بِأَبٍ فَالْوَلِيُّ مَنْ يُدْلِيْ بِأَبَوَيْنِ فَاِنِ اسْتَوَيَا فَالْأَوْلَى أَنْ يُقَدَّمَ أَسَنُّهُمَا وَأَعْلَمُهُمَا وَأَوْرَعُهُمَا فَاِنْ زَوَّجَ الْاٰخَرُ صَحَّ وَاِنْ تَشَاحَّا أَقْرَعَ اِنْ زَوَّجَ غَيْرُ مَنْ خَرَجَتْ قُرْعَتُهُ صَحَّ أَيْضًا وَاِنْ خَرَجَ الْوَلِيُّ عَنْ أَنْ يَكُوْنَ وَلِيًّا بِشَيْئٍ مِنَ الْمَوَانِعِ الْمُتَقَدِّمَةِ انْتَقَلَتِ الْوِلَايَةُ اِلَى مَنْ بَعْدَهُ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ وَمَتَى دَعَتِ الْحُرَّةُ إِلَى كُفْئٍ لَزِمَهُ تَزْوِيْجُهَا فَاِنْ عَضَلَهَا أَيْ مَنَعَهَا بَيْنَ يَدَيِ الْحَاكِمِ أَوْ كَانَ غَائِبًا فِيْ مَسَافَةِ الْقَصْرِ أَوْ كَانَ مُحْرِمًا زَوَّجَهَا الْحَاكِمُ وَلَا تَنْتَقِلُ الْوِلَايَةُ إِلَى الْأَبْعَدِ وَاِنْ غَابَ اِلَى دُوْنِ مَسَافَةِ الْقَصْرِ لَمْ تُزَوَّجْ اِلَّا بِاِذْنِهِ وَيَجُوْزُ لِلْوَلِيِّ أَنْ يُوَكِّيَ بِتَزْوِيْجِهَا وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يُوَكِّلَ اِلَّا مَنْ يَجُوْزُ أَنْ يَكُوْنَ وَلِيًّا وَلِلزَّوْجِ أَنْ يُوَكِّلَ فِي الْقَبُوْلِ مَنْ يَجُوْزُ أَنْ يَقْبَلَ النِّكَاحَ لِنَفْسِهِ وَلَوْ عَبْدًا وَلَيْسَ لِلْوَلِيِّ وَلَا لِلْوَكِيْلِ أَنْ يُوْجِبَ النِّكَاحَ لِنَفْسِهِ فَلَوْ أَرَادَ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا كَابْنِ الْعَمِّ فَوَّضَ الْعَقْدَ إِلَى ابْنِ عَمٍّ فِيْ دَرَجَتِهِ فَاِنْ فُقِدَ فَالْقَاضِيْ وَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتَوَلَّى الْاِيْجَابَ وَالْقَبُوْلَ فِيْ نِكَاحٍ وَاحِدٍ اِلَّا الْمُجْبِرَ فِيْ تَزْوِيْجِ بِنْتِ ابْنِهِ بِابْنِ ابْنِهِ ثُمَّ الْوَلِيُّ

عَلَى قِسْمَيْنِ مُجْبِر وَغَيْرُ مُجْبِرٍ فَالْمُجْبِرُ هُوَ الْأَبُ وَالْجَدُّ خَاصّةً فِيْ تَزْوِيْجِ الْبِكْرِ فَقَطْ وَكَذَا السَّيِّدُ فِيْ أَمَتِهِ مُطْلَقًا وَمَعْنَى الْمُجْبِرِ أَنّ لَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا مِنْ كُفْءٍ بِغَيْرِ رِضَاهَا وَغَيْرُ الْمُجْبِرِ لاَ يُزَوِّجُ اِلَّا بِرِضَاهَا وَاِذْنِهَا فَمَتَى كَانَتْ بِكْرًا جَازَ لِلْأَبِ أَوِ الْجَدِّ تَزْوِيْجُهَا بِغَيْرِ اِذْنِهَا لٰكِنْ يُنْدَبُ اسْتِئْذَانُ الْبَالِغَةِ وَاِذْنُهَا السُّكُوْتُ وَأَمَّا الثَّيِّبُ الْعَاقِلَةُ فَلَا يُزَوِّجُهَا أَحَدٌ اِلاَّ بِاِذْنِهَا بَعْدَ الْبُلُوْغِ بِاللَّفْظِ سَوَاءُ الْأَبُ وَالْجَدُّ وَغَيْرُهُمَا وَأَمَّا قَبْلَ الْبُلُوْغِ فَلَا تُزَوَّجُ أَصْلًا وَاِنْ كَانَتْ مَجْنُوْنَةً صَغِيْرَةً زَوَّجَهَا الْأَبُ أَوِ الْجَدُّ أَوْ كَبِيْرَةً زَوَّجَهَا الْأَبُ أَوِ الْجَدُّ أَوِ الْحَاكِمُ لٰكِنِ الْحَاكِمُ يُزَوِّجُهَا لِلْحَاجَةِ وَالْأَبُ وَالْجَدُّ يُزَوِّجُهَا لِلْحَاجَةِ وَالْمَصْلَحَةِ وَلَا يَلْزَمُ السَّيِّدَ تَزْوِيْجُ الْأَمَةِ وَالْمُكَاتَبَةُ وَاِنْ طَلَبَتَا وَلَا يُزَوِّجُ أَحَدٌ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ الْمَرْأَةَ مِنْ غَيْرِ كُفْءٍ إِلَّا بِرِضَاهَا وَرِضَا سَائِرِ الْأَوْلِيَاءِ فَاِنْ كَانَ وَلِيُّهَا الْحَاكِمَ لَمْ تُزَوَّجْ مِنْ غَيْرِ كُفْءٍ أَصْلاً وَاِنْ رَضِيَتْ وَاِنْ دَعَتْ اِلَى غَيْرِ كُفْءٍ لَمْ يَلْزَمِ الْوَلِيَّ تَزْوِيْجُهَا وَاِنْ عَيَّنَتْ كُفْؤًا وَعَيَّنَ الْوَلِيُّ كُفْؤًا فَمَنْ عَيَّنَهُ الْوَلِيُّ أَوْلَى وَالْكَفَاءَةُ فِى النَّسَبِ وَالدِّيْنِ وَالْحُرِّيَّةِ وَالصَّنْعَةِ وَسَلَامَةِ الْعُيُوْبِ الْمُثْبِتَةِ لِلْخِيَارِ فَلَا يُكَافِئُ الْعَجَمِيُّ عَرَبِيَّةً وَلاَ غَيْرُ هَاشِمِيّ وَمُطَّلِبِيّ هَاشِمِيَّةً أَوْ مُطَّلِبِيَّةً وَلاَ فَاسِقٌ عَفِيْفَةً وَلاَ عَبْدٌ حُرَّةً وَلَا الْعَتِيْقُ أَوْ مَنْ مَسَّ اٰبَائَهُ رِقٌّ حُرَّةَ الْأَصْلِ وَلاَ ذُوْ حِرْفَةٍ دَنِيْئَةٍ بِنْتَ ذِيْ حِرْفَةٍ أَرْفَعَ كَخَيَّاطٍ بِنْتَ تَاجِرٍ وَلَا مَعِيْبٌ بِعَيْبٍ يُثْبِتُ الْخِيَارَ سَلِيْمَةً مِنْهُ وَلاَ اعْتِبَارَ بِالْيَسَارِ وَالشَّيْخُوْخَةِ فَمَتَى زَوَّجَهَا بِغَيْرِ كُفْءٍ بِغَيْرِ رِضَاهَا وَرِضَى الْأَوْلِيَاءِ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ دَرَجَتِهِ فَالنِّكَاحُ بَاطِلٌ وَاِنْ رَضِيَتْ فَلَيْسَ لِلْأَبْعَدِ اِعْتِرَاض وَاِذَا رَأَى الْأَبُ أَوِ الْجَدُّ الْمَصْلَحَةَ فِيْ تَزْوِيْجِ الصَّغِيْرِ وَ الصَّغِيْرَةِ زَوَّجَهُ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُزَوِّجَهُ أَمَةً وَلاَ مَعِيْبَةً وَاِنْ كَانَ سَفِيْهًا أَوْ مَجْنُوْنًا مُطْبِقًا أَوِ احْتَاجَ اِلَى النِّكَاحِ زَوَّجَهُ الْأَبُ أَوِ الْجَدُّ أَوِ الْحَاكِمُ فَاِنْ أَذِنُوْا لِلسَّفِيْهِ فَعَقَدَ لِنَفْسِهِ جَازَ وَاِنْ عَقَدَ بِلَا اِذْنٍ فَبَاطِل وَاِنْ كَانَ مِطْلَاقًا تَسَرَّى جَارِيَةً وَاحِدَةً وَالْعَبْدُ الصَّغِيْرُ يُزَوِّجُهُ السَّيِّدُ وَالْكَبِيْرُ يَتَزَوَّجُ بِاِذْنِهِ وَلَيْسَ لِلسَّيِّدِ اِجْبَارُهُ عَلَى النِّكَاحِ وَلاَ لِلْعَبْدِ اِجْبَارُ السَّيِّدِ عَلَيْهِ،

(نکاح کا بیان)

نکاح کی تعریف

لغت میں: ملانے اور جمع کرنے کو نکاح کہتے ہیں(مغنی المحتاج ج٣ص١٥٩)

شرعاً : وہ عقد جو انکاح، تزویج یا اس کے ترجمہ سے صحبت کی اباحت کو مشتمل ہو اسے نکاح کہتے ہیں۔(اقناع ج٢ص٦٣)

آیت: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ**(سورۂ نساء ٣) تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو(ترجمۂ قرآن)

حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا: اے نوجوانوں کے گروہ: تم میں سے جو نکاح کے خرچ پر قادر ہو وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح نگاہ کو زیادہ پست کرنے والا اور شرمگاہ کو زیادہ محفوظ رکھنے والا ہے اور جو قادر نہ ہو اسے چاہئے کہ روزے رکھے چونکہ یہ اس کے حق میں وجاء ہے[یعنی خصی ہونے کی طرح ہے یعنی روزے رکھنا ان شاء اللہ بدکاری سے بچنے کا ذریعہ ہو گا]

نکاح کا فائدہ

وفائدته: حفظ النسل وتفريغ مايضر حبسه واستيفاء اللذة والتمتع وهذه(نهاية المحتاج ج٦ص١٧٧)

نکاح کا فائدہ: نسل کی حفاظت کرنا، جس کا روکنا مضر تھا اس کا بہا دینا اور پوری لذت حاصل کرنا۔

مقاصدِ نکاح

خدا تعالیٰ قرآن کریم کے پارہ٢١ میں فرماتے ہیں: **خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً**: یعنی "خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے تم میں

سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے آرام پکڑو اور تم میں دوستی و نرمی رکھ دی" اور فرمایا: نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ یعنی "تمہاری عورتیں (تمہاری اولاد پیدا کرنے کے لئے) بمنزلہ کھیتی ہے۔

(۱) بی بی آرام اور سکون کے لئے بنائی گئی ہے اور غمگسار (غم کی دور کرنے والی) (حاشیۂ أحکامِ سلام) اور ہزاروں افکار میں آرام کا موجب ہے، انسان میں طبعی طور پر دوستی اور محبت کرنا فطری امر ہے اور دوستی اور محبت کے لئے بی بی عجیب و غریب چیز ہے، عورت نازک بدن اور ضعیف الخلقت ہے اور بچوں کو جننے اور گھر کا انتظام رکھنے میں ذمہ دار اور ایک عظیم الشان بازو ہے پس اس کے متعلق رحم سے کام لو، خدا تعالیٰ نے اس کو رحم کے لئے بنایا ہے اس کی غفلتوں اور فطری کمزوریوں سے چشم پوشی کرو۔

(۲) آدمیوں میں قدرتی طور پر شہوت کا مادہ ہے قدرت نے اس کا محل بی بی کو بنایا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عورت کھیتی ہے اور بیج بونے کے قابل ہے جس طرح کھیت کا علاج معالجہ (کام کاج) (حاشیۂ أحکام سلام) ضروری ہوا کرتا ہے اور اس میں خاص غرض ہوا کرتی ہے اسی طرح عورت میں بھی خاص خاص اغراض ہیں جن سے متمتع ہونا چاہئے۔

(۳) عورت ننگ و ناموس اور مال و اولاد کی محافظ اور مہتمم ہے (أحکامِ سلام عقل کی نظر میں ج۲ص ۱۹۱)

نکاح کا حکم

(مردوں میں سے جو شخص نکاح کا محتاج ہو) یعنی صحبت کی خواہش رکھتا ہو (اور اس کے پاس اھبۃ موجود ہو تو اس کے لئے) اپنے دین کی حفاظت کے خاطر (نکاح کرنا مستحب ہے) چاہے عبادت میں مشغول ہو یا نہ ہو (اور جو شخص) نکاح کا (محتاج ہو لیکن) اس کے پاس (اھبۃ موجود نہ ہو تو) اس کے لئے (نکاح کو ترک کرنا مستحب ہے اور نکاح کا مشتاق اپنی شہوت کو روزہ سے توڑدے) آپ ﷺ نے فرمایا: اے نوجوانوں کے گروہ: تم میں سے جو

شخص نکاح کے خرچ پر قادر ہو وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح نگاہ کو زیادہ پست اور شرمگاہ کو زیادہ محفوظ رکھنے والا ہے اور جو قادر نہ ہو اسے چاہئے کہ روزے رکھے چونکہ یہ اس کے حق میں وجاء ہے [یعنی خصی ہونے کی طرح ہے یعنی روزے رکھنا ان شاء اللہ بدکاری سے بچنے کا ذریعہ ہوگا]

اگر روزے رکھنے سے شہوت نہ ٹوٹے تو مہر کو اپنے ذمہ میں باقی رکھے اور نکاح کرے پھر مہر کی ادائیگی پر قدرت ہوتے ہی بیوی کو ادا کرے اور اگر بیوی مہر ذمہ میں باقی رکھنے پر راضی نہ ہو تو نکاح کا مشتاق کسی اور سے مہر ادھار لے کر بیوی کو نقد ادا کرے اور نکاح کرلے (اور جو شخص نکاح کا محتاج نہ ہو اور) اس کے پاس (اھبة بھی نہ ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا مکروہ ہوگا) تاکہ نکاح کے بعد واجب کی ادائیگی میں کوتاہی کا اندیشہ نہ ہو (اور جس کے پاس اھبة موجود ہو درانحالیکہ اس میں) نکاح سے (مانع) جیسے (بوڑھاپا اور دائمی مرض) جیسے نامردی (موجود نہ ہو تو) نکاح کرنا (مکروہ نہ ہوگا) یہ قول معتمد قول کے خلاف ہے معتمد قول یہ ہے کہ مکروہ ہوگا (تحقیق علی عمدة ص٣٠٨) **هذا خلاف المعتمد والمعتمد الكراهة** (أيضاً) (لیکن عبادت میں مشغول ہونا افضل ہوگا بہ نسبت نکاح کرنے کے اگر عبادت میں مشغول نہ ہو تو نکاح کرنا افضل ہوگا) تاکہ فواحش کی طرف مائل نہ ہو،

أهبة کا معنی: آلہ، اوزار، سامان جنگ، ج: أهَبْ (بیان اللسان ص١٠٧) یہاں مراد ہے: مہر اور اس دن کا نان نفقہ،

یہ مذکورہ احکام مرد کے بارے میں بیان ہوئے آگے مصنفؒ عورت کے احکام بیان فرمارہے ہیں:

(بہر حال عورت اگر نکاح کی محتاج ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا مستحب ہے ورنہ) یعنی نکاح کی محتاج نہ ہو اور عبادت میں مشغول ہو تو (مکروہ ہے اور مستحب ہے کہ نکاح کرے باکرہ) سے

(زیادہ بچے جننے والی) سے (خوبصورت عورت) سے (عقلمند عورت) سے (دیندار عورت) سے (اچھے نسب والی عورت سے) جس عورت سے نکاح کرے وہ (عورت قریبی رشتہ دار نہ ہو اجنبیہ ہو یا دور کی رشتہ دار ہو) عورت کا ولود [زیادہ بچے جننے والی] ہونے کی معرفت اسی عورت کے رشتہ دار عورتوں سے ہو گی، مذکورہ بالا عورتوں کی صفتیں جس مرد میں ہوں اس مرد سے عورت کے لئے بھی نکاح کرنا سنت ہے،

قریبی رشتہ دار عورت سے نکاح نہ کرنے کی حکمت

حکمت یہ ہے کہ قریبی رشتہ دار عورت سے ملنے میں شہوت کم ہو گی اس لئے بچہ کمزور و نحیف ہو گا۔

(جب عورت سے نکاح کا ارادہ ہو تو سنت ہے کہ اس کے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کو دیکھے منگنی سے پہلے اگرچہ عورت) مریدِ نکاح کو (اس کی اجازت نہ دے) چونکہ شارع کی اجازت کافی ہے ہتھیلیوں سے مراد: پیٹ اور پشت دونوں ہے،

نکاح کے ارادہ سے چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنے میں کیا حکمت ہے؟

اس میں حکمت یہ ہے کہ چہرہ دیکھنے سے حسن و جمال کا علم ہوتا ہے اور ہتھیلیاں دیکھنے سے بدن کی نزاکت کا۔

(اور مرید نکاح کے لئے جائز ہے بار بار دیکھنا) اگر اس کی حاجت ہو تو تاکہ منظورہ کی ہیئت ظاہر ہو اور نکاح کے بعد ندامت نہ ہو، اور اس طرح عورت کے لئے بھی جائز ہے (چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے علاوہ حصہ کو نہ دیکھے) اس لئے کہ علاوہ حصہ چہرہ اور ہتھیلیوں کے معنی میں نہیں ہے اور نہ اس کی حاجت ہے،

(اور حرام ہے کہ اجنبی مرد اجنبیہ عورت کے کسی حصہ کی طرف دیکھے) اگرچہ بال ہو یا ناخن (چاہے عورت آزاد ہو یا باندی اور امردِ حسن) یعنی امرد حسن کے کسی حصہ کی طرف

دیکھنا حرام ہے (اگرچہ شہوت نہ ہو اور فتنہ سے امن ہو) یہ قول ضعیف ہے معتمد قول یہ ہے کہ شہوت سے امرد حسن کی طرف دیکھنا حرام ہے اور فتنہ سے امن نہ ہونے کی صورت میں دیکھنا حرام ہے، اس کو چھونا اور اس کے ساتھ تنہائی میں رہنا دونوں مطلقاً حرام ہے،

(اور کہا گیا ہے جائز ہے باندی کے ستر کے علاوہ حصہ کو دیکھنا جبکہ فتن سے امن ہو) یہ ضیعف قول ہے (اور) شوہر کے لئے جائز ہے کہ (دیکھے اپنی زوجہ) کی طرف (اور) جس کے لئے باندی سے استمتاع جائز ہے اس کے لئے جائز ہے کہ دیکھے اپنی (باندی کی طرف یہاں تک کہ) باندی کے (ستر کو) بھی دیکھنا جائز ہے چونکہ جب استمتاع جائز ہے تو دیکھنا بدرجۂ اولیٰ جائز (لیکن زوجین میں سے ہر ایک کے لئے مکروہ ہے دوسرے کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا) آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی زوجہ یا باندی سے ہمبستری کرے تو اس کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اس لئے کہ یہ اندھے پن کا سبب ہوتا ہے، کہا گیا ہے دیکھنے والے کے حق میں اندھے پن کا سبب ہوتا ہے اور کہا گیا ہے ہونے والے بچہ یا بچی کے حق میں اندھے پن کا سبب ہوتا ہے، شرمگاہ کو بلاضرورت دیکھنا مکروہِ تنزیہی ہے اور اندرونی حصہ کی طرف دیکھنا مکروہِ تحریمی ہے، انسان کے لئے اپنی شرمگاہ دیکھنا بلاضرورت مکروہِ تنزیہی ہے(متن الغاية مع الكفاية ج٢ص٧٤)(اور غلام اپنے آقانی کی طرف دیکھ سکتا ہے) بشرطیکہ دونوں میں پاکدامنی موجود ہو (اور ممسوح اجنبیہ کی طرف) دیکھ سکتا ہے اسی طرح اجنبیہ ممسوح کی طرف دیکھ سکتی ہے بشرطیکہ دونوں میں عدالت موجود ہو اور شہوت نہ ہوں،

ممسوح: وہ ہے جس کے ذکر اور خصیتین نہ ہوں

(اور مرد اپنے محارمہ کی طرف) اس حصہ کو دیکھ سکتا ہے جو ناف اور گھٹنہ کے درمیانی حصہ کے علاوہ ہے چاہے محارمہ نسبی یا رضاعی یا سسرالی اعتبار سے ہوں (اور عورت اپنے

محرم کی طرف اس حصہ کو) دیکھ سکتی ہے (جو ناف اور گھٹنہ کے درمیانی حصہ کے علاوہ ہے، اور بہرحال عورت کا اپنے شوہر) کے علاوہ (اور اپنے محرم کے علاوہ کی طرف دیکھنا حرام ہے جیسا کہ مرد کا دیکھنا) یعنی اجنبی مرد کا دیکھنا حرام ہے (عورت کی طرف) یعنی زوجہ اور محرمہ کے علاوہ یعنی اجنبیہ عورت کی طرف (اور کہا گیا ہے جائز ہے عورت کے لئے اجنبی مرد کے ستر کے علاوہ حصہ کو) فتنہ سے (امن کی صورت میں دیکھنا) یہ قول ضعیف ہے۔ (اور عورت پر حرام ہے اپنے بدن کے کسی) بھی (حصہ کو مراہق کے لئے کھولنا) وہ بچہ جو بالغ ہونے کے قریب ہو اسے مراہق کہتے ہیں،

(یا) عورت پر حرام ہے اپنے بدن کے کسی بھی حصہ کو (کافرہ عورت کے لئے) کھولنا، آگے مصنفؒ کافرہ عورت پر بدن کے کسی حصہ کو دکھلانے کی حرمت کے بارے میں فرع بیان فرمارہے ہیں:

(لہذا مسلمان عورتوں کو حمامات میں داخل ہوتے وقت بدن کے کسی بھی حصہ کو) کافر عورتوں کے سامنے (کھولنے سے احتراز کرنا چاہئے) چاہے کافر عورتیں حربی ہوں یا ذمی، اللہ تعالیٰ کے فرمان: "أَوْ نِسَائِهِنَّ" کی وجہ سے اور اس لئے کہ کافرہ عورت مسلمان عورتوں میں سے نہیں،

(اور جب دیکھنا حرام ہے تو چھونا) بھی (حرام) اس لئے کہ چھونا زیادہ فحش ہے اور شہوت کو ابھارنے والا ہے (دیکھنا اور چھونا دونوں جائز ہوتے ہیں فصد) اور (حجامت اور علاج کے لئے) بشرطیکہ یہ علاج کسی محرم یا شوہر کی موجودگی میں ہو اور مسلمہ یا غیر مسلمہ ڈاکٹرنی سے علاج کی امید ہو تو غیر مسلم یا مسلم ڈاکٹر کے پاس علاج کرانا حرام ہو گا،

فصد: نشتر چبھو کر خون نکالنے کو کہتے ہیں،

حجامت: پچھنہ لگا کر خون نکالنے کو کہتے ہیں (منية ج ١ ص ٢٥٨)

(اور گواہی دینے) کے لئے (اور) بیع وغیرہ کے (معاملہ) کے لئے جیسے عورت سے نکاح کرنا ہو یا باندی کو خریدنا ہو تو بقدرِ ضرورت صرف دیکھنا جائز ہے جبکہ فتنہ سے امن ہو (اور ان دونوں کے مانند) کسی امر (کے لئے بقدرِ ضرورت) صرف (دیکھنا جائز ہے)

مرد کا مرد کی طرف دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

ستر کے علاوہ پورا بدن دیکھنا جائز ہے اگر فتنہ کا خوف نہ ہو، ہو تو حرام ہے(کفایۃ ج۲ص ۸۰)

امرد کی طرف دیکھنا شہوت سے ہو تو حرام ہو گا، نہ شہوت ہو، اور نہ دیکھنے میں فتنہ کا خوف ہو تو حرام نہ ہو گا، دیکھنا شہوت سے نہ ہو مگر فتنہ کا خوف ہو تو حرام ہو گا صحیح قول کے مطابق اور اکثر لوگوں کا یہی قول ہے(کفایۃ ج۲ص ۸۰) مرد کا مرد کے ساتھ ایک کپڑے یا بستر میں لیٹنا حرام ہے جبکہ ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو(شرح مسلم ج۱ص ۱۵٤) مذکورہ بالا احکام مراہق کے لئے بھی ہیں،

امرد:[جس کو داڑھی مونچھ نہ نکلی ہو اسے امرد کہتے ہیں]

عورت کا عورت کی طرف دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

عورت کا عورت کی طرف دیکھنے کا حکم وہی ہے جو مرد کا مرد کی طرف دیکھنے کا حکم ہے(کفایۃ ج۲ ص ۸۱) لہٰذا ناف سے لیکر گھٹنہ تک کے درمیانی حصہ کے علاوہ پورا بدن دیکھنا جائز ہے اگر فتنہ کا خوف نہ ہو اگر ہو تو حرام ہے،

عورت کا عورت کے ساتھ ایک کپڑے یا بستر میں لیٹنا حرام ہے جبکہ ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو(شرح مسلم ج۱ص ۱۵٤) مذکورہ بالا احکام مراہقہ کے لئے بھی ہوں گے(ترشیح المستفیدین ص۲۹۷) (اور حرام ہے یہ کہ معتدہ عورت کو صراحۃً یا کنایۃً پیغام نکاح دے جب کہ وہ عدت رجعیہ میں ہو) یہ (شوہر کے لئے حرام نہیں ہے) چاہے صراحۃً ہو یا کنایۃً اس لئے کہ اس صورت میں مذکورہ عورت زوجہ کے معنی میں ہے،

پیغامِ نکاح کے صریح الفاظ: میں چاہتا ہوں کہ تیری عدت ختم ہونے پر تجھ سے نکاح کروں،

پیغامِ نکاح کے کنایہ الفاظ: (۱) تو خوبصورت ہے (۲) کون تیرے مانند پائے گا۔

(اور بہر حال تین طلاق) کی وجہ سے (یا خلع) کی وجہ سے (یا وفات کی وجہ سے عدت بائنہ گزارنے والی عورت کو صراحۃً پیغامِ نکاح دینا حرام ہے کنایۃً دینا حرام نہیں ہے) اس لئے کہ اس صورت میں عورت پر شوہر کی ملکیت نہیں ہے (اور حرام ہے دوسرے کے پیغامِ نکاح پر پیغام نکاح بھیجنا جب کہ دوسرے کی اجابت کی صراحت ہوئی ہو) اور دوسرے کا پیغامِ نکاح جائز ہو اور اجابت کی صراحت کا علم ہو مطلب یہ ہیکہ ان قیود کے ساتھ دوسرے کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح بھیجنا حرام ہو گا (مگر دوسرے کی اجازت سے) اس کے پیغام پر پیغام بھیجنا حرام نہ ہو گا اسی طرح (اگر دوسرے کی اجابت کی صراحت نہ ہوئی ہو تو) دوسرے کے پیغام پر پیغام بھیجنا (جائز ہے، اور جس سے پیغامِ نکاح کے بارے میں مشورہ طلب کیا جائے اسے چاہئے کہ اس کے عیوب کو سچائی سے بیان کرے، اور) خاطب ومجیب دونوں کے لئے (مستحب ہے کہ خُطبہ پڑھے خِطبہ سے پہلے) خُطبہ سے مراد نکاح سے پہلے جو پڑھا جاتا ہے: **الحمدلله نحمده و نستعينه الخ** مختصر خطبہ پڑھنا ہو تو کہے: **الحمدلله و الصلوة و السلام على رسول ﷺ الله أوصيكم بتقوى الله:** - میں آپ کے پاس آپ کی بیٹی مثلاً عائشہ کے لئے پیغام لے کر آیا ہوں پھر ولی ویسا ہی خطبہ پڑھے اور کہے: آپ سے اعراض نہیں یا اس کے مانند۔

(اور عقد سے پہلے) ایک مرتبہ اور خطبہ مستحب ہے (اور) مستحب ہے (ولی کا زوج سے کہنا کہ میں آپ کا نکاح کرتا ہوں اس چیز پر جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یعنی معروف کے ساتھ روکنا یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا)

(اور اگر ولی ایجاب کے وقت خطبہ دے پھر شوہر کہے: **الحمدلله والصلوة والسلام علی رسول الله قبلت**) تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر میں نے نکاح قبول کیا (تو) عقد (صحیح ہو جائے گا) مطلب یہ ہیکہ شوہر کے قبلت کہنے سے پہلے حمد وصلوۃ کا ذکر کرنا صحت عقد کے لئے مضر نہیں ہے اس لئے کہ یہ فاصلہ تھوڑا ہے اور مقدماتِ قبول میں سے بھی ہے لہٰذا فاصلہ شمار نہ ہو گا (لیکن اس صورت میں حمد وصلوۃ کا ذکر کرنا مستحب نہیں ہے اور کہا گیا ہے مستحب ہے) اور یہی قولِ معتمد ہے،

نکاح کے ارکان

(نکاح کے لئے ارکان ہیں) ان میں سے (پہلا) رکن ہے (صیغہ ٔ صریحہ) یعنی ایسے الفاظ استعمال ہوں جو ولی کی جانب سے صراحةً ایجاب پر اور شوہر کی جانب سے صراحةً قبول پر مشتمل ہوں (اگرچہ عربی زبان کو اچھی طرح جاننے والے کا صیغہ عجمی زبان میں ہو) مطلب یہ ہیکہ عربی داں عجمی زبان میں صیغہ ٔ صریحہ استعمال کرے تب بھی نکاح صحیح ہو گا معنی کا اعتبار کرتے ہوئے، قرۃ العین اور فتح المعین کی عبارت بھی مصنف کی مذکورہ عبارت سے متقارب ہے : **وصح النكاح بترجمة أى ترجمة أحد اللفظين بأى لغة ولو ممن يحسن العربية لكن يشترط أن يأتى بما يعده أهل تلك اللغة صريحا فى لغتهم الخ**

(کنایہ صیغہ سے) نکاح صحیح (نہ ہو گا) اس لئے کہ کنایہ صیغہ نیت کا محتاج ہوتا ہے، نکاح (صحیح نہ ہو گا مگر ایجاب منجز سے) منجز یعنی: معلق نہ کرے (اور ایجاب کا صریح صیغہ صرف زوجتک أو أنکحتک ہے) یعنی ولی شوہر سے کہے: میں نے آپ کی شادی کرادی یا کہے: میں نے آپ کا نکاح کرادیا، اس لئے کہ یہ ہی دو لفظ نکاح کے بارے میں وارد ہوئے ہیں، آگے مصنف ایجاب کی طرح قبول کی تفسیر بیان فرمارہے ہیں:

(اور) نکاح صحیح نہیں ہوتا مگر (فوراً قبول کرنے سے) یعنی طویل خاموشی یا کلام اجنبی کے ذریعہ فاصلہ کئے بغیر شوہر کی جانب سے قبول ہو (اور قبول: تزوجت أو نکحت أو قبلت

نكاحها أو تزويجها کہنے کو کہتے ہیں) یعنی شوہر کہے: میں نے شادی کی، یا کہے: میں نے نکاح کیا، یا کہے: میں نے اس کے نکاح کو قبول کیا، یا کہے: میں نے اس سے شادی کرانے کو قبول کیا (اگر شوہر) صرف لفظِ (قبلت پر اقتصار کرے تو نکاح صحیح نہ ہو گا) **و كذلك لايكفي قبلت النكاح من غير اضافة اليها وفي الروضة كأصلها أنه يكفي قبلت هذا النكاح**(فيض ج۲ص۱٦۲) اسی طرح صحیح نہ ہو گا شوہر کا اضافت کے بغیر کہنا کہ میں نے نکاح قبول کیا اور روضہ میں ہے اس کی اصل کی طرح میں نے قبول کیا اس نکاح کو کہنا کافی ہے،

(اور اگر شوہر) ولی سے (کہے میرا نکاح) آپ کی فلانی بیٹی کے ساتھ (کراؤ اور ولی کہے میں نے آپ کا نکاح کر دیا تو) عقد (صحیح ہو گا) اگر ولی شوہر سے کہے: کہہ میں نے اس سے [یعنی مثلاً ولی کی بیٹی سے] نکاح کیا تو اس طرح نکاح صحیح نہ ہو گا اس لئے کہ اس میں لفظ بولنے کو کہا ہے لڑکی کو نکاح میں دیا نہیں ہے،

ارکانِ نکاح میں سے (دوسرا) رکن ہے (گواہوں کا موجود ہونا لہٰذا نکاح صحیح نہ ہو گا مگر دو گواہوں کی موجودگی میں) آگے مصنف گواہوں کے شرائط بیان فرمارہے ہیں:

(جو مذکر) ہوں لہٰذا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں تو نکاح صحیح نہ ہو گا (آزاد) ہوں دو غلام گواہ ہوں تو صحیح نہ ہو گا (سننے والے) ہوں گواہ بہرے ہوں تو صحیح نہ ہو گا (دیکھنے والے) ہوں گواہ نابینا ہوں تو صحیح نہ ہو گا (ایجاب و قبول کرنے والوں کی زبان کو جاننے والے) ہوں نہ جاننے والے گواہ بن جائے تو نکاح صحیح نہ ہو گا (مسلمان) ہوں گواہ کافر ہو تو نکاح صحیح نہ ہو گا اور (عادل ہوں اگرچہ گواہ کی عدالت پوشیدہ ہو) مطلب یہ ہیکہ عدالت کا ہر ایک کے سامنے ظاہر ہونا ضروری نہیں ہے چونکہ ہر ایک کے سامنے ظاہر ہونا دشوار ہے، ارکان نکاح میں سے (تیسرا) رکن ہے (ولی کا ہونا) عورت کے لئے (لہٰذا نکاح صحیح نہ

ہو گا مگر ولی سے) لہٰذا عورت عقد نکاح نہ کرے گی اگر چہ ولی کی اجازت ہو نہ ایجاب کرے گی اور نہ قبول۔ آگے مصنف ولی کے شرائط بیان فرمار ہے ہیں:

(جو مذکر) ہو (مکلف) ہو (آزاد) ہو (مسلمان) ہو (ثقہ) ہو اور (کامل العقل ہو) آگے مصنف ان شرائط کے محترزات بیان فرمار ہے ہیں:

(عورت) کے لئے ولایت نہیں ہے اس لئے کہ مذکر ہونا شرط ہے اور (بچہ) کے لئے اور (پاگل) کے لئے ولایت نہیں ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کامل العقل نہیں ہے اور کامل العقل ہونا شرط ہے اور (غلام) کے لئے ولایت صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس میں غلامیت کا نقص ہونے کی وجہ سے وہ ولایت کے قابل نہیں رہا چونکہ ولایت کا مقام عظیم ہے اور (کافر) کے لئے ولایت نہیں ہے مسلمہ پر اختلافِ دین کی وجہ سے اور (فاسق) کے لئے ولایت نہیں ہے اور (سفیہ) کے لئے ولایت نہیں ہے، سفیہ یعنی جس پر حجر لگایا گیا ہو، مفلس کا حجر ولایت کو مانع نہ ہو گا (اور اس شخص کے لئے ولایت نہیں ہے جس کی عقل میں فتور آیا ہو عمر رسیدہ ہونے) کی وجہ سے (اور تھوڑا سا پاگل پنہ آنے کی وجہ سے) چونکہ کامل العقل ہونا شرط ہے (اور نابینا ہونا) ولایت کے لئے (نقصان دہ نہیں ہے، کافر اپنی مولیہ کافرہ کا ولی بن سکتا ہے اور مسلم کافرہ کا ولی نہیں بن سکتا مگر آقا اپنی کافرہ باندی کا) ولی بن سکتا ہے (اور بادشاہ ذمی عورتوں کا) ولی بن سکتا ہے جبکہ ان کا کافر ولی نہ ہو اگر چہ دور کا (بہر حال مسلمہ باندی کا نکاح اس کا آقا کرا سکتا ہے اگر چہ فاسق ہو) اس میں عدالت شرط نہیں ہے، آقا کا نکاح کرانا ملکیت کی وجہ سے ہے نہ کہ ولایت کی وجہ سے (اگر باندی عورت کی ہو تو اس باندی کا نکاح کرائیں گے اس کی سیدہ کا نکاح کرانے والے) یعنی عصباتِ نسبی یا عصباتِ ولاء ترتیب سے (سیدہ کی اجازت سے، اگر آقانی غیر سمجھدار ہو) بچپنے کی یا جنون یا سفاہت کی وجہ سے (تو باندی کا نکاح آقانی کا باپ کرے یا) باپ نہ ہو تو (آقانی کے دادا

کرے، بہر حال آزاد عورت کا نکاح اس کے عصبات کرائیں گے اور عصبات میں ولایت کا حق سب سے پہلے باپ کا ہے پھر دادا) کا (پھر) حقیقی (بھائی) کا پھر علاتی بھائی کا اخیافی بھائی کو ولایتِ نکاح کا حق نہیں ہے (پھر) حقیقی (بھائی کا بیٹا) ولایت کا حقدار ہے (پھر) حقیقی (چچا) حقدار ہے پھر علاتی چچا (پھر) حقیقی (چچا کا بیٹا) حقدار ہے پھر علاتی چچا کا بیٹا (پھر) عصبات نسبی موجود نہ ہونے کی صورت میں (آزاد کرنے والا) حقدار ہے (پھر معتق کے عصبہ) حقدار ہے چاہے مرد ہو یا عورت (پھر معتق کا معتق) حقدار ہے (پھر معتق کے معتق کے عصبہ) حقدار ہے (پھر حاکم، اولیاء میں سے کوئی ولی نکاح نہیں کرا سکتا درانحالیکہ وہاں اس سے اقرب ولی موجود ہو) یعنی قریبی ولی کی موجودگی میں بعد والا ولی نہیں بن سکتا (اگر درجہ میں دونوں برابر ہوں) جیسے دو بھائی (اور حال یہ ہو کہ ان دونوں میں سے ایک کا واسطہ ماں اور باپ دونوں سے ہو اور دوسرے کا) واسطہ صرف (باپ سے ہو تو وہ ولی شمار ہو گا جس کا واسطہ ماں اور باپ دونوں سے ہے) مثلاً دو بھائی میں حقیقی بھائی ولی شمار ہو گا نہ کہ علاتی بھائی (اور اگر دونوں) حقیقی یا علاتی اعتبار سے بھی (برابر ہوں) یعنی دونوں حقیقی بھائی ہوں یا علاتی (تو مستحب یہ ہو گا کہ دونوں میں سے اس کو) ولایت کے لئے (مقدم کیا جائے جو عمر رسیدہ ہو) اور دونوں میں جو (مسائلِ نکاح کا زیادہ جانکار) ہو (اور) دونوں میں جو (زیادہ متقی ہو، اگر دوسرا) شخص مثلاً دوسرا وہ بھائی (نکاح کرائے) جس میں مذکورہ اوصاف نہ ہوں (تو) عقد نکاح (صحیح ہو گا) کیونکہ اس کی بھی ولایت ثابت ہے (اور اگر دونوں) صفات میں برابر ہونے کی وجہ سے (آپس میں ولایت کے سلسلہ میں بخل کرے) یعنی ولایت کو اپنے لئے اختیار کرے (تو قرعہ اندازی کرے) واجب ہے تا کہ اختلاف دور ہو، قرعہ اندازی سے (جس کے نام کا قرعہ نکلے اس کے علاوہ) وہ (شخص) جس کے نام کا قرعہ نہیں نکلا (اگر نکاح کرائے تو بھی) عقد نکاح (صحیح ہو گا) کیونکہ قرعہ سے ولایت سلب

نہیں ہوتی چونکہ قرعہ تو اختلاف دور کرنے کے لئے ہے (مذکورہ بالا موانع میں سے کسی مانع کے پائے جانے کی وجہ سے اگر کوئی ولی ولی ہونے کے اعتبار سے نکل جائے تو اولیاء میں سے اس کے بعد والے ولی کی طرف ولایت منتقل ہو گی) مطلب یہ ہیکہ جس ولی میں مانع ولی پایا جائے تو اسے ولی شمار نہ کرتے ہوئے اس کی ولایت بعد والے کی طرف منتقل ہو گی (اور جب آزاد عورت اپنے برابر کے آدمی سے عقدِ نکاح کو ولی سے طلب کرے) یعنی اپنے ولی سے کہے فلاں آدمی سے میرا نکاح پڑھاؤ (تو ولی پر لازم ہو گا) عورت کی حفاظت کے پیشِ نظر (اس کا نکاح کرانا، اگر ولی عورت کو نکاح سے منع کرے) یعنی منع ثابت ہو جائے (حاکم کے سامنے، یا ولی مسافتِ قصر کی مقدار) مسافت (میں غائب ہو) مطلب یہ ہیکہ عورت کو اپنے برابر آدمی سے نکاح کرانے کی حاجت لاحق ہو اور ولی مسافت قصر کی مقدار مسافت میں ہو (یا ولی نے) حج یا عمرہ کا (احرام باندھا ہو) مطلب یہ ہیکہ جس وقت عورت اپنے برابر آدمی سے نکاح کرانے کی حاجت پیش کرے اس وقت ولی محرم ہو (تو) مذکورہ صورتوں میں (حاکم اس عورت کا نکاح کرائے) اس لئے کہ عورت کی طرف سے نکاح کرانے کی حاجت پیش ہونے کی صورت میں ولی پر اس کا نکاح کرانا لازم ہے لہٰذا ولی جب منع کرے تو حاکم اس لزوم کو پورا کرے (اور ولایت بعد والے) ولی (کی طرف منتقل نہ ہو گی اور اگر ولی مسافت قصر سے کم) مسافت (میں غائب ہو) یعنی ولی مسافت قصر سے کم مسافت میں ہو (تو حاکم) مذکورہ عورت کا (نکاح نہ کرائے مگر ولی کی اجازت سے) اس لئے کہ مسافت قصر سے کم مسافت میں رہنا حاضر رہنے کی طرح ہے،

(اور ولی کے لئے جائز ہے کہ مولیہ کا نکاح کرانے میں کسی کو وکیل بنائے) اس لئے کہ ولایت ولی کا حق ہے لہٰذا اس میں استنابت جائز قرار دی گئی (اور جائز نہیں ہے کہ) ولی اپنی مولیہ کا نکاح کرانے میں (کسی کو وکیل بنائے مگر ایسے شخص کو) وکیل بنائے تو جائز ہے

(جس کا ولی بننا جائز ہو) شرائط ولی سے متصف ہونے کی وجہ سے اس لئے کہ ولایت نکاح کو لازم وثابت کرنے والی چیز ہے، لہٰذا جس شخص کو وکیل بنایا جائے اس کا ان شرائط سے متصف ہونا ضروری ہے جن شرائط کا ولی میں اعتبار کیا گیا ہے،

(اور شوہر کے لئے جائز ہے کہ) نکاح (قبول کرنے میں کسی ایسے شخص کو وکیل بنائے جس کا خود اپنے لئے نکاح قبول کرنا جائز ہو) لہٰذا بچہ کو وکیل بنانا جائز نہ ہوگا اس لئے کہ جب اس کا خود کے لئے نکاح قبول کرنا صحیح نہیں تو دوسرے کے لئے بدرجۂ اولیٰ صحیح نہیں، اسی طرح عورت اور مُحرم کو وکیل بنانا جائز نہ ہوگا اس لئے کہ جب ان کا خود کے لئے قبول کرنا صحیح نہیں تو دوسرے کے لئے بدرجۂ اولیٰ صحیح نہ ہوگا (اگرچہ غلام) کو اس کے آقا کی اجازت کے بغیر وکیل بنایا گیا (ہو) صحیح ہوگا (اور درست نہیں ولی کے لئے اور نہ وکیل کے لئے اپنے لئے نکاح کا ایجاب) اس لئے کہ اس صورت میں قابل وموجب کا اتحاد "ایک ہونا" لازم آتا ہے جب کہ حدیث میں وارد ہے: نکاح نہیں مگر چار افراد سے: خاطب، ولی اور شاہدین (اگر عورت کے ولی کا اس سے نکاح کا ارادہ ہو تو دوسرے اپنے درجہ کے ابن عم کو عقد سپرد کردے اگر اس کے درجہ کا ولی نہ ہو تو قاضی اس کا نکاح کرائے گا)

(اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ ایک ہی نکاح میں ایجاب وقبول کا ولی بنے مگر مجبر) کے لئے جائز ہے (اپنی پوتی کا نکاح پوتے کے ساتھ کرانے میں) ایجاب وقبول کا ولی بنے۔ مجبر کی ولایت قوی اور شفقت کامل ہونے کی بنا پر، اس کی صورت یہ ہے کہ ولی پہلی مرتبہ میں اس طرح کہے کہ: میں نے میری اس پوتی کا میرے اس پوتے کے ساتھ نکاح کرایا اور دوسری مرتبہ میں اس طرح کہے: اور میں نے اس کے لئے قبول کیا،

آگے مصنف ولی کی قسمیں بیان فرمارہے ہیں:

(پھر ولی کی دو قسمیں ہیں) (۱) (ولی مجبر اور) (۲) (ولی غیر مجبر، ولی مجبر باپ اور دادا کو کہتے ہیں خصوصاً صرف باکرہ کا نکاح کرانے میں) باکرہ چاہے بالغہ ہو یا نابالغہ، مطلب یہ ہیکہ باپ اور

دادا ہی کی خصوصیت ہے کہ ان کے لئے صرف باکرہ لڑکی کا نکاح جبراً یعنی اس کی رضامندی کے بغیر کرنا جائز ہوتا ہے (اور اس طرح آقا کو اپنی باندی کے بارے میں مطلقاً) جواز ہے، یعنی باندی باکرہ ہو یا ثیبہ، چھوٹی ہو یا بڑی آقا کے لئے نکاح کرانا اس کی رضامندی کے بغیر جائز ہے (اور ولی مجبر کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے جائز ہے کہ وہ باکرہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کفو کے ساتھ کرے) ولی مجبر کے لئے باکرہ کا نکاح جائز ہے مگر چند شرائط کے ساتھ وہ یہ: (۱) باپ یا دادا اور باکرہ لڑکی میں ظاہر اُدشمنی نہ ہو (۲) کفو کے ساتھ نکاح ہو (۳) مہرِ مثل سے نکاح ہو (۴) شوہر مہر کی ادائیگی سے تنگ دست نہ ہو (۵) ایسے شخص سے نکاح نہ کرادے جس کے ساتھ زندگی گزارنے میں ضرر ہو جیسے نابینا ہو یا بہت بوڑھا ہو [وغیرہ] (ألفاظ أبی شجاع مع قناع ج۲ ص۷۷)

(اور ولی غیر مجبر کے لئے) باکرہ کا (نکاح کرانا جائز نہیں ہوتا مگر باکرہ کی رضامندی اور اجازت سے) کرانا جائز ہوتا ہے،

آگے مصنف ولی مجبر کی بنیاد پر جزئی مسئلہ بیان فرمارہے ہیں:

(جب لڑکی باکرہ ہو تو باپ یا دادا کے لئے جائز ہے) کمالِ شفقت کی بنا پر (اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرانا لیکن باکرہ بالغہ ہو تو اس کی اجازت طلب کرنا مستحب ہے اور اس کی اجازت خاموشی ہے) یعنی اجازت طلب کرنے پر اس کا خاموش رہنا اجازت شمار ہوگی،

باکرہ: وہ لڑکی جس سے ہمبستری نہ کی گئی ہو اسے باکرہ کہتے ہیں چاہے وہ بالغہ ہو یا نابالغہ ہو چاہے پیدائشی بلا بکارت ہو یا بکارت زائل ہوگئی ہو جیسے گرنے سے (اور بہر حال ثیبہ عاقلہ) یعنی ثیبہ عقل مند (کا نکاح کوئی ولی نہیں کر سکتا، اس میں یکساں ہیں باپ، دادا اور ان دونوں کے علاوہ کوئی) اور ولی (مگر بالغہ ہونے کے بعد اس کی لفظی اجازت سے) مطلب یہ ہیکہ خاموشی اجازت شمار نہ ہوگی اور اسی طرح سر وغیرہ سے کیا ہوا اشارہ بھی کافی نہ ہوگا (اور بہر حال) ثیبہ کا (بالغہ ہونے سے پہلے کسی بھی صورت میں) یعنی چاہے اجازت ہو تب بھی

کوئی (نکاح نہیں کرا سکتا) اس لئے کہ بالغہ ہونے سے پہلے کی اجازت کا اعتبار ہی نہیں ہے،
یہ ثیبہ عاقلہ کا حکم بیان ہوا آگے مصنف ثیبہ مجنونہ کا حکم بیان فرما رہے ہیں:
(اور اگر ثیبہ مجنونہ چھوٹی) یعنی نابالغہ (ہو تو باپ یا) باپ کی غیر موجودگی میں (دادا اس کا نکاح کرا سکتے ہیں) مصلحت کی بنا پر [اور اس صورت میں اس کی اجازت لینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا چونکہ یہ اہل نہیں ہے] (اقناع ج ۲ ص ۷۸) (یا) ثیبہ مجنونہ (بڑی) یعنی بالغہ (ہو تو باپ یا) باپ کی غیر موجودگی میں (دادا یا) دادا کی غیر موجودگی میں (حاکم اس کا نکاح کرا سکتا ہے لیکن حاکم اس کا نکاح) اس مذکورہ بڑی کی صرف (حاجت کی صورت میں کرا سکتا ہے اور باپ اور دادا اس کا نکاح) اس کو لاحق (حاجت اور مصلحت) دونوں (کی بنا پر کرا سکتا ہے)
پاگل آدمی کا نکاح باپ یا دادا صرف حاجت کی صورت میں کرا سکتے ہیں (باندی اور مکاتبہ کا نکاح کرانا آقا پر لازم نہیں اگرچہ وہ دونوں) نکاح کا مطالبہ (کرے) باندی کا اس لئے لازم نہیں کہ اس سے مقاصدِ ملک میں تشویش ہوگی اور اس کی قیمت میں نقص ہوگا، اور مکاتبہ کا اس لئے نہیں کہ احتمال ہے کہ بدلِ کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو جائے اور نکاح کی صورت میں ناقص آقا کی طرف لوٹے، مصنف بیانِ اولیاء سے فارغ ہوئے اب آگے کفاءۃ کو بیان فرما رہے ہیں:
(اور اولیاء میں سے کوئی ولی کسی عورت کا نکاح کفو کے بغیر نہیں کرا سکتا مگر اس عورت کی رضامندی اور تمام اولیاء کی رضامندی سے) کفو کے بغیر کسی عورت کا نکاح اس کا ولی کرا سکتا ہے، اولیاء کی رضامندی سے مراد وہ اولیاء جن کے لئے عقد نکاح کے وقت ولایت ثابت ہو اور جب ان میں سے کسی ایک کے لئے ولایت کا ثبوت ہو تو اس ایک کی رضامندی مراد ہے، اس کے بعد والے ولی کی رضامندی مراد نہیں ہے لہٰذا بعد والے کی عدم رضامندی صحت نکاح کے لئے مانع نہ ہوگی،

(اور اگر اس عورت کا ولی حاکم ہو تو وہ کسی بھی صورت میں اس کا نکاح کفو کے بغیر نہیں کر اسکتا اگر چہ عورت کی رضامندی ہو) اس لئے کہ حاکم وقت ہونے کی وجہ سے اس پر اس عورت کی رعایت کو ملحوظ رکھنا لازم ہوتا ہے اور وہ ہے کفو کے ساتھ نکاح کرانا،

(اور اگر عورت غیر کفو سے نکاح کو طلب کرے تو ولی پر اس کا نکاح کرانا لازم نہیں ہے) مطلب یہ ہیکہ عورت ایسے آدمی سے نکاح کرنے کو طلب کرے جو اس کا کفو نہیں تو ولی پر اس آدمی سے عورت کا نکاح کرانا لازم نہیں ہے اس لئے کہ ولی کا حق کفائت میں ہے لہٰذا اسقاطِ کفائت میں اس کی رضا لازم ہو گی (اور اگر عورت کفو) کا یعنی اپنے برابر کسی آدمی سے نکاح (کا انتخاب کرے اور ولی) دوسرے (کفو کا انتخاب کرے) یعنی عورت نے اپنے برابر جس آدمی سے نکاح کا انتخاب کیا ہے ولی اس منتخب آدمی کے علاوہ عورت کے برابر کسی دوسرے آدمی کا انتخاب کرے (تو ولی نے جس آدمی کا انتخاب کیا ہے وہ آدمی زیادہ حقدار ہو گا) کہ اس کے ساتھ اس عورت کا نکاح کرایا جائے، اس لئے کہ منتخب کرنے میں ولی کی دوراندیشی اکمل ہوتی ہے بہ نسبت عورت کی دور اندیشی کے اگر ولی مجبر ہو تو یعنی ولی کا منتخب آدمی اس صورت میں زیادہ حقدار ہو گا جب کہ ولی مجبر ہو ورنہ عورت نے جس آدمی کا انتخاب کیا ہے اس کے علاوہ سے نکاح کرانا جائز نہیں (اور کفاءۃ نسب) میں قابل اعتبار ہے اور (دین) میں اور (آزادی) میں اور (کاریگری) میں (اور ان عیوب سے صحیح سالم ہونے میں) قابل اعتبار ہے (جو) عیوب (خیار کو ثابت کرتی ہیں) جیسے جذام اور برص وغیرہ کی بیماری اور پاگل پن اور نامردی وغیرہ، مطلب یہ ہیکہ مذکورہ چیزوں میں سے جو چیز عورت میں ہو اسی کے مساوی چیز مرد میں بھی ہو اسے کفو کہتے ہیں، آگے مصنف مذکورہ بالا کفاءۃ کی قابلِ اعتبار پانچ چیزوں کی بنیاد پر فروعی مسائل بیان فرمارہے ہیں،

(عجمی عربیہ کا کفو نہ ہو گا) اس لئے کہ عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل ہے (اور غیر ہاشمی و غیر (مطلبی ہاشمیہ یا مطلبیہ لڑکی کا) کفو (نہ ہو گا) اگر چہ لڑکا قریشی ہو اس لئے کہ ہاشمی اور

مطلبی کو عرب کے دیگر افراد پر فضیلت حاصل ہے (اور فاسق عفیفہ کا) کفو (نہ ہوگا) اگرچہ فاسق نے توبہ کی ہو اس لئے کہ دینی اعتبار سے دونوں میں مساوات نہیں ہے شرط یہ ہے کہ زوج مردود الشہادۃ فاسق نہ ہو (اور غلام آزاد عورت کا) کفو (نہ ہوگا) اس لئے کہ غلام حریت کے اعتبار سے مساوی نہیں ہے (اور عتیق) یعنی غلامی سے آزاد کیا ہوا شخص اصلیت کے اعتبار سے آزاد عورت کا کفو (نہ ہوگا، یا وہ شخص جس کے باپ کو غلامی نے چھویا ہو) یعنی کسی زمانہ میں اس کا باپ غلام تھا اور پھر آزاد ہو گیا وہ شخص (اصلیت کے اعتبار سے آزاد عورت کا) کفو (نہ ہوگا، اور ادنیٰ پیشہ والا اعلیٰ پیشہ والے کی لڑکی کا) کفو (نہ ہوگا، جیسے درزی تاجر کی بیٹی کا) کفو نہ ہوگا اس لئے کہ پیشہ کے اعتبار سے دونوں مساوی نہیں ہے (جس عیب سے خیار ثابت ہوتا ہے اس عیب سے متصف معیوب شخص مذکورہ عیب سے صحیح سالمہ عورت کا) کفو (نہ ہوگا) اس لئے کہ عیب سے صحیح سالم ہونے میں کفو کا اعتبار کیا گیا ہے، دورِ حاضر کی بیماری ایڈز وغیرہ بھی خیار کو ثابت کرنے والے مذکورہ عیوب میں شمار ہوگی (اور مالداری کا) کفائت میں (اعتبار نہیں ہے) اس لئے کہ اہل بصیرت لوگوں کے نزدیک کثرتِ مال قابل افتخار نہیں لہٰذا مالدار عورت کے لئے تنگ دست شخص کفو ہوگا (اور بوڑھاپے کا) کفائت میں اعتبار (نہیں ہے) لہٰذا بوڑھا جوان عورت کا کفو ہوگا،

(جب ولی عورت کا غیر کفو سے نکاح کرائے عورت کی رضامندی) کے بغیر (اور ان اولیاء کی رضامندی کے بغیر جو) اولیاء (اس) نکاح کرانے والے (ولی کے درجہ میں ہے) مثلاً ایک سے زائد حقیقی بھائیوں کو ولایت حاصل ہونے کی وجہ سے ان میں سے ایک نے غیر کفو سے عورت کا نکاح کرایا عورت کی اور اپنے درجہ کے دوسرے حقیقی بھائیوں کی رضامندی کے بغیر (تو یہ نکاح باطل ہوگا، اور اگر) نکاح کرانے والے ولی کے درجہ کے اولیاء کے ساتھ (عورت راضی ہو) کفو کے بغیر نکاح کرانے سے (تو بعد والے ولی کو) عدمِ کفاءۃ کے بارے میں (اعتراض کا حق نہیں ہے) اس لئے کہ کفائت عورت اور اولیاء کا حق ہے اور وہ

اپنے حق کو چھوڑنے پر راضی ہیں لہٰذا رضامندی کی صورت میں غیر کفو سے کیا ہوا نکاح باطل نہ ہوگا (اور جب باپ یا دادا کو) عقلمند (چھوٹے بچہ کا نکاح کرانے میں) آثار و قرائن سے (مصلحت معلوم ہو تو اس کا) یعنی چھوٹے بچہ کا مراد نابالغ کا (نکاح کرائے، اور ولی کے لئے جائز نہیں ہے کہ عقلمند بچہ کا باندی کے ساتھ نکاح کرائے اور) یہ بھی ولی کے لئے (جائز نہیں ہے) کہ عقلمند بچہ کا (معیوبہ کے ساتھ) نکاح کرائے، اس لئے کہ معیوبہ کے ساتھ نکاح کرانے میں مصلحت نہیں ہے،

(اور اگر مریدِ نکاح) یعنی جو شخص نکاح کا ارادہ رکھتا ہو وہ (سفیہ) ہو یعنی غیر سمجھدار ہو یا مرید نکاح وہ شخص ہو جس پر سفاہت کی وجہ سے حجر لگایا گیا ہو (یا مجنون مطبق ہو) یعنی ایسا پاگل ہو جس کا پاگل پنہ ختم نہ ہوتا ہو بلکہ دائمی ہو (یا) مرید نکاح مجنون غیر مطبق ہو یعنی اس کا پاگل پنہ دائمی نہ ہو لیکن (وہ نکاح کی حاجت رکھتا ہو تو باپ یا) باپ نہ ہو تو (دادا یا) دادا نہ ہو تو (حاکم اس کا) یعنی سفیہ یا مجور علیہ کا یا مجنون مطبق یا غیر مطبق کا اس کے دین کی حفاظت اور مصلحت کی رعایت کے پیشِ نظر (نکاح کرائے اگر مذکورہ اولیاء) یعنی بالترتیب جس کو ولایت حاصل ہوئی اگر وہ (سفیہ کو) عقد نکاح کی (اجازت دے اور پھر سفیہ خود اپنا عقد نکاح کرے تو صحیح ہوگا) اس لئے کہ غیر اموال کے اعتبار سے سفیہ صحیح العبارۃ ہے لہٰذا صحیح قرار دیا گیا،

(اور اگر سفیہ اجازت کے بغیر) خود اپنا (عقد نکاح کرلے تو باطل ہوگا، اور اگر سفیہ) حجر سے پہلے یا بعد اپنی بیویوں کو (کثرت سے طلاق دیتا ہو تو اپنے لئے ایک باندی خریدے) تا کہ اس سے وطی کرے (چھوٹے غلام کا نکاح آقا کرا سکتا ہے) اس لئے کہ عبدِ صغیر خود سے تصرف کا مالک نہیں ہوتا (اور بڑا) غلام (آقا کی اجازت سے) اپنا (نکاح کر سکتا ہے) اس لئے کہ منع آقا کے حق کی وجہ سے ہے اور آقا کے اجازت دینے سے آقا کا حق ختم

ہو گیا لہٰذا اجازت کی صورت میں نکاح کرنا جائز قرار دیا گیا (اور آقا کے لئے جائز نہیں ہے غلام پر نکاح کے لئے زبردستی کرنا) کیونکہ غلام نکاح کے بعد طلاق کے ذریعہ نکاح ختم کرنے کا مالک ہو گا لہٰذا نکاح کے لئے اجبار ناجائز قرار دیا گیا (اور غلام کے لئے) بھی جائز (نہیں ہے آقا پر نکاح کے لئے زبردستی کرنا) ملک کے فوائد و مقاصد میں مخل ہونے کی وجہ سے۔

(فصل)

(يَجِبُ تَسْلِيمُ الْمَرْأَةِ عَلَى الْفَوْرِ إِذَا طَلَبَهَا فِي مَنْزِلِ الزَّوْجِ إِنْ كَانَتْ تُطِيقُ الْإِسْتِمْتَاعَ فَإِنْ سَأَلَتِ الْإِنْتِظَارَ أُنْظِرَتْ وَأَكْثَرُهُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَإِنْ كَانَتْ أَمَةً لَمْ يَجِبْ تَسْلِيمُهَا إِلَّا بِاللَّيْلِ وَهِيَ بِالنَّهَارِ عِنْدَ السَّيِّدِ وَالْمُسْتَحَبُّ أَنْ يَأْخُذَ الزَّوْجُ بِنَاصِيَتِهَا أَوَّلَ مَا يَلْقَاهَا وَيَدْعُوْ بِالْبَرَكَةِ وَيَمْلِكُ الْإِسْتِمْتَاعَ بِهَا مِنْ غَيْرِ إِضْرَارٍ وَلَهُ أَنْ يُسَافِرَ بِهَا إِنْ كَانَتْ حُرَّةً وَلَهُ أَنْ يَعْزِلَ عَنْهَا حُرَّةً كَانَتْ أَوْ أَمَةً لٰكِنِ الْأَوْلَى أَنْ لَا يَفْعَلَ وَلَهُ أَنْ يُلْزِمَهَا بِمَا يَتَوَقَّفُ الْإِسْتِمْتَاعُ عَلَيْهِ كَالْغُسْلِ مِنَ الْحَيْضِ وَبِمَا يَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ كَمَالُ اللَّذَّاتِ كَالْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَالْإِسْتِحْدَادِ وَإِزَالَةِ الْأَوْسَاخِ)

(فصل)

زوجہ کو شوہر کے سپرد کرنے نہ کرنے کے بارے میں

(جب شوہر زوجہ کو اپنے گھر میں طلب کرے تو فوری طور پر واجب ہے) شوہر کے (سپرد کرنا بشرطیکہ زوجہ ہمبستری کے قابل ہو)

تسلیم [یعنی سپرد کرنے] کے تین شرائط ہیں: (۱) شوہر کا طلب کرنا اگر طلب نہ کرے تو تسلیم واجب نہ ہو گی (۲) شوہر کے گھر میں طلب کرنا چاہے گھر عاریت کا ہو یا اجرت پر لیا ہو اپنے گھر کے علاوہ میں طلب کرے تو تسلیم واجب نہ ہو گی (۳) زوجہ ہمبستری کے قابل ہو اگر قابل نہ ہو تو تسلیم واجب نہ ہو گی،

(اگر زوجہ) تسلیم کے لئے (مہلت مانگے تو اسے مہلت دی جائے) یعنی اصح قول کے مطابق شوہر پر واجب ہوگا اسے مہلت دینا (اور اس کی) یعنی مہلت کی (زیادہ سے زیادہ مدت تین دن ہے) اگر تین دن سے زائد مہلت طلب کرے تو قبول نہ کرے اس لئے کہ تین دن کی مہلت عرفِ شرع میں معتبر ہے (اگر منکوحہ باندی ہو تو آقا پر واجب نہیں ہے اسے) شوہر کے (سپرد کرنا مگر رات میں) شوہر کے سپرد کرے اس لئے کہ باندی سے فائدہ اٹھانے کا محل رات ہے (اور دن میں باندی آقا کے پاس رہے گی) تا کہ آقا کی خدمت کرے (اور مستحب ہے کہ شوہر زوجہ کی پیشانی کو پہلی ملاقات کے وقت پکڑے اور) اس وقت (شوہر) زوجہ کے لئے اور اپنے لئے (برکت کی دعا کرے) جیسے کہے: **بارک الله لکل منا فی صاحبه** ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک میں برکت عطا فرما (اور شوہر زوجہ سے وطی کرنے کا مالک ہوتا ہے) زوجہ کو (تکلیف پہنچائے بغیر) مطلب یہ ہیکہ جب چاہے تب زوجہ وطی کے لئے شوہر کی ملکیت ہے بشرطیکہ زوجہ کو وطی سے ضرر نہ ہو جیسے زوجہ کو مریضہ ہونے کی وجہ سے ضرر ہو تو اس کے لئے جائز ہوگا شوہر کو وطی سے منع کرنا، آپ ﷺ نے فرمایا: نہ خود ضرر میں پڑے نہ دوسروں کو ضرر میں ڈالے،

(اور شوہر کے لئے جائز ہے کہ زوجہ کے ساتھ سفر کرے اگر زوجہ آزاد ہو) اس لئے کہ آپ ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، باندی کے ساتھ سفر جائز نہ ہوگا مگر باندی کے آقا کی رضامندی سے جائز ہوگا (اور شوہر کے لئے جائز ہے کہ زوجہ سے) ہمبستری کے وقت (عزل کرے زوجہ چاہے آزاد ہو یا باندی)

عزل کی تعریف

وقت جماع انزال کا وقت قریب آنے پر شرمگاہ باہر نکال کر منی نکالنا تا کہ حمل نہ ٹھہرے اسے عزل کہتے ہیں۔

(لیکن اولیٰ یہ ہے کہ عزل نہ کرے) اس لئے کہ یہ بھی قطعِ نسل کا ایک طریقہ ہے (اور شوہر کے لئے جائز ہے کہ زوجہ پر اس چیز کو لازم کرے جس چیز پر استمتاع) کا حلال ہونا (موقوف ہو جیسے حیض کا غسل) کرنا لازم قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ شوہر کے لئے زوجہ پر تمکین [یعنی قدرتِ جماع] حاصل ہے اور یہ تمکین اس وقت حاصل ہو گی جب کہ وہ چیز جس پر استمتاع موقوف ہے زوجہ اس چیز کو لے آئے اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کے بغیر واجب ادا نہ ہو وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے، یہی حکم ہو گا باندی کے بارے میں آقا کے لئے، اور شوہر کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ زوجہ پر لازم کرے (اس چیز کو جس چیز پر کمالِ لذت موقوف ہو جیسے جنابت کا غسل کرنا) اور (زیر ناف کے بال صاف کرنا اور میل کچیل دور کرنا) مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز کا شوہر جب زوجہ کو حکم دے تو اس پر عمل کرنا واجب ہو گا اگر تاخیر کرے تو گنہگار ہو گی چونکہ کمالِ لذت شوہر کا حق ہے لہٰذا جن چیزوں پر کمالِ لذت موقوف ہو ان چیزوں کو لے آنے سے شوہر کے حق کی تکمیل ہو گی اس لئے شوہر کے لئے مذکورہ چیزیں زوجہ پر لازم کرنا جائز قرار دیا گیا،

(فصل)

(يَحرُمُ نِكَاحُ الْأُمِّ وَالْجَدَّاتِ وَإِنْ عَلَوْنَ وَالْبَنَاتِ وَبَنَاتِ الْأَوْلَادِ وَإِنْ سَفَلْنَ وَالْأَخَوَاتِ وَبَنَاتِ الْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ وَإِنْ سَفَلْنَ وَالْعَمَّاتِ وَالْخَالَاتِ وَإِنْ عَلَوْنَ وَأُمِّ الزَّوْجَةِ وَجَدَّاتِهَا وَأَزْوَاجِ اٰبَائِهِ وَأَوْلَادِهِ هٰؤُلَاءِ كُلُّهُنَّ يَحرُمْنَ بِمُجَرَّدِ الْعَقْدِ وَأَمَّا بِنْتُ زَوْجَتِهِ فَلَا تَحرُمُ إِلَّا بِالدُّخُولِ بِالْأُمِّ فَإِنْ أَبَانَ الْأُمَّ قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا حَلَّتْ لَهُ بِنْتُهَا وَيَحرُمُ عَلَيْهِ مَنْ وَطِئَهَا أَحَدُ اٰبَائِهِ أَوْ أَبْنَائِهِ بِمِلْكٍ أَوْ شُبْهَةٍ وَأُمَّهَاتُ مَوْطُوْاٰتِهِ هُوَ بِمِلْكٍ أَوْ شُبْهَةٍ وَبَنَاتُهَا كُلُّ ذٰلِكَ تَحرِيمًا مُؤَبَّدًا وَيَحرُمُ أَنْ يَجمَعَ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَأُخْتِهَا أَوْ عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا وَإِنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً ثُمَّ وَطِئَهَا أَبُوْهُ أَوِ ابْنُهُ بِشُبْهَةٍ أَوْ وَطِئَ هُوَ أُمَّهَا أَوْ بِنْتَهَا بِشُبْهَةٍ انْفَسَخَ نِكَاحُهَا، وَمَنْ حَرُمَ مِنْ ذٰلِكَ بِالنَّسَبِ حَرُمَ بِالرِّضَاعِ وَمَنْ حَرُمَ نِكَاحُهَا مِمَّنْ ذَكَرْنَاهُ حَرُمَ وَطْؤُهَا بِمِلْكِ الْيَمِيْنِ وَمَنْ وَطِئَ أَمَتَهُ ثُمَّ تَزَوَّجَ أُخْتَهَا أَوْ عَمَّتَهَا أَوْ خَالَتَهَا

حَلَّتْ لَهُ الْمَنْكُوحَةُ وَحَرُمَتِ الْمَمْلُوكَةُ وَيَحْرُمُ عَلَى الْمُسْلِمِ نِكَاحُ الْمَجُوسِيَّةِ وَالْوَثَنِيَّةِ وَالْمُرْتَدَّةِ وَمَنْ أَحَدُ أَبَوَيْهَا كِتَابِيٌّ وَالْآخَرُ مَجُوسِيٌّ وَالْأَمَةُ الْكِتَابِيَّةُ وَجَارِيَةُ ابْنِهِ وَجَارِيَةُ نَفْسِهِ وَمَالِكَتُهُ لٰكِنْ يَجُوزُ وَطْءُ الْأَمَةِ الْكِتَابِيَّةِ بِمِلْكِ الْيَمِينِ وَتَحْرُمُ الْمُلَاعَنَةُ عَلَى الْمُلَاعِنِ وَنِكَاحُ الْمُحْرِمَةِ وَالْمُعْتَدَّةِ مِنْ غَيْرِهِ وَيَحْرُمُ عَلَى الْحُرِّ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعٍ وَالْأَوْلَى الْاِقْتِصَارُ عَلَى الْوَاحِدَةِ وَلَهُ أَنْ يَطَأَ بِمِلْكِ الْيَمِينِ مَا شَاءَ وَيَحْرُمُ عَلَى الْعَبْدِ أَكْثَرُ مِنَ اثْنَتَيْنِ وَيَحْرُمُ عَلَى الْحُرِّ نِكَاحُ الْأَمَةِ الْمُسْلِمَةِ إِلَّا أَنْ يَخَافَ الْعَنَتَ وَهُوَ الْوُقُوعُ فِي الزِّنَا وَلَيْسَ عِنْدَهُ حُرَّةٌ تَصْلُحُ لِلْاِسْتِمْتَاعِ وَعَجَزَ عَنْ صَدَاقِ حُرَّةٍ أَوْ ثَمَنِ جَارِيَةٍ يَصْلُحُ، وَلَا يَصِحُّ نِكَاحُ الشِّغَارِ وَنِكَاحُ الْمُتْعَةِ وَهُوَ أَنْ يَنْكِحَهَا إِلَى مُدَّةٍ وَلَا نِكَاحُ الْمُحَلِّلِ وَهُوَ أَنْ يَنْكِحَهَا لِيُحَلِّلَهَا لِلَّذِيْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَإِنْ عَقَدَ لِذٰلِكَ وَلَمْ يَشْتَرِطْ صَحَّ)

(فصل)

موانعِ نکاح کے بارے میں

(نکاح حرام ہے ماں) سے اور (جدات) سے چاہے جدہ ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے یعنی نانی اور دادی سے بھی نکاح حرام ہے (اگرچہ جدات) نسب کے اعتبار سے (اوپر تک ہوں) یعنی اگرچہ نانی کی ماں ہو یا دادی کی ماں آخر تک حرام ہے اور (بیٹیوں) سے اور (اولاد کی بیٹیوں) سے چاہے اولاد مذکر ہو یا مؤنث (اگرچہ نیچے تک ہوں) یعنی پوتی اور پوتی کی بیٹی نیچے تک حرام ہے اسی طرح نواسی اور نواسی کی بیٹی نیچے تک حرام ہے اور (بہنوں) سے نکاح حرام ہے اور (بھائیوں کی بیٹیوں) سے اگرچہ نیچے تک ہوں یعنی بھتیجی سے اور بھتیجی کی بیٹی سے نیچے تک نکاح حرام ہے اور (بہنوں کی) بیٹیوں سے (اگرچہ نیچے تک ہوں) یعنی بھانجی سے اور بھانجے بھانجی کی بیٹی سے نیچے تک نکاح حرام ہے اور (پھوپھیوں) سے اگرچہ اوپر کی ہوں اور (خالہ) سے نکاح حرام ہے (اگرچہ اوپر کی ہوں) یعنی باپ یا دادا کی پھوپھی اسی طرح باپ یا دادا کی خالہ حرام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ(سورۂ نساء ۲۳)

نسب کی وجہ سے حرام کردہ عورتوں کے ذکر سے مصنف فارغ ہوئے اب آگے سسرالی اعتبار سے جو عورتیں حرام ہیں ان کا ذکر فرمارہے ہیں:

اور (بیوی کی ماں) سے اور (بیوی کی جدات) سے یعنی بیوی کی دادی اور نانی سے نکاح حرام ہے اگرچہ اوپر کی ہوں اور (اپنے باپ دادا کی بیویوں سے) نکاح حرام ہے، باپ کی بیوی یعنی ماں سے اور دادا کی بیوی یعنی دادی سے نکاح حرام ہے اگرچہ اوپر کی ہوں (اور اپنے اولاد کی) بیویوں سے نکاح حرام ہے اگرچہ نیچے کے ہوں (یہ تمام عورتیں حرام ہیں صرف عقد صحیح کی وجہ سے) نہ کہ فاسد کی وجہ سے،

(اور بہر حال اپنی بیوی کی بیٹی) سے نکاح (حرام نہیں ہے مگر) اس کی (ماں کے ساتھ دخول) یعنی وطی (کرنے سے) یعنی مثلاً زید کا بیوی اور بیٹی کی موجودگی میں انتقال ہونے کی وجہ سے خالد نے زید کی بیوی سے نکاح کیا تو اب خالد کے بیوی کی بیٹی جو پہلے شوہر زید سے پیدا شدہ ہے خالد کے لئے حرام نہیں ہے الا یہ کہ خالد نے اس بیٹی کی ماں کے ساتھ یعنی مرحوم زید کی بیوی کے ساتھ دخول کیا ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ اللّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ** (سورۂ نساء ۲۳) اور اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ دخول عقد صحیح کی وجہ سے ہوا ہو یا فاسد کی وجہ سے (اگر ماں کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے ماں کو جدا کیا) جیسے طلاق کے ذریعہ (تو اس کے لئے) یعنی مذکورہ مثال کے اعتبار سے خالد کے لئے (بیوی کی بیٹی حلال ہے) حرام نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **فَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ** (سورۂ نساء ۲۳)

(اور حرام ہوگی آدمی پر وہ عورت جس کے ساتھ اس کے باپ، دادا اور بیٹوں میں سے کسی نے وطی کی ہو چاہے) وطی (ملک سے ہو یا) وطی (شبہ) سے ہو،

وطی بالملک: اپنی باندی سے وطی کرنے کو وطی بالملک کہتے ہیں۔

وطی بالشبهة: اپنی بیوی سمجھ کر کسی سے وطی کرے یا نکاح فاسد کی وجہ سے وطی کرے اسے وطی بالشبھۃ کہاجاتاہے۔
(اور اپنی موطوءۃ کی) یعنی جس سے ہمبستری کی گئی اس کی (مائیں) وطی کرنے والے کے لئے حرام ہیں (چاہے وطی ملکیت کی وجہ سے ہوئی ہو یا شبہ کی وجہ سے) ہوئی ہو (اور موطوءۃ کی بیٹیاں) بھی حرام ہیں (مذکورہ بالا عورتوں کی حرمت ہمیشہ کے لئے ہے) حلت کبھی نہ ہوگی اس کو تحریم مؤبد کہتے ہیں یہ پہلی قسم ہے اور تحریم غیر مؤبد یہ دوسری قسم ہے، اس کی حرمت ہمیشہ کے لئے نہیں رہتی بلکہ وقتی رہتی ہے، اس کو تحریم غیر مؤبد کہتے ہیں، آگے مصنف اسی کو بیان فرمارہے ہیں،
(اور حرام ہے کہ) نکاح میں (بیک وقت عورت اور اس کی بہن یا) عورت اور (اس کی پھوپھی) کو (یا) عورت اور (اس کی خالہ کو جمع کرے) عورت کی بہن، پھوپھی اور خالہ حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی حرمت میں کوئی فرق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ** (سورۂ نساء ۲۳) یہ حرمت ہمیشہ کے لئے نہیں ہے بلکہ دونوں کو صرف جمع کرنے کی صورت میں ہے،
(اور اگر کوئی آدمی کسی عورت سے نکاح کرے پھر ناکح کا باپ اس عورت سے) یعنی منکوحہ سے (وطی کرے) شبہ کی وجہ سے، یہ ایک صورت (یا ناکح کا بیٹا) منکوحہ سے وطی کرے (شبہ کی وجہ سے) یہ دوسری صورت (یا ناکح اپنی منکوحہ کی ماں سے وطی کرے) شبہ کی وجہ سے یہ تیسری صورت (یا) ناکح اپنی منکوحہ کی (بیٹی سے) وطی کرے (شبہ کی وجہ سے) یہ چوتھی صورت (تو) مذکورہ چاروں صورتوں میں (منکوحہ کا نکاح) ناکح سے (فسخ ہوگا) بشرطیکہ وطی زنا کی وجہ سے نہ ہوئی ہو، چونکہ ان چاروں کی وطی میں تحریم مؤبد کا سبب موجود ہے،

اب آگے مصنف جو عورتیں رضاعت کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں ان کا ذکر فرمارہے ہیں:
(اور جو عورتیں نسب کی وجہ سے حرام ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے) بھی (حرام ہیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ(سورۂ نساء ٢٣)(مذکورہ بالا عورتیں جن سے نکاح حرام ہے ان سے ملک یمین کے ذریعہ وطی کرنا) بھی (حرام ہے) یعنی اگر یہ عورتیں باندیاں ہوں تو ان کے ملکیت میں آنے کے بعد ان سے وطی کرنا حرام ہوگا مثلاً دو بہنیں خریدی ان میں سے ایک سے وطی کرتا ہے تو دوسری سے وطی کرنا حرام ہوگا موطوءۃ کے حرام ہونے تک،
(اور جو شخص اپنی باندی سے ملک یمین کے ذریعہ وطی کرے پھر باندی کی بہن) سے نکاح کرے (یا باندی کی پھوپھی) سے نکاح کرے (یا باندی کی خالہ سے نکاح کرے تو ناکح کے لئے منکوحہ حلال ہوگی اور مملوکہ حرام ہوگی) اس لئے کہ نکاح کا فراش اقویٰ ہے ملک یمین کے فراش سے کیونکہ طلاق، ظہار، ایلاء اور لعان کا تعلق نکاح سے ہے، مطلب یہ ہیکہ ناکح کے قبضہ میں جو باندی ہے اس سے وطی کرنے کے بعد اس کی بہن وغیرہ سے نکاح کرے تو منکوحہ حلال ہوگی یعنی منکوحہ سے وطی حلال ہوگی اور مملوکہ یعنی باندی جو قبضہ میں ہے وہ حرام ہوگی یعنی اس سے وطی حرام ہوگی (مسلمان کے لئے مجوسیہ) سے اور (وثنیہ) سے (اور مرتدہ سے نکاح حرام ہے) اس کے کفر کی وجہ سے (اور) اس عورت سے نکاح حرام ہے (جس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک کتابی ہو) یعنی یہودی ہو یا نصرانی (اور دوسرا مجوسی) ہو، یعنی کتابی کی لڑکی ہونا جواز چاہتا ہے اور مجوسی کی لڑکی ہونا حرمت تو حرمت کو غلبہ دیا گیا (اور) مسلمان کے لئے چاہے آزاد ہو یا غلام (کتابیہ باندی سے) نکاح حرام ہے اگرچہ باندی سے شرائط نکاح موجود ہوں اس لئے کہ باندی کے صحت نکاح کے لئے اسلام شرط ہے،

(اور) آزاد مرد کے لئے (اپنے بیٹے کی باندی) سے نکاح حلال نہیں ہے اس لئے کہ بچہ پر واجب ہے اپنے والد کے اعفاف کا انتظام کرنا اور اس پر خرچ کرنا،

(اور خود کی باندی سے) نکاح صحیح نہیں ہے اس لئے کہ زوجیت اور ملکیت دونوں کا جمع ہونا ایک دوسرے کے منافی ہے لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کا مالک بنے تو نکاح فسخ ہوگا اس لئے کہ ملک یمین اقوی ہے ملک نکاح سے (اور) غلام کا (اپنی آقانی سے) نکاح صحیح نہ ہوگا (لیکن کتابیہ باندی سے) اس کے لئے (وطی جائز ہوگی ملک یمین کی وجہ سے) مطلب یہ ہیکہ کتابیہ باندی سے غلامیت میں آنے کی بناپر وطی جائز ہوگی، آزاد کتابیہ کے ساتھ نکاح ماقبل کی شروط کے ساتھ صحیح ہے اسی طرح ملک یمین سے وطی بھی جائز ہے،

(اور جس عورت کے ساتھ لعان کیا گیا وہ عورت لعان کرنے والے شوہر پر حرام ہوگی) اس کے مسائل ان شاء اللہ آگے آئیں گے،

(اور محرمہ کا نکاح) حرام ہے چاہے احرام صحیح ہو یا فاسد حج کا ہو یا عمرہ کا یا دونوں کا یعنی پھر بھی احرام کی حالت میں نکاح حرام ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: محرم نہ نکاح کر سکتا ہے اور نہ کرواسکتا ہے (اور معتدہ سے) نکاح حرام ہے (شوہر کے علاوہ کے لئے) مطلب یہ ہیکہ جس شوہر کی وجہ سے معتدہ عدت گزار رہی ہے اس شوہر کے علاوہ کے لئے اس معتدہ سے نکاح کرنا حرام ہوگا چونکہ انساب کے اختلاط کا اندیشہ ہے، شوہر کے لئے وہ معتدہ حرام نہ ہوگی تفصیل ان شاء اللہ باب الطلاق اور باب العدۃ میں آئے گی،

(اور آزاد شخص پر حرام ہے کہ چار سے زائد عورتیں جمع کرے) مطلب یہ ہیکہ بیک وقت چار یا چار سے کم عورتیں اپنے نکاح میں رکھے جائز ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ** (سورۂ نساء ۳) اگر چار سے زائد عورتوں کا نکاح بیک وقت واقع ہو تو سب کا نکاح باطل ہوگا اور اگر یکے بعد دیگرے واقع ہو تو چار سے

زائد ہونے والا ہر نکاح باطل ہو گا(اور ایک پر اکتفاء کرنا اولیٰ ہے) اگر زائد کی حاجت وضرورت نہ ہو اور ان کے حقوق پر قائم نہ رہنے کا اندیشہ ہو تو، اور اگر یقین ہو زائد کی صورت میں ان کے واجبات اداء نہ کرنے کا تو زائد بیویوں کو نکاح میں رکھنا حرام ہو گا، یکے بعد دیگرے چار سے زائد عورتوں کو نکاح میں رکھنا جائز ہے جیسے چار میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو پانچواں نکاح کرے پھر اگر کسی کو شرعی عذر کی وجہ سے طلاق بائن پڑ جائے تو چھٹا نکاح کرے وغیرہ (اور آزاد شخص کے لئے جائز ہے کہ ملک یمین کی وجہ سے جتنی) باندیوں (سے چاہے وطی کرے) مطلب یہ ہیکہ آزاد شخص چار سے زائد باندیوں کا مالک بنے تب بھی اس کے لئے ہر باندی سے وطی کرنا جائز ہے چاہے خریدنے کی یا ہبہ وغیرہ کی وجہ سے مالک بنا ہو کوئی فرق نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ**(سورۂ نساء) یہ آزاد شخص کا حکم بیان ہوا آگے غلام کا حکم بیان فرمارہے ہیں:

(اور) اجماعِ صحابہ کی وجہ سے (غلام پر حرام ہے دو سے زائد) عورتوں سے نکاح کرنا (اور آزاد شخص پر حرام ہے مسلمہ باندی سے نکاح کرنا) اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے (مگر یہ کہ عنت یعنی زنا میں ملوث ہونے کا خوف ہو) اور (اس کے پاس) یعنی آزاد شخص کے پاس (آزاد عورت استمتاع کے قابل نہ ہو) اور (وہ) یعنی آزاد شخص (آزاد عورت کی مہر سے عاجز ہو) مطلب یہ ہے کہ آزاد عورت کو پائے لیکن اس کی مہر سے عاجز ہو یا یہ کہ مہر موجود ہو لیکن اس موجود مہر کی مقدار سے آزاد عورت راضی نہ ہو تو یہ مہر نہ پانے کے حکم میں ہو گا (یا) اس (باندی کی قیمت) سے عاجز ہو (جو) استمتاع کے (قابل ہو) **إلا أن يخاف العنت** سے لیکر یہاں تک کے تمام شرائط آزاد شخص میں موجود ہوں تو اس کے لئے مسلمہ باندی سے نکاح کرنا جائز ہو گا (نکاحِ شغار صحیح نہیں ہے) صحیحین کی حدیث میں اس سے منع وارد ہونے کی بنا پر، ایک شخص دوسرے سے کہے: میں نے تیرا نکاح کیا میری بیٹی

کے ساتھ اس شرط پر کہ تو میرا نکاح کرے تیری بیٹی کے ساتھ اور ان میں سے ہر ایک کا بضعہ [شرمگاہ] دوسرے کی مہر ہو اسے نکاح شغار کہتے ہیں (اور نکاحِ متعہ) صحیح نہیں ہے، صحیحین کی خبر میں اس سے منع کرنے کی بنا پر (اس کی صورت یہ ہے کہ ایک) معلوم (مدت تک کے لئے نکاح کرے) جیسے ایک مہینہ تک کے لئے، اور دوسری صورت یہ ہے کہ مجہول مدت تک کے لئے نکاح کرے جیسے زید [یا میری فلانی بیوی] آنے تک کے لئے (اور محلل کا نکاح) صحیح (نہیں ہے) آگے مصنف اس کی تعریف بیان فرمارہے ہیں:
(زوجِ ثانی مطلقہ عورت سے نکاح کرے تا کہ محلل مطلقہ عورت کو اس شوہر کے لئے حلال کرے جس نے اس مطلقہ کو تین طلاق دی ہے اسے نکاحِ محلل کہتے ہیں، اگر عقدِ نکاح کیا) اس مطلقہ عورت کو (حلال کرنے کے لئے اور) صیغۂ عقد میں فاسد (شرط نہ لگائی تو محلل کا نکاح صحیح ہوگا) شرط مفسد نہ ہونے کی وجہ سے، شرطِ مفسد جیسے کہ ولی کہے: میں نے تیرا فلانی سے نکاح کر دیا اس شرط کے ساتھ کہ تو اس کو طلاق دے گا وغیرہ۔

(فصل)

(اِذَا وَجَدَ أَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ مَجْنُوْنًا أَوْ مَجْذُوْمًا أَوْ أَبْرَصَ أَوْ وَجَدَهَا رَتْقَاءَ أَوْ قَرْنَاءَ أَوْ وَجَدَتْهُ عِنِّيْنًا أَوْ مَجْبُوْبًا ثَبَتَ الْخِيَارُ فِيْ فَسْخِ الْعَقْدِ عَلَى الْفَوْرِ عِنْدَ الْحَاكِمِ سَوَاءٌ كَانَ بِهٖ مِثْلُ ذٰلِكَ الْعَيْبِ أَمْ لَا وَلَوْ حَدَثَ الْعَيْبُ ثَبَتَ الْخِيَارُ أَيْضًا إِلَّا أَنْ تَحْدُثَ الْعُنَّةُ بَعْدَ أَنْ يَطَأَهَا فَلَا خِيَارَ وَإِذَا أَقَرَّ بِالْعُنَّةِ أَجَّلَهُ الْحَاكِمُ سَنَةً مِنْ يَوْمِ الْمُرَافَعَةِ إِلَيْهِ فَإِنْ جَامَعَ فِيْهَا فَلَا فَسْخَ لَهَا وَإِلَّا فَلَهَا الْفَسْخُ وَالْمُرَادُ بِالْفَوْرِ فِي الْعُنَّةِ عَقِيْبَ السَّنَةِ وَمَتَى وَقَعَ الْفَسْخُ فَإِنْ كَانَ قَبْلَ الدُّخُوْلِ فَلَا مَهْرَ أَوْ بَعْدَهُ بِعَيْبٍ حَدَثَ بَعْدَ الْوَطْءِ وَجَبَ الْمُسَمّٰى أَوْ بِعَيْبٍ حَدَثَ قَبْلَهُ فَمَهْرُ الْمِثْلِ وَإِنْ شَرَطَ أَنَّهَا حُرَّةٌ فَبَانَتْ أَمَةً وَهُوَ مِمَّنْ يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُ الْأَمَةِ تَخَيَّرَ وَإِنْ شَرَطَ أَنَّهَا أَمَةٌ فَبَانَتْ حُرَّةً أَوْ لَمْ يَشْرِطْ فَبَانَتْ أَمَةً أَوْ كِتَابِيَّةً فَلَا خِيَارَ وَإِنْ تَزَوَّجَ عَبْدٌ بِأَمَةٍ فَأُعْتِقَتْ فَلَهَا أَنْ تَفْسَخَ نِكَاحَهُ عَلَى الْفَوْرِ مِنْ غَيْرِ الْحَاكِمِ وَإِذَا أَسْلَمَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ الْوَثَنِيَّيْنِ أَوِ الْمَجُوْسِيَّيْنِ أَوْ أَسْلَمَتِ الْمَرْأَةُ وَالزَّوْجُ يَهُوْدِيٌّ أَوْ نَصْرَانِيٌّ أَوِ ارْتَدَّ الزَّوْجَانِ الْمُسْلِمَانِ أَوْ أَحَدُهُمَا فَإِنْ كَانَ قَبْلَ الدُّخُوْلِ تَعَجَّلَتِ

الْفُرْقَةُ وَاِنْ كَانَ بَعْدَهُ تَوَقَّفَتْ عَلَى انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ فَاِنِ اجْتَمَعَا عَلَى الْاِسْلَامِ قَبْلَ انْقِضَائِهَا دَامَ النِّكَاحُ وَاِلَّا حُكِمَ بِالْفُرْقَةِ مِنْ حِيْنِ تَبْدِيْلِ الدِّيْنِ وَاِنْ أَسْلَمَ عَلَى أَكْثَرَ أَرْبَعٍ اَخْتَارَ أَرْبَعًا مِنْهُنَّ)

(فصل)

(خیار کو ثابت کرنے والے عیوب کے بیان میں

(جب زوجین میں سے کوئی ایک دوسرے کو مجنون پائے)

مجنون کی تعریف

وهو مرض يزيل الشعور من القلب مع بقاء القوة(أنوار ص ۲۲۱) **طاقت وحرکت** اعضاء میں باقی رہے اور دلی شعور ختم ہو جائے ایسے شخص کو مجنون کہتے ہیں،

(یا مجذوم) پائے، مجذوم یعنی جسے جذام کی بیماری لاحق ہو،

جذام کی تعریف

وہ بیماری جس سے عضو پہلے سرخ ہوتا ہے پھر سیاہ پڑ جاتا ہے پھر گر جاتا ہے اسے جذام کہتے ہیں۔

(یا ابرص) پائے، ابرص یعنی جسے برص کی بیماری لاحق ہو،

برص کی تعریف

سفید داغ کو برص کہتے ہیں۔

ان دونوں میں سے ہر ایک سے خیار ثابت ہوتا ہے کمالِ تمتع فوت ہونے کی بنا پر،

(یا شوہر زوجہ کو رتقاء پائے)

رتقاء: جس عورت کا محل جماع گوشت کی وجہ سے بند ہو گیا ہو ایسی عورت کو رتقاء کہتے ہیں،

(یا) شوہر زوجہ کو (قرناء) پائے،

قرناء: جس عورت کا محل جماع ہڈی کی وجہ سے بند ہو گیا ہو ایسی عورت کو قرناء کہتے ہیں،
(یا زوجہ شوہر کو عنین پائے)
عنین: بچہ اور مجنون کے علاوہ جو شخص اگلی شرمگاہ میں وطی کرنے سے عاجز ہو اسے عنین کہتے ہیں،
(یا) زوجہ شوہر کو (مجبوب) پائے،
مجبوب: ذکر کٹا ہوا چاہے کچھ باقی نہ رہا ہو یا حشفہ سے کم بچا ہوا سے مجبوب کہتے ہیں،
(تو) مذکورہ بالا عیوب میں سے کسی عیب کے پائے جانے کی بنا پر (حاکم کے نزدیک فوری طور پر عقد نکاح فسخ کرنے میں خیار ثابت ہو گا) لہٰذا دونوں میں سے ہر کسی کے لئے جب وہ دوسرے کے عیب سے راضی نہ ہو تو عقد نکاح فسخ کرنا جائز ہو گا جیسا کہ عیب کی وجہ سے عقد بیع فسخ کرنا جائز ہوتا ہے (چاہے وہ عیب اس میں موجود ہو یا نہ ہو) مطلب یہ ہیکہ دونوں عیب کے اعتبار سے متحد ہوں مثلاً دونوں میں سے ہر ایک میں پاگل پنہ موجود ہو، یا متحد نہ ہوں مثلاً ایک میں جذام کا عیب ہو اور دوسرے میں برص کا تب بھی ہر کسی کے لئے عقد نکاح فسخ کرنا جائز ہو گا،
(اور اگر) عقد نکاح کے بعد خیار کو ثابت کرنے والا (عیب ظاہر ہو جائے تو خیار بھی ثابت ہو گا) حصولِ ضرر کی بنا پر (مگر یہ کہ) شوہر کی (نامردی پیدا ہو جائے اس کے بعد کہ شوہر زوجہ سے وطی کرے) یعنی زوجہ سے وطی کے بعد شوہر میں نامردی پیدا ہو جائے (تو) زوجہ کے لئے (خیار ثابت نہ ہو گا) مطلب یہ ہیکہ اس صورت میں زوجہ کے لئے عقد نکاح فسخ کرنا جائز نہ ہو گا اس لئے کہ شوہر کے وطی کرنے سے مانع کے زائل ہونے کی امید کے ساتھ وطی پر قادر ہونے کو جانتی ہے، اس کے بر خلاف شوہر کا مجبوب ہونے کی صورت میں وطی کے بعد زوجہ کے لئے نکاح فسخ کرنا جائز ہو گا اس لئے کہ ذکر کا لوٹ آنا ممکن نہیں کٹ

جانے کے بعد لہٰذا زوجہ کے لئے رجوعِ ذکر کی امید نہ رہی اس لئے فسخ نکاح جائز قرار دیا گیا وطی کے بعد بھی مجبوب ہونے پر (اور جب شوہر نامردی کا اقرار کرے تو حاکم اسے ایک سال کی مدت دے) تاکہ وہ اپنا علاج کرائے، آگے مصنف سال کی ابتداء کا شمار کس طرح ہوگا اس کو بیان فرمارہے ہیں:

(قاضی کے پاس اقرار نامہ موصول ہونے کے دن سے) سال کی ابتداء شمار ہوگی نہ کہ اقرار کے دن سے شمار ہوگی (اگر شوہر سال کی مدت میں) زوجہ سے (وطی کرے تو زوجہ کے لئے فسخ) کا حق (نہ ہوگا) اس لئے کہ وطی کی وجہ سے نامردی کا زائل ہونا معلوم ہو گیا (ورنہ) یعنی سال کی مدت میں وطی نہ کرے تو (زوجہ کے لئے فسخ کا حق ہوگا، اور عُنّہ کے بارے میں فوراً سے مراد سال) کی مدت گزرنے (کے بعد ہے) مطلب یہ ہیکہ جب شوہر کا نامرد ہونا ثابت ہو جائے تو زوجہ فوراً یعنی سال کی مدت گزرنے کے بعد نکاح فسخ کر سکتی ہے (اور جب) مذکورہ بالا عیوب میں سے کسی عیب کی وجہ سے شوہر یا زوجہ کی طرف سے (فسخ واقع ہو تو) اس میں تفصیل ہے کہ: (اگر دخول سے پہلے فسخ ہو تو) زوجہ کے لئے (مہر) مرد پر لازم (نہ ہوگی اور اگر دخول کے بعد) فسخ (ہو تو) اس میں تفصیل ہے کہ: (جس عیب کی وجہ سے فسخ ہوا وہ عیب وطی کے بعد پیدا ہوا ہو تو مہرِ مسمی) شوہر کے ذمہ زوجہ کے لئے (واجب ہوگی) مہر کے وطی کی وجہ سے ثابت ہونے کی بنا پر (اور اگر جس عیب کی وجہ سے فسخ ہوا وہ عیب دخول سے پہلے پیدا ہوا ہو تو مہرِ مثل) واجب (ہوگی) اس لئے کہ اس نے عیب والی سے تمتع کیا ظن سلامت کے خلاف تو گویا عقد مہر بیان کئے بغیر ہوا،

(اور اگر کوئی ناکح) عقد کے وقت (شرط لگائے کہ) میری ہونے والی (زوجہ آزاد ہو لیکن وہ باندی ظاہر ہو جائے) یعنی نکاح کے بعد ظاہر ہو جائے کہ یہ کسی اور کی باندی ہے (اور ناکح ان لوگوں میں سے ہو جس کے لئے باندی سے نکاح حلال ہوتا ہے تو ناکح کو) نکاح باقی

رکھنے یا فسخ کرنے کے درمیان (اختیار رہے گا) اس لئے کہ اس صورت میں ناکح کو نقصان استمتاع کے اعتبار سے ضرر ہوگا کیونکہ باندی ہونے کے سبب یہ صرف رات میں ہی شوہر کے سپرد کی جائے گی اور دن میں آقا کی خدمت کے لئے اس کے پاس رہے گی (اور اگر ناکح) عقد نکاح کے وقت (شرط لگائے کہ) میری ہونے والی (زوجہ باندی ہو لیکن وہ آزاد ظاہر ہوجائے) مطلب یہ ہیکہ نکاح کے بعد ظاہر ہوجائے کہ یہ تو نکاح کے پہلے ہی سے آزاد ہے تو ناکح کو فسخ کا اختیار نہ رہے گا اس لئے کہ حرہ مشروطہ امۃ سے اعلیٰ ہے (یا ناکح) عقد نکاح کے وقت (کوئی شرط نہ لگائے) یعنی خیار کو ثابت کرنے والے کسی عیب کی اور اس کے علاوہ کسی چیز کی شرط نہ لگائے (اور) ہونے والی زوجہ (باندی ظاہر ہوجائے) اور ناکح ان لوگوں میں سے ہو جس کے لئے باندی سے نکاح حلال ہوتا ہے (یا کتابیہ) ظاہر ہوجائے (تو) ناکح کے لئے "وإن شرط أنها أمة" سے لیکر یہاں تک کی صورتوں میں (خیار نہ رہے گا) یعنی فسخ کرنا جائز نہ ہوگا شرط نہ لگانے کی وجہ سے کوتاہی ہونے کی بناپر،

(اور اگر غلام باندی کے ساتھ نکاح کرے پھر باندی آزاد کی جائے تو) حدیث کی اتباع میں (باندی کے لئے اجازت ہوگی کہ حاکم کے بغیر فوری طور پر غلام سے نکاح کو فسخ کرے) باندی کے لئے فسخ نکاح کا ثبوت نص اور اجماع سے بھی ہے لہٰذا حاکم کے بغیر اسے فسخ کرنے کی اجازت دی گئی (اور جب وثنی) یعنی بت پرست (زوج اور وثنیہ زوجہ یا مجوسی زوج اور مجوسیہ زوجہ ان دونوں میں سے کوئی ایک اسلام لائے) یہ ایک صورت (یا عورت اسلام لائے اور شوہر یہودی یا نصرانی ہو) یہ دوسری صورت (یا مسلم زوج اور مسلمہ زوجہ دونوں مرتد ہوجائیں یا دونوں میں سے کوئی ایک) مرتد ہوجائے یہ تیسری صورت (تو) دیکھے کہ:

(اگر دخول سے پہلے) اسلام کا لانا اور مرتد ہونا واقع (ہو تو) مذکورہ تینوں صورتوں میں دونوں کے درمیان (فرقت معجل ہوگی) یعنی فوراً جدائی ہوگی (اور اگر) اسلام کا لانا اور

تیسری صورت کے اعتبار سے مرتد ہونا (دخول کے بعد) واقع (ہو تو فرقت عدت ختم ہونے تک موقوف رہے گی)(مغنی المحتاج) اور عدت کے دوران زوج کے لئے زوجہ کی بہن سے نکاح کرنا جائز نہ ہو گا (پھر) اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ:(اگر زوج اور زوجہ دونوں کا اسلام لانا عدت ختم ہونے سے پہلے واقع ہوا ہو تو نکاح) دونوں کے درمیان (باقی رہے گا ورنہ) یعنی عدت ختم ہونے سے پہلے اسلام کا وقوع نہ ہوا ہو تو (دین تبدیل کرنے کے وقت سے) دونوں کے درمیان (فرقت کا حکم لگایا جائے گا) اور مدتِ توقف میں وطی حرام ہے لیکن اگر وطی کرے تو حد لازم نہ ہو گی(مغنی المحتاج) اگر شوہر یا بیوی ان دونوں میں سے کوئی ایک زبان سے ایسا لفظ استعمال کرے جس سے مرتد ہونا ثابت ہو تا ہو تو عدت میں توبہ کے ذریعہ اس کے رجوع کا انتظار کریں گے اگر توبہ کے ذریعہ رجوع کرے تو نکاح باقی رہے گا ورنہ مرتد ہونے کے وقت سے نکاح کا فسخ ہونا شمار ہو گا، **فان تلفظ أحد الزوجين بما يوجب الردة انتظر رجوعه بالتوبة في العدة فان تاب والا فسخ النكاح من حين الردة**(أنوار ص۲۲۲)

(اور اگر کافر شوہر اسلام لائے چار سے زائد) بیویوں (کی موجودگی میں تو ان میں سے) جن (چار کو) چاہے (اختیار کرے) اختیار کردہ چار بیویوں کے علاوہ بیویوں کا نکاح خود بخود ٹوٹ جائے گا،

واللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالی

(كِتَابُ الصَّدَاقِ)

(يُسَنُّ تَسْمِيَتُهُ فِي الْعَقْدِ فَإِنْ لَمْ يُذْكَرْ لَمْ يَضُرَّ وَلاَ يُزَوِّجُ ابْنَتَهُ الصَّغِيْرَةَ بِأَقَلَّ مِنْ مَهْرِ الْمِثْلِ وَلاَ ابْنَهُ الصَّغِيْرَ بِأَكْثَرَ مِنْ مَهْرِ الْمِثْلِ فَإِنْ فَعَلَ بَطَلَ الْمُسَمَّى وَوَجَبَ مَهْرُ الْمِثْلِ وَلاَيَتَزَوَّجُ السَّفِيْهُ وَالْعَبْدُ بِأَكْثَرَ مِنْ مَهْرِ الْمِثْلِ وَكُلُّ مَاجَازَ أَنْ يَكُوْنَ ثَمَنًا جَازَ جَعْلُهُ صَدَاقًا وَيَجُوْزُ حَالًّا وَمُؤَجَّلًا وَعَيْنًا وَدَيْنًا وَمَنْفَعَةً وَتَمْلِكُهُ بِالتَّسْمِيَةِ وَتَتَصَرَّفُ فِيْهِ بِالْقَبْضِ وَيَسْتَقِرُّ بِالدُّخُوْلِ أَوْ بِمَوْتِ أَحَدِهِمَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ وَلَهَا أَنْ تَمْتَنِعَ مِنْ تَسْلِيْمِ نَفْسِهَا حَتَّى تَقْبِضَهُ اِنْ كَانَ حَالاً فَإِنْ سَلَّمَتْ نَفْسَهَا اِلَيْهِ فَوَطِئَهَا قَبْلَ الْقَبْضِ سَقَطَ حَقُّهَا مِنَ الْاِمْتِنَاعِ وَاِنْ وَرَدَتْ فُرْقَةٌ مِنْ جِهَتِهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِأَنْ أَسْلَمَتْ أَوِ ارْتَدَّتْ سَقَطَ الْمَهْرُ أَوْ مِنْ جِهَتِهِ بِأَنْ أَسْلَمَ أَوِ ارْتَدَّ أَوْ طَلَّقَ سَقَطَ نِصْفُهُ وَيَرْجِعُ فِيْ نِصْفِهِ اِنْ كَانَ بَاقِيًا بِعَيْنِهِ وَاِلاَّ فَاِلَى نِصْفِ قِيْمَتِهِ أَقَلَّ مَا كَانَتْ مِنَ الْعَقْدِ اِلَى التَّلَفِ فَإِنْ كَانَ زِيَادَةً مُنْفَصِلَةً رَجَعَ فِي النِّصْفِ دُوْنَ الزِّيَادَةِ أَوْ مُتَّصِلَةً تَخَيَّرَتْ بَيْنَ رَدِّهِ زَائِدًا وَبَيْنَ نِصْفِ قِيْمَتِهِ وَاِنْ كَانَ نَاقِصًا تَخَيَّرَ بَيْنَ أَخْذِهِ نَاقِصًا وَبَيْنَ نِصْفِ قِيْمَتِهِ ثُمَّ مَهْرُ الْمِثْلِ هُوَ مَايُرْغَبُ بِهِ فِيْ مِثْلِهَا فَيُعْتَبَرُ بِمَنْ يُسَاوِيْهَا مِنْ نِسَاءِ عَصَبَاتِهَا فِي السِّنِّ وَ الْعَقْلِ وَالْجَمَالِ وَالْيَسَارِ وَالثُّيُوْبَةِ وَالْبَكَارَةِ وَالْبَلَدِ فَاِنِ اخْتَصَّتْ بِمَزِيْدٍ أَوْ نَقْصٍ رُوْعِيَ ذٰلِكَ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا عَصَبَاتٌ مِنَ النِّسَاءِ فَبِالْأَرْحَامِ وَاِلاَّ فَبِنِسَاءِ بَلَدِهَا وَمَنْ يُشْبِهُهَا وَاِذَا أَعْسَرَ بِالْمَهْرِ قَبْلَ الدُّخُوْلِ فَلَهَا الْفَسْخُ أَوْ بَعْدَهُ فَلاَ فَاِنِ اخْتَلَفَا فِيْ قَبْضِ الصَّدَاقِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا أَوْ فِي الْوَطْئِ فَقَوْلُهُ وَمَنْ وَطِئَ امْرَأَةً بِشُبْهَةٍ أَوْ فِيْ نِكَاحٍ فَاسِدٍ أَوْ زِنًا وَهِيَ مُكْرَهَةٌ لَزِمَهُ مَهْرُ الْمِثْلِ وَاِنْ طَاوَعَتْهُ عَلَى الزِّنَا فَلاَ مَهْرَ لَهَا وَحَيْثُ طُلِّقَتْ وَتُشْطِرُ الْمَهْرُ لاَمُتْعَةَ لَهَا وَحَيْثُ لَمْ يَتَشَطَّرْ بِأَنْ لاَيَجِبَ لَهَا شَيْئٌ كَالْمُفَوَّضَةِ اذا طلقت قَبْلَ الدُّخُوْلِ وَالْفَرْضِ أَوْيَجِبُ الْكُلُّ كَالطَّلاَقِ بَعْدَ الدُّخُوْلِ وَجَبَتْ لَهَا الْمُتْعَةُ وَهِيَ شَيْئٌ يُقَدِّرُهُ الْحَاكِمُ بِاِجْتِهَادِهِ وَيَعْتَبِرُ الْحَاكِمُ فِيْهِ حَالَ الزَّوْجَيْنِ)

(مہر کا بیان)

مہر کی تعریف

نکاح [یا وطی] سے جو مال عورت کے لئے مرد پر واجب ہوتا ہے اسے مہر کہتے ہیں (کفایہ ص۴۸۹) آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً (سورۂ نساء ٤) اور

دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کے خوشی سے، یعنی جن عورتوں سے نکاح کرو ان کے مہر خوشدلی اور رغبت کے ساتھ خود ادا کردو ان کا کوئی حامی اور تم سے تقاضا کر کے وصول کرنے والا ہو یا نہ ہو،(ترجمۂ قرآن مع تفسیر عثمانی)

حدیث: نکاح کا ارادہ رکھنے والے سے آپ ﷺ نے فرمایا: تلاش کر اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو،اس کو روایت کیا بخاری نے(تحقیق وتعلیق فی کفایۃص۴۸۹)

(عقد) نکاح (میں مہر کا ذکر کرنا سنت ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے مہر کے ذکر سے خالی نہیں رکھا کسی نکاح کو (اگر ذکر نہ کرے تو نقصان دہ نہیں ہے) مطلب یہ ہیکہ پھر بھی نکاح صحیح ہوگا، نکاح کا صحیح ہونا مہر کے ذکر پر موقوف نہیں ہے، لیکن مکروہ ہے، اور اس صورت میں مہرِ مثل واجب ہوگی،

نکاح میں مہر کے ذکر کا راز

(۱) مہر کا ذکر کرنے میں ایک قسم کی پائیداری ہے،

(۲) نکاح کی عظمت بغیر مال کے جو کہ شرمگاہ کا بدلہ ہوتا ہے ظاہر نہیں ہوتی کیونکہ لوگوں کو جسقدر مال کی حرص ہے اور کسی چیز کی نہیں ہے لہٰذا اسی کے صرف کرنے سے ایک چیز کا مہتم بالشان ہونا معلوم ہوسکتا ہے اور اس کے مہتم بالشان ہونے سے اولیاء کی آنکھیں اس شخص کو اپنے لختِ جگر کے مالک ہوتے ہوئے دیکھنے سے ٹھنڈی ہوسکتی ہے،

(۳) مہر کے سبب سے نکاح وزنا میں امتیاز ہوجاتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ترجمہ: بذریعہ اپنے مالوں کے تم اپنی عفت کی حفاظت کرنے والے بنو اور صرف مستی نکالنے والے نہ بنو۔(أحکامِ سلام ج۲ص۲۰۹)

(۴) نکاح میں مہر کا ذکر تنازعہ کے دوری کا سبب ہے۔

(اور باپ) باپ نہ ہو تو دادا (نابالغہ) باکرہ (لڑکی کا نکاح مہرِ مثل سے کم میں نہ کرے اور نابالغ لڑکے کا مہر مثل سے زیادہ سے نہ کرے اگر) اس کے خلاف (کرے تو ذکر کردہ مہر

باطل ہو گی) جیسا کہ ثمنِ مثل سے کم کی صورت میں بیع باطل ہو گی (اور) نکاح صحیح ہونے کی بنا پر (مہر مثل واجب ہو گی) مذکورہ دونوں صورتوں میں (اور نادان) جب ولی اس کو نکاح کی اجازت دے تو (اور غلام) جب آقا اس کو نکاح کی اجازت دے تو (مہرِ مثل سے زیادہ سے نکاح نہ کرے) اس لئے کہ دونوں کے لئے اذنِ نکاح مہر مثل سے زیادہ پر مشتمل نہیں ہوتی،

آگے مصنف کس چیز کو مہر بنائی جائے اس کا ضابطہ بیان فرمارہے ہیں:

(اور ہر وہ چیز جو قیمت ہو سکتی ہو) اگرچہ قیمت والی چیز تھوڑی ہو (اس کو مہر بنانا جائز ہے) عوض ہونے کی بنا پر (اور جائز ہے) یہ کہ مہر (فوری) ہو اور (ادھار) ہو اور کوئی (متعین چیز) ہو مثلاً ایک متعین کار مہر میں مقرر ہو تو اس پر بیوی کا قبضہ کرنے سے پہلے وہ شوہر کے ضمان میں ہو گی اور قبضہ سے پہلے زوجہ کے لئے اس میں تصرف جائز نہ ہو گا، اور (دین) ہو، عین کے معنی متعین چیز اور دین کے معنی غیر متعین [جیسے سیٹی زن گھڑی تو یہ وصف متعین ہے لیکن دوکان سے اس نام کا کوئی بھی پیس خرید کر دے سکتے ہیں یہ معجل ہو تو فوراً خرید کر دینا ہو گا]

(اور منفعت) ہو مطلب یہ ہیکہ متعینہ منفعت کو مہر میں مقرر کرنا جائز ہے جیسے کہے کہ میرے فلاں گھر کا جو کرایہ آئے گا وہ تیری مہر ہے لیکن مہر کی مقدار مثلاً دس ہزار روپے ہونے تک اگر منفعت کو متعین نہ کرے جیسے کہے منفعت تیری مہر تو مہر صحیح نہ ہو گی بلکہ مہرِ مثل واجب ہو گی اور اگر کوئی مطلق کہے کہ میرا تعلیم دینا تجھے یہ تیری مہر تو ایسی صورت میں ا س کو جو سیکھنا ضروری ہے اس کی تعلیم دینا جیسے سورۂ فاتحہ کی ضروری ہو گی (اقناع ج۲ص۸۷) **(ویجوز أن یتزوجها علی منفعة معلومة)۔ وخرج بقید المعلومة المنفعة المجهولة فلا یصح أن تکون صداقا ولکن یجب مهر المثل واطلاق التعلیم فیما تقدم شامل لما یجب تعلمه کالفاتحة وغیرها**(ألفاظ أبی شجاع مع قناع ج۲ص۸۷)

زوجہ مہر کی مالکہ کب بنے گی؟

(اور) عقد نکاح کے وقت (مہر کا ذکر کرنے سے زوجہ مہر کی مالکہ بنے گی) مطلب یہ ہیکہ عقد نکاح پڑھاتے وقت مہر کا ذکر کرنا مہر پر زوجہ کی ملکیت کا باعث ہوگا (اور زوجہ مہر میں) بیع وغیرہ کے ذریعہ جو (تصرف) کرنا چاہے (قبضہ کے بعد کرسکتی ہے اور) زوجہ سے (وطی کی وجہ سے) مکمل (مہر ثابت ہوگی) بعض صورتوں میں عقد کے بعد وطی سے پہلے نصف مہر ساقط بھی ہوجاتی ہے اس لئے مصنف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مہر وطی کرنے کی وجہ سے مکمل لازم ہوجائے گی اب کچھ بھی ساقط نہ ہوگی بلکہ پوری ثابت شدہ مہر ادا کرنی ہوگی، اسی طرح آگے مصنف دوسری صورت بیان فرمارہے ہیں: (یاشوہر اور بیوی ان دونوں میں سے کسی ایک کی وطی سے پہلے موت واقع ہونے کی وجہ سے) مکمل مہر ثابت ہوگی (اور زوجہ کے لئے جائز ہے کہ اپنے آپ کو) شوہر کے (سپرد کرنے سے رک جائے یہاں تک کہ مہر پر قبضہ کرلے بشرطیکہ مہر فوری ہو) مطلب یہ ہے کہ مہر فوری ہو اور شوہر ادا نہ کرے تو زوجہ کے لئے اپنے آپ کو مہر پر قبضہ ہونے تک شوہر کے سپرد ہونے سے روکے رکھنا جائز ہے، مہر ادھار ہو تو روکے رکھنا جائز نہیں ہے (پھر بھی اگر زوجہ اپنے آپ کو شوہر کے سپرد کرے پھر شوہر) زوجہ کی رضامندی سے (زوجہ سے وطی کرے قبضہ ہونے سے پہلے) مطلب یہ ہیکہ مہر کی ادائیگی فوری ہونے کے باوجود زوجہ کا مہر پر قبضہ ہونے سے پہلے وطی کرے (تو زوجہ کے روکنے کا حق ساقط ہوجائے گا) اس لئے کہ اس نے اپنے آپ کو اپنی رضامندی سے سپرد کیا لہٰذا روکنے کا حق ساقط ہوگیا، مذکورہ صورت میں وطی کی قید سے وطی کا نہ ہونا نکل گیا لہٰذا وطی سے پہلے زوجہ کے لئے اپنے آپ کو سپرد کرنے کے باوجود سپردگی سے رجوع کرنا جائز ہوگا، اسی طرح مذکورہ صورت میں اگر شوہر زوجہ کی رضامندی کے بغیر جبراً وطی کرے تو زوجہ کے روکنے کا حق ساقط نہ ہوگا بلکہ باقی رہے گا اصح قول کے مطابق،

اگر لڑکی غیر کاملہ یعنی نابالغہ ہو اور ولی اس کو سپرد کرے مہر پر قبضہ کرنے سے پہلے تو پھر بالغہ ہونے کے بعد لڑکی کے لئے اپنی ذات کو شوہر کے سپرد کرنے سے روکنا جائز ہوگا (اور اگر) زوجہ کے ساتھ (وطی کرنے سے پہلے زوجہ کی طرف سے جدائی واقع ہو) آگے مصنف جدائی کی صورتیں بیان فرما رہے ہیں: (اس طرح کہ زوجہ اسلام لے آئے) اور شوہر کفر پر برقرار رہے (یا مرتدہ ہو جائے) اور شوہر اسلام پر برقرار رہے (تو) پورا (مہر ساقط ہو جائے گا) اب شوہر کے ذمہ مہر کی ادائیگی لازم نہ ہوگی اس لئے کہ فرقت زوجہ کی طرف سے ہوئی ہے (اور اگر شوہر کی طرف سے) جدائی واقع (ہو اس طرح کہ شوہر اسلام لے آئے) اور زوجہ کفر پر برقرار رہے (یا مرتد ہو جائے) اور زوجہ اسلام پر برقرار رہے یا شوہر زوجہ کے ساتھ مرتد ہو جائے (یا شوہر) زوجہ کو (طلاق بائن دے) تفصیل ان شاء اللہ باب الطلاق میں آئے گی (تو نصف مہر ساقط ہوگی اور نصف مہر شوہر واپس لے گا) زوجہ سے (اگر مہر بعینہ باقی ہو تو ورنہ) یعنی اگر باقی نہ ہو جیسے ضائع ہوئی ہو یا ملکیت سے نکل گئی ہو تو (نصف مہر کی قیمت واپس لے گا جو عقد) کے وقت (سے لے کر) مہر کے (ضائع ہونے) یا ملکیت سے نکلنے (تک کے مدت کی کم میں کم قیمت کا نصف ہو اگر مہر میں منفصلہ بڑھوتری ہو) مثلاً مہر میں بھینس دینے کی وجہ سے اس کا دودھ دوہیا ہو اور درخت دینے کی وجہ سے اس سے پھل حاصل ہوئے ہوں (تو) مہر کے (نصف حصہ میں) ہی (شوہر) زوجہ سے (رجوع کرے نہ کہ منفصلہ زیادتی میں) رجوع کرے، منفصلہ زیادتی زوجہ کی ملکیت شمار ہوگی،

(اور اگر) مہر میں بڑھوتری (متصلہ ہو) مثلاً مہر میں دی ہوئی بھینس موٹی ہو (تو زوجہ کو شوہر کے پاس متصلہ بڑھوتری والی مہر لوٹانے کے درمیان اور نصف مہر کی قیمت) شوہر کو دینے (کے درمیان اختیار رہے گا) یعنی زوجہ مذکورہ ان دو چیزوں میں سے کوئی ایک چیز شوہر کو لوٹا دے، اگر بڑھوتری والی مہر لوٹا دے تو چونکہ مہر پوری زوجہ نے لوٹا دی اس لئے اب اس

مہر کی نصف قیمت شوہر زوجہ کو دے، اور اگر مہر نہ لوٹائے تو مہر کی نصف قیمت بلا زیادتی کے دے یعنی زیادتی کے بغیر مہر کی قیمت لگائے اور نصف دے، زیادتی کی قیمت نہیں لگائی جائے گی۔

(اور اگر مہر ناقص ہو) یعنی مہر میں نقص آیا ہو (تو شوہر کو ناقص مہر لینے کے درمیان اور نصف مہر کی قیمت کے درمیان اختیار رہے گا) ناقص مہر لینا ہو تو بھرپائی کے بغیر لینا ہے، اس صورت میں بھی اگر شوہر ناقص مہر لے تو چونکہ پوری مہر لیا اس لئے اب نصف مہر کی قیمت شوہر زوجہ کو لوٹا دے،

آگے مصنف مہر مثل کا ضابطہ بیان فرمارہے ہیں:

(پھر مہر مثل وہ ہے جس کے مقابلہ میں اس کے مثل عورتوں میں رغبت و خواہش کی جائے۔ لہٰذا مہر مثل کا اعتبار ہو گا اس کے برابر کی عورتوں سے یعنی اس کے عصبات کی عورتیں) جیسے بہنیں، بھتیجیاں، پھوپھیاں اور چچا زاد بہنیں (اسی طرح مساوات کا اعتبار ہو گا عمر) اور (عقل) اور (جمال) اور (تونگری) اور (ثیوبت) اور (بکارت اور بلد میں۔ اگر عورت میں) برابر کی عورتوں سے (زیادہ کوئی فضل ہو یا) مساوی عورتوں سے کسی صفت میں (کمی ہو تو اس زیادتی اور نقص کی رعایت کی جائے گی اگر کسی عورت کے لئے عصبات میں عورتیں نہ ہوں تو) مہر میں (ارحام) یعنی ماں کی رشتہ دار عورتوں (کا اعتبار ہو گا اگر ارحام بھی نہ ہوں تو شہر کی اجنبی) غیر رشتہ دار عورتوں (کا اعتبار ہو گا اور ان عورتوں کی مہر کا اعتبار ہو گا جو اس کے مشابہ ہوں، اگر) مہر کی ادائیگی فوری ہو اور (شوہر ہمبستری کرنے سے پہلے مہر دینے سے عاجز ہو تو زوجہ کے لئے) نکاح (فسخ کرنا جائز ہے) اس لئے کہ شوہر عوض [مہر] سپرد کرنے سے عاجز ہے اور معوض اپنے حال پر باقی ہے لہٰذا یہ اس بیع کو فسخ کرنے کے مشابہ ہوا جس میں مشتری ثمن دینے سے عاجز ہونے کی بنا پر بائع کو بیع فسخ کرنے

کا حق حاصل ہوتا ہے (اور اگر ہمبستری کے بعد) مہر دینے سے عاجز (ہو تو) زوجہ کے لئے (فسخ) کرنا جائز (نہیں ہے) کیونکہ اس نے دخول کی قدرت دی لہٰذا بیوی مہر شوہر کے ذمہ میں رہنے سے راضی ہے (اگر شوہر اور بیوی کا) مکمل یا بعض (مہر پر قبضہ کرنے کے بارے میں اختلاف ہو جائے) اس طرح کہ بیوی کہے میں نے مہر پر قبضہ نہیں کی اور شوہر کہے کہ تو نے قبضہ کیا تھا (تو) ایسی صورت میں (بیوی کی بات مانی جائے گی) قسم کے ساتھ مطلب یہ ہیکہ بیوی قسم کھا کر اس طرح کہے گی کہ میں نے مہر پر قبضہ نہیں کیا اس لئے کہ اصل قبضہ کا نہ ہونا ہے (اور اگر ہمبستری کے بارے میں) اگر چہ خلوت کے بعد اختلاف (ہو جائے) اس طرح کہ بیوی کہے ہمبستری ہوئی ہے اور شوہر کہے نہیں ہوئی ہے (تو) ایسی صورت میں (شوہر کی بات مانی جائے گی) اس لئے کہ اصل وطی کا نہ ہونا ہے (اور جو شخص کسی عورت سے وطی کرے شبہہ کی وجہ سے) جیسے اجنبیہ سے وطی کرے اپنی زوجہ سمجھ کر، یہ ایک صورت (یا نکاح فاسد کی صورت میں) ہمبستری کرے، جیسے شافعی کا ولی کے بغیر حنفی کے مطابق نکاح ہو یا شافعی کا گواہوں کے بغیر مالکی کے مطابق نکاح ہو اسے نکاح فاسد کہتے ہیں، یہ دوسری صورت (یا زنا کرے درانحالیکہ عورت مکرہہ ہو) یعنی جبراً عورت سے زنا کرے، یہ تیسری صورت (تو) مذکورہ تینوں صورتوں میں (اس پر) یعنی پہلی صورت میں وطی کرنے والے پر، دوسری صورت میں ناکح پر اور تیسری صورت میں زانی پر (مہر مثل لازم ہو گی، اور اگر عورت زانی کے زنا سے راضی ہو تو عورت کے لئے) زانی پر (مہر) لازم (نہ ہو گی) اس لئے کہ آپ ﷺ نے زانیہ کے مہر سے منع فرمایا ہے (اور عورت کو دخول سے پہلے طلاق ہونے کی صورت میں درانحالیکہ مہر نصف ہو گئی ہے) یعنی عقد میں بیان کی ہوئی یا عقد کے بعد طے شدہ مہر میں سے جبکہ وہ مفوضہ ہو (تو عورت متعہ کی مستحق نہ ہو گی) اس لئے کہ شوہر نے پورا نفع نہیں اٹھایا (اور مہر کے نصف نہ ہونے کی صورت میں اس کی صورت یہ ہے کہ مہر

بالکل واجب نہ ہو جیسے مفوضہ) وہ عورت جو اپنے ولی سے کہے: میرا نکاح کرا دے ولی اس کا نکاح کرا دے اور مہر کی نفی کر دے یا مہلت دیدے یا مہر سے سکوت اختیار کرے یا مہر مثل سے کم میں نکاح کرائے (جبکہ وہ طلاق دی گئی ہو دخول اور مہر مقرر کرنے سے پہلے) مہر آدھی نہ ہونے کی دوسری صورت (یا پوری مہر لازم ہو جیسے دخول کے بعد طلاق ہو تو) ان دونوں صورتوں میں عورت کے لئے (متعہ واجب ہو گا اور متعہ وہ مال ہے جو حاکم اپنے اجتہاد سے مقرر کرے) اور واجب وہ مقدار ہے جس پر زوجین راضی ہوں اور سنت یہ ہے کہ تیس درہم سے کم اور نصف مہر کے برابر نہ ہو (اور مقدارِ متعہ میں حاکم زوجین کی حالت کی رعایت کرے گا) شوہر کی وسعت اور تنگی کی رعایت کرے گا اسی طرح عورت کے نسب اور گزشتہ صفات کی رعایت کرے گا۔

(فصل)

(وَلِيْمَةُ الْعُرْسِ سُنَّةٌ وَالسُّنَّةُ أَنْ يُوْلِمَ بِشَاةٍ وَيَجُوْزُ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الطَّعَامِ وَمَنْ دُعِيَ اِلَيْهَا لَزِمَتْهُ الْإِجَابَةُ صَائِمًا كَانَ أَوْ مُفْطِرًا فَإِذَا حَضَرَ نُدِبَ لَهُ الْأَكْلُ وَلَايَجِبُ فَإِنْ كَانَ صَائِمًا تَطَوُّعًا وَلَمْ يَشُقَّ عَلَى صَاحِبِ الْوَلِيْمَةِ صَوْمُهُ فَإِتْمَامُ الصَّوْمِ أَفْضَلُ وَإِنْ شَقَّ عَلَيْهِ صَوْمُهُ فَالْفِطْرُ أَفْضَلُ، وَلِوُجُوْبِ الْإِجَابَةِ شُرُوْط أَنْ لَايَخُصَّ بِهَا الْأَغْنِيَاءَ دُوْنَ الْفُقَرَاءِ وَأَنْ يَدْعُوَهُ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ فَإِنْ أَوْلَمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَدَعَاهُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِيْ لَمْ تَجِبْ أَوْ فِي الثَّالِثِ كُرِهَتْ اِجَابَتُهُ وَأَنْ لَايُحْضِرَهُ لِخَوْفٍ مِنْهُ أَوْ طَمَعًا فِيْ جَاهِهِ وَأَنْ لَايَكُوْنَ ثَمَّ مَنْ يَتَأَذَّى أَوْ لَاتَلِيْقُ بِهِ مُجَالَسَتُهُ وَلَامُنْكَر مِنْ زَمْرٍ وَخَمْرٍ وَفَرْشِ حَرِيْرٍ وَصُوَرِ حَيَوَانٍ عَلَى سَقْفٍ أَوْ جِدَارٍ أَوْ وِسَادَةٍ مَنْصُوْبَةٍ أَوْ سِتْرٍ أَوْ ثَوْبٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ فَإِنْ كَانَ الْمُنْكَرُ يَزُوْلُ بِحُضُوْرِهِ أَوْ كَانَتِ الصُّوَرُ عَلَى الْأَرْضِ فِيْ بِسَاطٍ أَوْ مِخَدَّةٍ يَتَّكِئُ عَلَيْهَا أَوْ مَقْطُوْعَةَ الرَّأْسِ أَوْ صُوَرَ الشَّجَرِ فَلْيَحْضُرْ وَلَايُكْرَهُ نَثْرُ السُّكَّرِ وَنَحْوِهِ فِي الْإِمْلَاكَاتِ بَلْ هُوَ خِلَافُ الْأَوْلَى وَالْتِقَاطُهُ أَيْضًا خِلَافُ الْأَوْلَى)

(فصل)

ولیمہ کے بیان میں

ولیمہ کی تعریف

ولیمہ "ولم" سے مشتق ہے جس کا معنی ہے: اجتماع۔

کسی بھی نئی خوشی کے موقع پر بنائے جانے والے کھانے کو ولیمہ کہتے ہیں لیکن اس صورت میں قید لگائی جائے گی جیسے ختنہ کے موقع پر دعوت دی گئی ہو تو کہا جائے گا: "ختنہ کا ولیمہ ہے" وغیرہ، اور مطلقاً ولیمہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو عقدِ نکاح کے بعد دی جاتی ہے،

تعیین ولیمہ کی وجہ

(۱) اس میں بیوی اور اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی اور حسنِ سلوک پایا جاتا ہے کیونکہ اس کے لئے مال کا خرچ کرنا اور لوگوں کو اس کے لئے جمع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ خاوند کے نزدیک بیوی کی وقعت اور عزت ہے اور میاں بیوی کے مابین اس قسم کے امور الفت قائم کرتے ہیں خاص کر ان کے اول اجتماع میں ضروری ہوتے ہیں،

(۲) ایک جدید نعمت کا حاصل ہونا اظہارِ شکر و سرور و خوشی کا سبب ہے اور مال کے خرچ کرنے پر آدمی کو آمادہ کرتا ہے اور اس خواہش کی پیروی کرنے سے سخاوت کی عادت وخصلت پیدا ہوتی ہے اور بخل کی عادت جاتی رہتی ہے اس کے علاوہ بہت سے فوائد ہیں (جیسے قابل قدر ہونا وغیرہ) (حاشیۂ هذا) سو چونکہ سیاستِ مدنیہ و منزلیہ (یعنی شہر کے اور گھر کے انتظامات) (أیضاً) وتہذیبِ نسل (یعنی اولاد میں عمدہ عادات پیدا کرنا) (أیضاً) واحسان کے متعلق کافی فوائد ومصالح ولیمہ میں مودع ہیں (یعنی امانت رکھے ہوئے ہیں) (أیضاً) اس لئے آں حضرت ﷺ نے اس کی طرف رغبت اور حرص دلائی اور خود بھی اس کو عمل میں لائے (أحکام سلام ج۲ ص ۲۱۰)

ولیمہ کا حکم

(شادی کا ولیمہ سنت ہے) یہ ہی حکم ہے اس کے علاوہ ولیموں کا، دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کا ولیمہ دو مد جو پر کیا اور حضرت صفیہؓ کا ولیمہ کھجور، گھی اور پنیر پر کیا،

حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے نکاح کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہو، اس میں امر ندب کے لئے ہے قیاس کرتے ہوئے اضحیہ اور ولیمہ کی تمام دعوتوں پر۔

تنبیہ

متجہ قول یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے نکاح کی وجہ سے ولیمے بھی متعدد ہو جاتے ہیں، یعنی یکے بعد دیگرے نکاح کی وجہ سے ولیمہ کا بھی یکے بعد دیگرے کرنا مشروع ہوتا ہے، اگر چار یا چار سے کم عورتوں کا نکاح بیک وقت ہو تو ایک ہی ولیمہ کافی ہو گا،

ولیمہ کا وقت

فیدخل وقتها به والافضل فعلها بعد الدخول(اقناع ج ۲ص ۸۹) ولیمہ کا وقت عقد نکاح کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور صحبت کے بعد کرنا افضل ہے، اگر کوئی شخص عقد نکاح سے پہلے ولیمہ کی دعوت دے تو ولیمہ نہ ہو گا،

(اور سنت ہے کہ ولیمہ بکری پر کرے) مذکورہ حدیث کی وجہ سے (اور کھانے کی جو بھی چیز میسر ہو اس سے ولیمہ کرنا جائز ہے) اس لئے کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کا ولیمہ کھجور، گھی اور پنیر پر کیا (اور جس شخص کو شادی کے ولیمہ کی دعوت دی جائے اسے) اس دعوت کو (قبول کرنا لازم ہے) مطلب یہ ہیکہ اس دعوت میں حاضر ہونا ضروری ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: بدترین کھانا ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے اور جس نے دعوت قبول نہیں کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، علماء نے فرمایا:

اس سے مراد: شادی کا ولیمہ ہے، **وأما سائر الولائم غير وليمة العرس فالمذهب الذي قطع به الجمهور أنها مستحبة**(كفاية الأخيار ج۲ ص۱۲۵) ولیمہ کی دعوت کے علاوہ تمام دعوتیں مذہب میں صحیح قول کے مطابق جس پر جمہور کا فیصلہ ہے کہ ان کو قبول کرنا مستحب ہے (چاہے مدعو) یعنی جسے دعوت دی گئی (صائم) یعنی روزہ دار (ہو یا مفطر) یعنی روزہ دار نہ ہو یعنی تب بھی شادی کے ولیمہ کی دعوت قبول کرنا ضروری ہے مذکورہ حدیث کی بنا پر (جب مدعو حاضر ہو جائے تو اس کے لئے کھانا مستحب ہے) اگر مفطر ہو تو، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو قبول کرلے اگر مفطر ہو تو کھالے اور اگر صائم ہو تو [برکت کی] دعا دے، روزہ دار ہونا دعوت قبول نہ کرنے کے لئے عذر نہیں ہے، کھانا کھانے کی کم سے کم مقدار ایک لقمہ ہے یعنی ایک لقمہ بھی اگر کھائے تو کھانا شمار ہوگا، کھانا (واجب نہیں ہے) آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو قبول کرے پھر چاہے تو کھالے اور چاہے تو چھوڑدے (اگر مدعو نے نفل روزہ رکھا ہو اور ولیمہ کے داعی پر مدعو کا نفل روزہ باقی رکھنا شاق نہ ہو تو روزہ پورا کرنا افضل ہوگا) اس لئے کہ اس صورت میں عبادت کو باطل ہونے سے محفوظ رکھنا (اور اگر اس پر) یعنی ولیمہ کے داعی پر (مدعو کا روزہ باقی رکھنا شاق ہو) یعنی داعی کی چاہت ہو کہ یہ مدعو ہمارا کھانا کھائے (تو) مدعو کا (روزہ توڑنا افضل ہوگا) [تاکہ ملنساری برقرار رہے] فرض روزہ توڑنا جائز نہیں ہے اگرچہ وقت موسع ہو جیسے نذر مطلق کا روزہ[مطلب یہ ہیکہ نذر مطلق کا روزہ وقت موسع ہونے کی وجہ سے ولیمہ کے بعد بھی رکھنے کی گنجائش رہتی ہے لیکن پھر بھی توڑنا جائز نہیں ہے]

(اور) ولیمہ کی دعوت (قبول کرنے کے وجوب کے شرائط ہیں) یعنی ولیمہ میں مدعو پر حاضر ہونا واجب نہیں ہے مگر شرائط کے ساتھ (۱) (یہ کہ: ولیمہ میں فقراء کو چھوڑ کر مالداروں کو

خاص نہ کیا گیا ہو) اور (۲) (یہ کہ ولیمہ کے داعی نے مدعو کو پہلے دن میں دعوت دی ہو اگر ولیمہ تین دن کرے اور اس کو دوسرے دن کی دعوت دی ہو تو قبول کرنا واجب نہیں ہے اور اگر تیسرے دن کی) دعوت (دی ہو تو قبول کرنا) یعنی ولیمہ میں حاضر ہونا (مکروہ ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے دن کا ولیمہ حق ہے، دوسرے دن کا معروف و مشہور ہے اور تیسرے دن کا ریاکاری ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ ولیمہ تین دن کرنا فخر کے لئے ہو اگر گھر کی تنگی یا مدعوؤں کی کثرت کی وجہ سے تین دن ولیمہ کرے تو ایک دن کا شمار ہو گا لہٰذا جو پہلے دن میں حاضر نہ ہو سکے اسے دوسرے دن میں حاضر ہونا واجب ہو گا اور جو دوسرے دن میں حاضر نہ ہو سکے اسے تیسرے دن میں حاضر ہونا واجب ہو گا، اور (۳) (یہ کہ داعی نے مدعو سے خوف کھا کر) مدعو کو دعوت نہ دی ہو (یا) داعی نے (اس کے مرتبہ میں لالچ کی وجہ سے دعوت نہ دی ہو) اگر خوف کی یا مرتبہ میں لالچ کی وجہ سے دعوت دی ہو تو قبول کرنا واجب نہیں ہے اور (۴) (یہ کہ وہاں) یعنی ولیمہ کی جگہ (ایسا شخص نہ ہو جس سے مدعو کو تکلیف ہو یا) وہاں ایسا شخص نہ ہو (جس کے ساتھ مدعو کا بیٹھنا مناسب نہ ہو) جیسے کمینہ آدمی (اور) (۵) یہ کہ وہاں (منکر نہ ہو) آگے مصنف منکر کی وضاحت بیان فرما رہے ہیں:

(جیسے بانسری) بجانا، حالاتِ حاضرہ کے اعتبار سے اس قسم کی جو بھی چیز ہو ناجائز ہو گی، اور (شراب) اور (ریشمی فرش اور جاندار کی تصویریں چھت) پر (یا دیوار) پر (یا کھڑے کئے ہوئے تکیہ) پر (یا پردہ) پر (یا ملبوس کپڑے پر ہوں، یا مذکورہ بالا منکرات کے علاوہ) کوئی منکر یعنی شریعت کے خلاف چیز نہ ہو،

مزید شرائط یہ ہیں: (۶) داعی کی دعوت سے یا کسی نائب سے مدعو متعین ہو، اگر لوگوں میں آواز لگائے اور گھر کا دروازہ کھلا رکھے اور کہے کہ جس کو حاضر ہونا ہو دعوت میں ہو جاؤ تو

اس صورت میں دعوت قبول کرنا واجب نہیں (۷) جس کی دعوت پہلے ہو اس کی دعوت قبول کرنا واجب اگر ایک ساتھ دو آدمی دعوت دیں تو جو رشتہ میں قریب ہو سب سے پہلے اس کی دعوت قبول کرنا واجب ورنہ جس کا گھر قریب ہو [یعنی گھر کا دروازہ جس کا مدعو کے گھر کے دروازہ سے قریب ہو] (۸) خالص مال حرام سے دعوت کرنے کا علم ہو تو دعوت قبول کرنا حرام ورنہ یعنی حرام مال سے ہی دعوت کر رہا ہے اس کا علم نہ ہو تو دعوت قبول کرنا حرام نہیں جائز ہے، زیادہ مال حرام ہو تو دعوت قبول کرنا مکروہ ہے۔ مال میں حرام مال کا شبہ ہو تو دعوت قبول کرنا واجب نہیں، (۹) داعی اجنبیہ عورت نہ ہو (۱۰) داعی ظالم، فاسق، شریر، فضول خرچ کرنے والا اور فخر چاہنے والا نہ ہو اگر ہو تو دعوت قبول کرنا واجب نہیں، (۱۱) دعوت ولیمہ کے وقت میں ہو [ورنہ دعوت قبول کرنا واجب نہیں] (۱۲) مدعو قاضی یا والی نہ ہو۔ اگر ہو تو دعوت قبول کرنا واجب نہیں (۱۳) جماعت کو چھوڑنے کے جو اعذار ہیں ان میں سے کوئی ایک عذر بھی لاحق نہ ہو اگر ہو تو دعوت قبول کرنا واجب نہیں، (۱۴) مدعو امرد نہ ہو کہ جس کے حاضر ہونے سے شک یا تہمت کا اندیشہ ہو۔ اگر ذرہ برابر بھی کسی قسم کا کوئی شک یا تہمت کا اندیشہ نہ ہو تو دعوت قبول کرنا واجب، (اقناع حاشیۂ قناع) (اور اگر کوئی منکر مدعو کے حاضر ہونے سے ختم ہو جاتا ہو) یہ ایک صورت (یا) جاندار کی (تصویریں زمین پر بچھائے ہوئے فرش میں ہوں) یہ دوسری صورت (یا) تصویریں اس (تکیہ) کے اندر ہوں (جس پر ٹیک لگایا جاتا ہے) یہ تیسری صورت (یا) یہ کہ تصویریں تو ہوں لیکن ان کا (سر کٹا ہوا ہو) یہ چوتھی صورت (یا درخت کی تصویریں) ہوں یعنی بے جان کی تصویریں ہوں، یہ پانچویں صورت (تو مدعو حاضر ہو جائے) اس لئے کہ ذکر کردہ صورتوں میں سے کوئی بھی صورت حاضری کے وجوب کے لئے مانع نہیں ہوتی،

(اور عقدِ نکاح کے بعد شکر اور اس کے مانند) جیسے دراہم، دنانیر، بادام، اخروٹ اور کھجور (نچھاور کرنا مکروہ نہیں ہے بلکہ خلافِ اولیٰ ہے اور نچھاور کی ہوئی چیز اٹھانا بھی خلافِ اولیٰ

ہے) جس طرح نچھاور کرنا خلافِ اولیٰ ہے، اس لئے کہ اس میں گھٹیا پن ہے اور خلافِ مروت ہے، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نچھاور کرنے اور پھینک دینے سے جو چیز زمین پر گری اسے اٹھانا بھی خلافِ اولیٰ ہے جس طرح نچھاور کرنا خلافِ اولیٰ ہے،

احقر کی رائے

نچھاور کرنے (پھینکنے) میں چھینا جھپٹی ہو گی، ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے میں کمتر کی دل شکنی ہو گی اور باوقار آدمی اٹھانے سے ہچکچائے گا اور محروم رہے گا، اور اگر یہ مسجد میں ہو تو زیادہ خطرناک کام ہو گا کیونکہ مسجد میں دنیوی باتیں کرنے سے زیادہ خطرناک چھینا جھپٹی ہے اور دنیوی باتیں کرنے کے متعلق آنحضرت ﷺ نے تیرہ سو برس پہلے پیشنگوئی فرمائی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دنیوی باتیں مسجدوں میں ہونے لگیں گی ان کے ساتھ نہ بیٹھو خدا کو ایسوں کی ضرورت نہیں (مشکوٰۃ ج۲ ص ۷۱) خلافِ اولیٰ کام کرنے سے آدمی گنہگار نہیں ہوتا لہٰذا مذکورہ وجوہات کے پیشِ نظر ذمہ داروں کو چاہئے کہ نچھاور ہرگز نہ کریں بلکہ تقسیم کرے تاکہ چھینا جھپٹی اور دل شکنی سے حفاظت ہو اور ہر ایک کو تقسیم شدہ چیز باعزت و مروت دستیاب ہو، عقدِ نکاح مسجد میں ہو تو تقسیم مسجد کے باہر کرے۔

واللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ مُعَاشَرةِ الازْوَاجِ)

(يَجِبُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الزَّوْجَيْنِ الْمُعَاشَرَةُ بِالْمَعْرُوْفِ وَبَذْلُ مَا يَلْزَمُهُ مِنْ غَيْرِ مَطْلٍ وَلَااِظْهَارِ كَرَاهَةٍ وَيَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ أَنْ يُسْكِنَ زَوْجَتَيْنِ فِيْ مَسْكَنٍ وَاحِدٍ اِلَّابِرِضَاهُمَاوَلَهُ أَنْ يَمْنَعَهَا مِنَ الْخُرُوْجِ مِنْ مَنْزِلِهِ فَاِنْ مَاتَ لَهَا قَرِيْب اُسْتُحِبَّ أَنْ يَأْذَنَ لَهَا فِي الْخُرُوْجِ وَمَنْ لَهُ نِسَاء لَايَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَقْسِمَ لَهُنَّ بَلْ لَهُ الْاِعْرَاضُ عَنْهُنَّ بِلَااِثْمٍ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَبْتَدِءَ الْمَبِيْتَ عِنْدَ اِحْدَاهُنَّ اِلَّابِالْقُرْعَةِ فَاِنْ بَاتَ عِنْدَ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ لَزِمَهُ الْمَبِيْتُ عِنْدَ الْبَاقِيَاتِ بِقَدْرِهِ فَاِذَا أَرَادَ الْقَسْمَ أَقْرَعَ فَمَنْ خَرَجَتْ قُرْعَتُهَا قَدَّمَهَا وَيَقْسِمُ لِلْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ وَالْمَرِيْضَةِ وَالرَّتْقَاء فَاِنْ كَانَ مَعَهُ حُرَّة وَأَمَة قَسَمَ لِلْحُرَّةِ مِثْلَ مَا لِلْأَمَةِ مَرَّتَيْنِ وَأَقَلُّ الْقَسْمِ لَيْلَة وَيَتْبَعُهَا يَوْم قَبْلَهَا أَوْ بَعْدَهَا وَأَكْثَرُهُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَايُزَادُ عَلَى ذٰلِكَ وَعِمَادُ الْقَسْمِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ تَابِع لِمَنْ مَعِيْشَتُهُ بِالنَّهَارِ فَاِنْ كَانَتْ مَعِيْشَتُهُ بِاللَّيْلِ كَالْحَارِسِ فَعِمَادُ قَسْمِهِ بِالنَّهَارِ وَلَايَجِبُ عَلَيْهِ وَطْئ لٰكِنْ تندب التسويه بَيْنَهُنَّ فِيْهِ وَفِيْ سَائِرِ الْاِسْتِمْتَاعَاتِ وَاِنْ أَرَادَ أَنْ يُسَافِرَ بِامْرَأَةٍ مِنْهُنَّ لَمْ يَجُزْ اِلَّا بِالْقُرْعَةِ فَاِنْ سَافَرَ بِقُرْعَةٍ لَمْ يَقْضِ لِلْمُقِيْمَةِ وَاِنْ سَافَرَ بِهَا بِغَيْرِ قُرْعَةٍ أَثِمَ وَلَزِمَهُ الْقَضَاء وَمَنْ وَهَبَتْ حَقَّهَا مِنَ الْقَسْمِ لِبَعْضِ ضَرَائِرِهَا بِرِضَا الزَّوْجِ جَازَ وَاِنْ وَهَبَتْ لِلزَّوْجِ جَعَلَهُ لِمَنْ شَاءَ مِنْهُنَّ فَاِنْ رَجَعَتْ فِي الْهِبَةِ عَادَتْ اِلَى الدَّوْرِ مِنْ يَوْمِ الرُّجُوْعِ وَلَايَجُوْزُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى اِمْرَأَةٍ فِيْ نَوْبَةِ أُخْرٰى بِلَاشُغْلٍ فَاِنْ دَخَلَ بِالنَّهَارِ لِحَاجَةٍ أَوْ بِاللَّيْلِ لِضَرُوْرَةٍ جَازَ وَاِلاَّ فَلاَ وَاِنْ أَقَامَ لَزِمَهُ الْقَضَاء وَاِنْ تَزَوَّجَ جَدِيْدَةً وَعِنْدَهُ غَيْرُهَا قَطَعَ الدَّوْرَ لِلْجَدِيْدَةِ فَاِنْ كَانَتْ بِكْرًا أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَلَمْ يَقْضِ وَاِنْ كَانَتْ ثَيِّبًا فَهُوَ بِالْخِيَارِ بَيْنَ أَنْ يُقِيْمَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَيَقْضِيَ وَبَيْنَ أَنْ يَقْسِمَ ثَلَاثًا وَلَايَقْضِيَ وَيُنْدَبُ لَهُ أَنْ يُخَيِّرَهَا بَيْنَهُمَا فَاِنْ أَقَامَ سَبْعًا بِطَلَبِهَا قَضَى السَّبْعَ أَوْ بِدُوْنِهِ قَضَى أَرْبَعًا فَقَطْ وَلَهُ الْخُرُوْجُ نَهَارًا لِقَضَاءِ الْحَاجَاتِ وَالْحُقُوْقِ وَمَنْ مَلَكَ اِمَاءً لَمْ يَلْزَمْهُ أَنْ يَقْسِمَ لَهُنَّ، وَيُنْدَبُ أَنْ لَايُعَطِّلَهُنَّ مِنَ الْوَطْئِ وَأَنْ يُسَوِّيَ بَيْنَهُنَّ فِيْهِ وَاِذَا رَأَى مِنَ الْمَرْأَةِ أَمَارَاتِ النُّشُوْزِ وَعَظَهَا بِالْكَلَامِ وَاِنْ صَرَّحَتْ بِالنُّشُوْزِ هَجَرَهَا فِي الْفِرَاشِ دُوْنَ الْكَلَامِ وَضَرَبَهَا ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ سَوَاء نَشَزَتْ مَرَّةً أَوْ تَكَرَّرَ مِنْهَا وَقِيْلَ لَايَضْرِبُهَا اِلَّا اِذَا تَكَرَّرَ نُشُوْزُهَا)

(زوجین کی آپس میں ایک دوسرے پر لازم کردہ چیزوں کے بیان میں)

(زوجین) یعنی میاں بیوی (میں سے ہر ایک پر ضروری ہے دوسرے کے ساتھ حسن سلوک سے زندگی گزارنا)

آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۂ بقرہ ۲۲۸)

(اور ہر ایک پر لازم ہے ٹال مٹول) کئے بغیر (اور ناپسندیدگی کا اظہار کئے بغیر ادا کرنا، اور شوہر پر حرام ہے دو بیویوں کو ایک ہی کمرے میں رکھنا مگر ان کی رضامندی سے) ایک کمرے میں رکھنا حرام نہیں جائز ہے، کیونکہ ایک کمرے میں رہنا بلا رضامندی کے سبب بنے گا زیادتی تنازعہ کا اور طاعت و فرماں برداری سے نکلنے کا آپس میں وحشت ہونے کی وجہ سے اور اس لئے بھی کہ ہر ایک بیوی الگ رہائش گاہ کی مستحق ہے لہٰذا بیویوں پر ایک ساتھ رہنا لازم نہیں (کفایة ج۲ص۱۳۳)

(اور شوہر کے لئے جائز ہے کہ زوجہ کو اپنے گھر سے باہر نکلنے سے منع کرے) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے جائز نہیں کہ شوہر کے گھر میں کسی کو آنے کی اجازت دے جبکہ اسے پسند نہ ہو اور نہ عورت کے لئے گھر سے نکلنا ہے شوہر کی ناپسندیدگی کی حالت میں (اگر زوجہ کا رشتہ دار انتقال کر جائے تو) شوہر کے لئے (مستحب ہے کہ زوجہ کو) گھر سے (نکلنے کی اجازت دے) تاکہ حصول قربت پر اعانت ہو (اور جس شخص کے لئے) دو یا زائد (بیویاں ہوں اس پر واجب نہیں ہے کہ ان بیویوں کے لئے) باری کو (تقسیم کرے بلکہ شوہر کے لئے ان سے اعراض کرنا) یعنی ان کے ساتھ رات نہ گزارنا (جائز ہے اور) اس کی وجہ سے (گنہگار) بھی (نہ ہو گا) اس لئے کہ رات گزارنا شوہر کا حق ہے اور شوہر کے لئے جائز ہے اسے ترک کرنا لیکن رات گزارنا سنت ہے،

مطلب یہ ہیکہ ان کے ساتھ رات گزارنا لازم نہیں چاہے تو رات گزارے یا علاحدہ رہے،
(اور) جب بیویوں کے درمیان تقسیم کا ارادہ کرے تو (شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کہ بیویوں میں سے کسی ایک کے ساتھ رات گزارنے کی ابتداء کرے مگر قرعہ اندازی سے) جس بیوی کا نام نکل آئے اس بیوی کے ساتھ رات گزارنے کی ابتدا کرے (پھر اگر شوہر بیویوں میں سے کسی ایک کے ساتھ) قرعہ اندازی کی وجہ سے یا ظلماً (رات گزارے تو شوہر پر لازم ہوگا بقیہ بیویوں کے پاس رات گزارنا اس کے بقدر) اگرچہ ان کو عذر لاحق ہو جیسے بیماری اور حیض یعنی تب بھی ان کے ساتھ رات گزارنا لازم (پھر جب تقسیم کا ارادہ ہو) بقیہ بیویوں کے لئے (تو) ان میں (قرعہ اندازی کرے) واجب ہے (پھر جس کے نام کا قرعہ نکلے اس کو) رات گزارنے میں دوسرے پر (مقدم کرے) پھر اس کے ساتھ رات گزارنے کے بعد بقیہ بیویوں میں قرعہ اندازی کرے اور اس کے مطابق رات گزارے، اس طرح آخر تک کرے، پھر سب کی باری مکمل ہونے کے بعد اگر دل دوبارہ تقسیم کی طرف مائل ہو تو اس پہلی قرعہ اندازی کے مطابق ہر ایک کے پاس رات گزارے یا بیویاں جس کے ساتھ رات گزارنے کی اجازت دے اس کے مطابق عمل کرے (اور تقسیم حائضہ) اور (نفساء) اور (مریضہ اور رتقاء) اور قرناء (کے لئے) بھی (رہے گی) اس لئے کہ تقسیم سے قصد انسیت ہے اور دوسرے بیویوں کے ساتھ تخصیص کرنے کے خوف کو ہٹانا ہے لہٰذا اس علت کے پیشِ نظر تقسیم حائضہ وغیرہ کے لئے بھی رہے گی، [کتاب النکاح میں رتقاء اور قرناء کی تعریف ملاحظہ فرمائیں]

(اگر شوہر کے پاس آزاد عورت اور باندی ہو تو باندی کی دو مرتبہ کی تقسیم کے مانند تقسیم) روایت دار قطنی کی بنا پر (آزاد عورت کی ہوگی، اور تقسیم کی کم سے کم مدت ایک رات ہے)

یعنی ایک بیوی کے پاس کم سے کم ایک رات رہے، آگے مصنف دن کی تفسیر بیان فرمارہے ہیں کہ دن اسی رات کے تابع ہوگا:

(اور تقسیم کی رات سے پہلے والا دن یا) تقسیم کی رات سے (بعد والا) دن تقسیم شدہ (رات کے تابع ہوگا) دن کو تابع اس لئے بنایا کہ کمائی کے لئے آمد ورفت کا اور حاجتوں کی تکمیل کا وقت دن ہوتا ہے برخلاف رات کے کہ اس میں سکون واطمینان ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا(سورۂ نبا ۱۰ اور ۱۱) اور بنایا رات کو اوڑھنا اور بنایا دن کمائی کرنے کو(ترجمہ قرآن)

(اور اس کی) یعنی تقسیم کی (زیادہ سے زیادہ مدت تین دن ہے) یعنی ایک بیوی کے پاس زیادہ سے زیادہ تین دن رہے (تین دن سے زائد مدت نہیں ہے) مگر بیویوں کی رضامندی ہو تو تین دن سے زائد رہ سکتا ہے،

(تقسیم میں اصل رات ہے اور دن) اس کے (تابع ہے یہ اس شخص کے لئے ہے جس کی معیشت) کمائی (دن میں ہو) جیسا کہ اکثر لوگوں کی معیشت دن میں ہوا کرتی ہے (اور اگر اس کی معیشت رات میں ہو جیسے) رات میں کسی دوکان وغیرہ کا (نگراں ہو تو اس شخص کے تقسیم میں اصل دن ہے) اس لئے کہ اس صورت میں اس کے لئے دن سکون کا وقت ہے اور رات دن کے تابع ہے کیونکہ رات اس کے معاش کا وقت ہے، یہ مذکورہ احکام مقیم کے بارے میں ہیں مسافر کی تقسیم کی بنیاد سفر سے آنے کے بعد کا وقت ہے چاہے رات ہو یا دن اس لئے کہ مسافر کے لئے یہ خلوت کا وقت ہے،

بیویوں کی تقسیم کے بعد (شوہر پر ہمبستری کرنا واجب نہیں ہے لیکن بیویوں کے درمیان ہمبستری کرنے) میں (اور تمام استمتاعات میں) یعنی ایک بیوی سے جس طرح فائدہ اٹھایا جائے مثلاً بوس وکنار وغیرہ اسی طرح تمام بیویوں سے فائدہ اٹھانے میں (برابری کرنا

مستحب ہے) بشرطیکہ برابری کرنا ممکن ہو کیونکہ یہ انصاف کا اکمل درجہ ہے (اور اگر شوہر ارادہ کرے بیویوں میں سے کسی ایک بیوی کے ساتھ سفر کرنے کا تو جائز نہ ہوگا مگر قرعہ اندازی سے) یعنی قرعہ اندازی میں جس بیوی کا نام نکلے اس کے ساتھ سفر کرنا جائز ہو گا (پھر اگر قرعہ اندازی سے سفر کرے تو) شوہر کے ذمہ (مقیمہ کے لئے) سفر پر جانے آنے کی اور سفر میں ٹھہرنے کی مدت کی (قضاء نہ ہوگی) مطلب یہ ہیکہ سفر سے لوٹ آنے کے بعد سفر پر جانے آنے کی اور سفر میں ٹھہرنے کی جو مدت گزری اتنی مدت شوہر کے ذمہ قضاء کے طور پر مقیمہ کے ساتھ گزارنا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ رخصت سفر کی وجہ سے قضاء ساقط ہوئی، مقیمہ یعنی وہ بیوی جو شوہر کے ساتھ سفر میں نہیں گئی (اور اگر کسی بیوی کے ساتھ قرعہ اندازی کے بغیر شوہر سفر کرے تو) اس سفر کی وجہ سے (گنہگار ہو گا اور اس پر قضاء لازم ہوگی) سفر شروع کرنے سے لے کر گھر لوٹ آنے تک جو مدت گزری اتنی مدت بقیہ بیویوں میں سے ہر ایک بیوی کے ساتھ قضاء کے طور پر گزارنا لازم ہوگی، اگر بیویاں کسی ایک بیوی کے ساتھ قرعہ اندازی کے بغیر سفر کرنے سے راضی ہوں تو شوہر کے لئے قرعہ اندازی کے بغیر سفر کرنا جائز ہو گا اور پھر اس صورت میں بقیہ بیویوں کے لئے قضاء لازم نہ ہوگی، اور بیویوں کے لئے اس اجازت سے رجوع کرنا بھی جائز ہے لیکن معتمد قول یہ ہے کہ جب سفر شروع کرے اور گاؤں یا شہر کے احاطہ کو تجاوز کرے تو بیویوں کے لئے رجوع جائز نہ ہو گا،

(اور جو بیوی شوہر کی رضامندی سے اپنی تقسیم کا حق اپنی سوکنوں میں سے کسی سوکن کو ہبہ کرے تو جائز ہے) شوہر کے رضامندی کی قید اس لئے لگائی گئی کہ اس بیوی سے فائدہ اٹھانا شوہر کا حق ہے لہٰذا شوہر کی رضامندی کے بغیر بیوی اپنا حق ہبہ کرے تو شوہر کے لئے بیوی کو اس سے منع کرنا جائز ہو گا (اور اگر بیوی) اپنی تقسیم کا حق (شوہر کے لئے ہبہ کرے تو

شوہر اس حق کو بیویوں میں سے جس بیوی کے ساتھ چاہے خاص کرے) اگر چہ واہبہ [اپنے حق کو ہبہ کرنے والی] شوہر نے جس بیوی کے ساتھ خاص کیا ہے اس بیوی سے راضی نہ ہو اس لئے کہ واہبہ نے اپنا حق شوہر کو ہبہ کیا ہے لہٰذا اب شوہر جس کے ساتھ چاہے خاص کرے جائز ہے، موہوب لہا کی [یعنی اس بیوی کی شوہر نے جس کے ساتھ حق کو خاص کیا ہے] رضامندی شرط نہیں ہے اس کے ساتھ حق کو خاص کرنے میں اس لئے کہ ہبہ کیا ہوا حق شوہر اور واہبہ کے درمیان مشترک ہے،

(اگر واہبہ ہبہ میں رجوع کرے) اگر چہ درمیانی رات میں (تو رجوع کرنے کے وقت سے باری کی طرف لوٹ آئے گی) مطلب یہ ہے کہ جس وقت واہبہ رجوع کرے اسی وقت سے شوہر پر واجب ہو گا کہ فوراً موہوب لہا کے پاس سے نکل جائے اگر درمیانی رات کا وقت ہو تو امن کی صورت میں نکل جائے اگر نہ نکلے تو واہبہ کے رجوع کے وقت سے قضا کرے، رجعت سے پہلے جو وقت موہوب لہا کے پاس گزرا اس میں رجعت نہیں ہو گی،

(اور) شوہر کے لئے (جائز نہیں ہے کہ دوسری) زوجہ کی (باری کے وقت میں کسی اور زوجہ کے پاس بنا ضرورت داخل ہو) اس لئے کہ اس میں حق والی زوجہ کا حق بنا ضرورت باطل کرنا ہے (اگر حاجت) جیسے سامان کو درست کرنے یا نفقہ دینے کی حاجت (کی بنا پر دن میں داخل ہو) تو جائز ہے روایتِ ابوداؤد کی بنا پر، یہ ایک صورت (یا ضرورت کی بنا پر رات میں) داخل ہو، یہ دوسری صورت (تو جائز ہے) تا کہ ضرورت پوری ہو (ورنہ) یعنی پہلی صورت میں داخل ہونے کی حاجت نہ ہو اور دوسری صورت میں داخل ہونے کی ضرورت نہ ہو تو (جائز نہیں) ایک زوجہ کی باری کے وقت میں دوسری زوجہ کے پاس داخل ہونا اس لئے کہ اس صورت میں جس زوجہ کا حق ہے اس کو بنا حاجت وضرورت کے باطل کرنا ہے، (اور اگر شوہر) حاجت یا ضرورت کی بنا پر (ٹھہر جائے تو شوہر پر) جس زوجہ کی باری تھی اس کی (قضا لازم ہو گی)

خلاصہ: اصل میں ضرورت سے داخل ہو جیسے بیوی کو خوفناک مرض لاحق ہوا اور وقت ضرورت طویل ہو گیا یا طویل کر دیا تو دونوں کی قضا کرے اگر تابع میں داخل ہو حاجت کی بنا پر اور زمانۂ حاجت طویل ہو جائے تو قضا نہیں اگر طویل کرے تو فقط زائد کی قضا کرے،

(اور اگر کسی نے نیا نکاح کیا درانحالیکہ اس کے نکاح میں اس نئی منکوحہ کے علاوہ) بھی ایک یا ایک سے زائد منکوحہ (موجود ہے تو نئی منکوحہ کی بنا پر) دوسری زوجہ کی (باری کو منقطع کر دیں گے) تاکہ نئی کا حق زفاف پورا ہو جائے (اب اگر نئی منکوحہ باکرہ ہو تو شوہر اس کے پاس) مسلسل (سات دن) اور راتیں (رہے گا) تاکہ انسیت حاصل ہو اور خوف وہراس دور ہو (اور) ان ایام کی نئی منکوحہ کے علاوہ کسی زوجہ کے لئے (قضاء نہیں کرے گا اور اگر) نئی منکوحہ (ثیبہ ہو تو شوہر کو اختیار رہے گا اس بات کا کہ ثیبہ کے پاس سات دن) اور سات راتیں (گزارے اور قضا کرے) مطلب یہ ہیکہ ثیبہ کے علاوہ بقیہ بیویوں میں سے ہر ایک کے پاس قضا کے طور پر سات دن اور سات راتیں گزارے [ضروری ہے] (یا یہ کہ) ثیبہ کے پاس (تین دن) اور تین راتیں (گزارے اور قضاء نہ کرے) مطلب یہ ہیکہ بقیہ بیویوں میں سے ہر ایک بیوی کے ساتھ قضاء کے طور پر تین دن اور تین راتیں گزارنا نہیں ہے (باکرہ یا ثیبہ کے پاس راتیں اور دن گزارنے کے بعد پھر عام حکم کے مطابق باری باری سب کے پاس رات گزارے)

(اور) آپ ﷺ کی اتباع میں (شوہر کے لئے مستحب ہے کہ نئی منکوحہ ثیبہ کو دونوں کے درمیان) یعنی تین دن گزارنے اور قضاء نہ کرنے اور سات دن گزارنے اور قضاء کرنے کے درمیان (اختیار دے پھر اگر شوہر) مذکورہ اختیار دینے کی صورت میں (نئی منکوحہ ثیبہ کی چاہت کی وجہ سے سات دن) اور سات راتیں اس کے پاس (ٹھہرے تو) بقیہ بیویوں میں سے ہر ایک بیوی کے پاس حدیث ام سلمہؓ کی بنا پر (سات دن) اور راتوں (کی قضاء کرے

اور اگر اس کی) یعنی نئی منکوحہ ثیبہ کی (چاہت کے بغیر) اس کے پاس سات دن اور راتیں ٹھہرے (تو صرف چار دن) اور راتوں (کی قضاء کرے) یعنی چار دن سے زائد نہیں (اور شوہر کے لئے جائز ہے) مدتِ زفاف میں (حاجتوں اور حقوق کو پورا کرنے کے لئے دن میں نکلنا) حاجتوں کو پورا کرنا جیسے خرید وفروخت اور حقوق کو پورا کرنا جیسے بیمار کی عیادت کرنا وغیرہ،

(اور جو شخص) خریدنے کی وجہ سے (باندیوں کا مالک بنے اس پر لازم نہیں ہے کہ باندیوں کے لئے) باری (تقسیم کرے) تقسیم نہ ابتداء میں لازم ہے اور نہ کسی سے وطی کرنے کے بعد، شوہر کے لئے (مستحب ہے کہ باندیوں کو وطی سے خالی نہ چھوڑے) تاکہ وہ فسق وفجور میں واقع ہونے سے محفوظ رہیں (اور) شوہر کے لئے (یہ) بھی مستحب ہے (کہ وطی کرنے میں باندیوں کے درمیان برابری کرے) تاکہ باندیوں میں بعض کی چاہت اور بعض کی عدمِ چاہت کے اعتبار سے خوف وہراس پیدا ہونے سے حفاظت ہو، مذکورہ بالا مسائل تقسیم سے متعلق بیان ہوئیں آگے مصنف نشوز سے متعلق مسائل بیان فرمارہے ہیں:

(اور جب زوجہ سے نافرمانی کی علامتیں ظاہر ہوں) مثلاً پہلے زوجہ گفتگو میں نرم تھی اور اب سخت ہو جائے، زبان درازی کرے وغیرہ (تو شوہر اسے کلام کے ذریعہ نصیحت کرے) مطلب یہ ہیکہ نہ قطع تعلق کرے اور نہ مارے بلکہ سمجھائے کہے: کہ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت تم پر فرض ہے اسے جانو اور اسے یہ بھی بتلائے کہ نافرمانی سے نفقہ اور تقسیم ساقط ہو جاتی ہے (اور اگر نافرمانی ظاہر اور واضح کردے) جیسے شوہر استمتاع کے لئے بلائے اور بنا عذر انکار کرے (تو اس کو اپنے بستر سے علیحدہ رکھے اور تین دن سے کم بات چیت بند رکھے) اگر تین دن سے زیادہ بند رکھے تو حرام ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ بات چیت بند رکھے، لیکن یہ اس

صورت میں ہے جب کہ شرعی عذر کے بغیر ہو اگر عذرِ شرعی کی وجہ سے ہو جیسے نماز چھوڑنے یا بدعت کرنے کی وجہ سے تو تین دن سے زائد بات چیت بند رکھنا حرام نہ ہو گا، (اور شوہر زوجہ کو) تادیباً (مارے) جائز ہے (لیکن وہ مار سخت نہ ہو) بلکہ ہلکی ہو مطلب یہ ہیکہ اس طریقہ پر مارے کہ ہڈی نہ ٹوٹے یا زخم نہ ہو یا خون نہ نکلے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَاتَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا (سورۂ نساء ۳۴) [تادیباً مارنا جائز تو ہے لیکن اس کو آخری درجہ میں اپنائے بہتر ہو گا] (چاہے زوجہ سے نافرمانی پہلی مرتبہ سرزد ہوئی ہو یا مکرر) یعنی ایک مرتبہ نافرمانی سرزد ہوئی ہو یا ایک سے زیادہ مرتبہ تادیباً مارنا جائز ہے (اور کہا گیا ہے نہ مارے مگر جبکہ زوجہ کی نافرمانی کئی مرتبہ سرزد ہوئی ہو۔)

احقر کی رائے

یہ ہے کہ آج کا پر فتن دور ہے لہٰذا تادیباً مارنے کی ضرورت محسوس ہو تو کئی مرتبہ نافرمانی سرزد ہونے پر مذکورہ طریقہ کے مطابق مارے۔

واللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ النَّفَقَاتِ)

(يَجِبُ عَلَى الزَّوْجِ نَفَقَةُ زَوْجَتِهِ يَوْمًا بِيَوْمٍ فَإِنْ كَانَ مُوْسِرًا لَزِمَهُ مُدَّانِ مِنَ الْحَبِّ الْمُقْتَاتِ فِي الْبَلَدِ وَإِنْ كَانَ مُعْسِرًا فَمُدٌّ وَإِنْ كَانَ مُتَوَسِّطًا فَمُدٌّ وَنِصْف وَيَلْزَمُهُ مَعَ ذٰلِكَ أُجْرَةُ الطَّحْنِ وَالْخَبْزِ وَالْأُدْمُ عَلَى حَسَبِ عَادَةِ الْبَلَدِ مِنَ اللَّحْمِ وَالدُّهْنِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ فَإِنْ تَرَاضَيَا عَلَى أَخْذِ الْعِوَضِ عَنْ ذٰلِكَ جَازَ وَلَهَا مَاتَحْتَاجُ إِلَيْهِ مِنَ الدُّهْنِ لِلرَّأْسِ وَالسِّدْرِ وَالْمُشْطِ وَثَمَنِ مَاءِ الْإِغْتِسَالِ إِنْ كَانَ سَبَبُهُ جِمَاعًا أَوْ نِفَاسًا فَإِنْ كَانَ سَبَبُهُ حَيْضًا أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ لَمْ يَلْزَمْهُ وَلَايَلْزَمُهُ ثَمَنُ الطِّيبِ وَلَا أُجْرَةُ الطَّبِيْبِ وَلَاشِرَاءُ الْأَدْوِيَةِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَيَجِبُ لَهَا مِنَ الْكِسْوَةِ مَا جَرَتْ بِهِ الْعَادَةُ فِي الْبَلَدِ مِنْ ثِيَابِ الْبَدَنِ وَالْفِرَاشِ وَالْغِطَاءِ وَالْوِسَادَةِ عَلَى حَسَبِ مَايَلِيْقُ بِيَسَارِهِ وَ اِعْسَارِهِ وَيَجِبُ تَسْلِيْمُ النَّفَقَةِ إِلَيْهَا مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ وَتَسْلِيْمُ الْكِسْوَةِ مِنْ أَوَّلِ الْفَصْلِ فَإِنْ أَعْطَاهَا كِسْوَةَ مُدَّةٍ فَبَلِيَتْ قَبْلَهَا لَمْ يَلْزَمْهُ إِبْدَالُهَا وَإِنْ بَقِيَتْ بَعْدَ الْمُدَّةِ لَزِمَهُ التَّجْدِيْدُ وَلَهَا أَنْ تَتَصَرَّفَ فِيْ كِسْوَتِهَا بِالْبَيْعِ وَغَيْرِهِ وَيَجِبُ لَهَا سُكْنَى مِثْلِهَا وَإِنْ كَانَتْ مِمَّنْ تُخْدَمُ فِيْ بَيْتِ أَبِيهَا لَزِمَهُ إِخْدَامُهَا وَتَلْزَمُهُ نَفَقَةُ الْخَادِمِ إِذَا كَانَ مِلْكَهَا وَإِنَّمَا تَلْزَمُهُ النَّفَقَةُ إِذَا سَلَّمَتِ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا إِلَيْهِ أَوْ عَرَضَتْ نَفْسَهَا عَلَيْهِ أَوْ عَرَضَهَا وَلِيُّهَا إِنْ كَانَتْ صَغِيْرَةً سَوَاء كَانَ الزَّوْجُ كَبِيْرًا أَوْ صَغِيْرًا لَايَتَأَتَّى مِنْهُ الْوَطْئُ إِلَّا أَنْ تُسَلَّمَ وَهِيَ صَغِيْرَة وَلَا يُمْكِنُ وَطْؤُهَا فَلَانَفَقَةَ لَهَا وَشَرْطُ ذٰلِكَ أَيْضًا أَنْ تُمَكِّنَهُ التَّمْكِيْنَ التَّامَّ بِحَيْثُ لَاتَمْتَنِعُ مِنْهُ فِيْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ فَلَوْ نَشَزَتْ وَلَوْ فِيْ سَاعَةٍ أَوْ سَافَرَتْ بِغَيْرِ إِذْنِهِ أَوْ بِإِذْنِهِ لِحَاجَتِهَا أَوْ أَحْرَمَتْ أَوْ صَامَتْ تَطَوُّعًا بِغَيْرِ إِذْنِهِ أَوْ كَانَتْ أَمَةً فَسَلَّمَهَا السَّيِّدُ لَيْلًا فَقَطْ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا وَأَمَّا الْمُعْتَدَّةُ فَيَجِبُ لَهَا السُّكْنَى فِيْ مُدَّةِ الْعِدَّةِ سَوَاء كَانَتِ الْعِدَّةُ عِدَّةَ وَفَاةٍ أَوْ رَجْعِيَّةٍ أَوْ بَائِنٍ وَأَمَّا النَّفَقَةُ فَلَاتَجِبُ فِيْ عِدَّةِ الْوَفَاةِ وَتَجِبُ لِلرَّجْعِيَّةِ مُطْلَقًا وَلِلْبَائِنِ إِنْ كَانَتْ حَامِلًا يَدْفَعُ إِلَيْهَا يَوْمًا بِيَوْمٍ وَإِنْ لَمْ تَكُنِ الْبَائِنُ حَامِلًا فَلَا نَفَقَةَ لَهَا وَالْكِسْوَةُ كَالنَّفَقَةِ وَإِنِ اخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ فِيْ قَبْضِ النَّفَقَةِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا وَإِنِ اخْتَلَفَا فِي التَّمْكِيْنِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ إِلَّا أَنْ يَعْتَرِفَ بِأَنَّهَا مَكَّنَتْ أَوَّلاً ثُمَّ يَدَّعِي النُّشُوْزَ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا وَمَتَى تَرَكَ الْانْفَاقَ عَلَيْهَا مُدَّةً صَارَتِ النَّفَقَةُ عَلَيْهِ دَيْنًا وَإِذَا أَعْسَرَ بِنَفَقَةِ الْمُعْسِرِيْنَ أَوْ بِالْكِسْوَةِ أَوْ بِالسُّكْنٰى ثَبَتَ لَهَا فَسْخُ النِّكَاحِ فَإِنْ شَاءَتْ فَسَخَتْ وَإِنْ شَاءَتْ صَبَرَتْ وَبَقِيَ ذٰلِكَ

لَهَا فِيْ ذِمَّتِهٖ وَاِنْ كَانَ الزَّوْجُ عَبْدًا فَالنَّفَقَةُ فِيْ كَسْبِهٖ وَاِلَّا فَفِيْمَا فِيْ يَدِهٖ اِنْ كَانَ مَأْذُوْنًا لَهُ فِي التِّجَارَةِ وَاِلَّا فَاِنْ شَاءَتْ فَسَخَتْ وَاِنْ شَاءَتْ صَبَرَتْ اِلٰى أَنْ يَعْتِقَ فَتَأْخُذَ مِنْهُ)

(نفقات کا بیان)

نفقات نفقہ کی جمع ہے، اور نفقہ مشتق ہے انفاق سے اور انفاق نکالنے کو کہتے ہیں اس لئے کہ جس پر نفقہ کا وجوب ہوتا ہے وہ اس کو اپنے مال میں سے نکالتا ہے۔ یہاں مراد وہ مالی حق ہے جو زوجہ کے لئے واجب ہوتا ہے۔

اس میں ہر ضرورت کی چیز کھانا، پینا، پہننا اور رہنا شامل ہے، تحقیق علی عمدہ میں ہے: **النفقة كل مايحتاجه الانسان من طعام و شراب و كسوة و مسكن** (ص ۱۹۶)

مصنف نے نفقۃ الزوجہ کے ساتھ ساتھ قریب [رشتہ دار] اور رقیق کے نفقہ کو بھی تبعاً وضمناً ذکر کیا ہے،

مصنف نے اس باب کو کتاب النکاح کے بعد اس لئے ذکر فرمایا کہ نکاح نفقہ کے اسباب وجوب میں سے ایک سبب ہے،

آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ** (سورۂ بقرہ ۲۳۳) اور لڑکے والے یعنی باپ پر ہے کھانا اور کپڑا ان عورتوں کا موافق دستور کے (ترجمۂ قرآن)

حدیث: ایک صحابی نے آپ ﷺ سے زوجہ کے حق کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کھاؤ تو اسے کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اسے پہناؤ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

مصنف نے زوجہ کے نفقہ سے اس باب کی ابتداء اس لئے کی کہ یہ اقویٰ ہے۔

(شوہر پر اپنی زوجہ کا نفقہ دن بدن واجب ہوتا ہے فجر طلوع ہونے سے) دن سے مراد: آنے والی رات بھی اس میں شامل ہے۔ یعنی جس دن کی فجر ہوئی اس کا واجب ہو گا اگلے دن کا نہیں۔ آگے مصنف نفقہ کی مقدار کو بیان فرمارہے ہیں:

(اگر شوہر مالدار ہو تو اس پر شہر میں رائج اناج دو مد لازم ہو گا) مطلب یہ ہیکہ بیوی جس جگہ رہتی ہے اس جگہ جو اناج زیادہ رائج ہو وہ نفقہ میں دینا لازم ہو گا اگر کوئی اناج زیادہ رائج نہ ہو [بلکہ مختلف اناج رائج ہو] تو شوہر کے حال کا اعتبار ہو گا مطلب یہ ہیکہ شوہر اپنے مناسب حال سے اناج دے دے گا لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ بیوی شوہر کے ساتھ نہ کھائے اگر بیوی اپنی رضامندی سے شوہر کے ساتھ کھالے اور وہ رشیدہ یعنی کام کو صحیح طور پر انجام دینے والی ہو تو بیوی کا دو مد نفقہ ساقط ہو گا۔

موسر: جو دو مد نکالنے کے بعد معسر [تنگ دست] نہ ہو جائے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اس کے پاس فاضل مال غالب عمر یا سال پر تقسیم کرنے کے بعد دو مد رہے اسے موسر کہتے ہیں۔

(اور اگر شوہر تنگدست ہو تو ایک مد) نفقہ لازم ہو گا، ایک مد یعنی ۶۰۰ گرام (الفقہ المنھجی)

معسر: اگر مال کو بقیہ غالب عمر پر تقسیم کیا جائے تو اس کے پاس مال نہ رہے اور کافی نہ ہو اسے معسر کہتے ہیں۔

(اور اگر شوہر متوسط طبقہ کا ہو) یعنی نہ موسر ہو نہ معسر بلکہ درمیانی طبقہ کا ہو (تو ایک مد اور نصف مد) یعنی ۹۰۰ گرام نفقہ لازم ہو گا۔

متوسط: دو مد کا مکلف کرنے سے معسر و مسکین ہو جائے اسے متوسط کہتے ہیں۔

(اور شہر کا رائج اناج دینے کے ساتھ شوہر پر لازم ہے) اناج (پیسنے) کی اجرت دینا (اور روٹی پکانے کی اجرت) دینا، اگر بیوی خود روٹی پکائے تو بھی شوہر پر اس کی اجرت بیوی کے لئے لازم ہوگی اس اجرت کی ضرورت وحاجت کی بناپر،

(اور) شوہر پر لازم ہے (سالن) اگر چہ بیوی کو بغیر سالن کے کھانے کی عادت ہو مطلب یہ ہیکہ تب بھی اناج کے اعتبار سے سالن بھی دینا شوہر پر واجب ہے لیکن عاجز ہونے کی بناپر سالن نہ دینے سے فسخِ نکاح کا حق بیوی کو نہ ہوگا۔ **وهل لها أن تفسخ بالعجز عن الأدم-؟- فيه خلاف والأصح عند النووی لافسخ لأنه غير ضروری**(كفاية ج۲ ص ۲۸۱) شوہر سالن کی ادائیگی سے عاجز ہو تو کیا بیوی کے لئے فسخِ نکاح جائز ہے؟ اس میں اختلاف ہے امام نووی کے نزدیک اصح قول کے مطابق فسخ کرنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ غیر ضروری ہے [شکم سیر ہونے کے اعتبار سے نہ کہ ادائیگی کے اعتبار سے] (یہ سالن شہر کی عادت کے مطابق ہوگا یعنی گوشت اور تیل وغیرہ میں) مطلب یہ ہیکہ ہفتہ میں دو مرتبہ گوشت کی عادت ہے تو دو مرتبہ جتنی مقدار میں تیل لگتا ہو دے وغیرہ،

(اگر اناج اور سالن کے بدلہ میں میاں بیوی عوض) یعنی دراہم، دنانیر اور کپڑے (لینے) دینے (پر راضی ہوں تو جائز ہے) بشر طیکہ اس میں سود کی شکل نہ ہو جیسے جو کے بدلہ گیہوں لینا دینا، اگر سود ہو جیسے گیہوں کی روٹی گیہوں کے بدلہ میں تو جائز نہیں (اور زوجہ کو) صفائی اور ستھرائی سے متعلق (جس چیز کی حاجت ہو وہ چیز اس کے لئے) شوہر کے ذمہ واجب (ہے جیسے سر کے لئے تیل) اور (بیری کے پتے) اور (کنگھی) اگر صفائی اور ستھرائی کے لئے عورتوں کی عادت کے مطابق خوشبودار تیل استعمال کیا جاتا ہو تو وہ بھی شوہر کے ذمہ واجب ہوگا (اور غسل کے پانی کی قیمت) دینا (اگر غسل کا سبب ہمبستری یا ولادت ہو تو) ہمبستری یا ولادت سبب ہونے کی صورت میں غسل کے پانی کی قیمت دینا واجب ہے اس لئے

کہ اس کا سبب شوہر کی طرف سے ہے (اور اگر غسل کا سبب حیض) ہو (یا حیض کے علاوہ) جیسے احتلام (ہو تو شوہر پر) ان دو غسل کے پانی کی قیمت دینا (لازم نہیں ہے) [اس لئے کہ اس میں سبب شوہر کی طرف سے نہیں ہے] اسی سے وضوء کو قیاس کیا جائے گا اس طرح کہ شوہر کے چھونے کی وجہ سے زوجہ کو وضوء کرنے کی نوبت آئی ہو تو وضوء کے پانی کی قیمت شوہر کے ذمہ واجب ہو گی اور اگر چھونے کے علاوہ جیسے استنجاء کی وجہ سے وضوء کرنے کی نوبت آئی ہو تو شوہر کے ذمہ پانی کی قیمت واجب نہ ہو گی (اور شوہر پر لازم نہیں ہے خوشبو کی قیمت) اس لئے کہ اس کا تعلق زینت سے ہے اس کے بر خلاف صفائی سے متعلق چیز شوہر کے ذمہ واجب ہے (اور) لازم (نہیں ہے ڈاکٹر کی اجرت) یعنی فیس (اور) لازم (نہیں ہے دوائیاں خریدنا اور ان کے مانند) یعنی دوائیاں خریدنے کے مانند کوئی اور چیز مرض کے لئے خریدنا بھی شوہر کے ذمہ لازم نہیں ہے،

احقر کی رائے

اس دور میں ایسی جدید اور مہلک بیماریاں وجود میں آئی ہیں کہ ان کا علاج وقت مقررہ پر کرنا لازمی ہوتا ہے بلکہ کئی مواقع میں تو علاج کی ضرورت بہ نسبت نفقہ کے اہم ہو جاتی ہے یہاں تک کہ علاج میں تاخیر بھی جان کی ہلاکت کا یا کسی عضو کے شل ہونے کا سبب بنتی ہے اور فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے: **قد تغيرت أحكامها لتغير الزمان** (رسم المفتی ص۳۹) احکام بدل جاتے ہیں تبدیل زمانہ کی بنا پر، چنانچہ حالاتِ حاضرہ کے پیشِ نظر شریعت کی رو سے اب بیوی کا علاج کرانا شوہر کے ذمہ لازم قرار دیا جائے گا۔ **واللہ أعلم بالصواب**

(اور لباس میں وہ بدن کے کپڑے واجب ہیں جیسے کپڑے پہننے کی علاقہ میں عادت جاری ہو اور) واجب ہے (بستر، سرپوش اور تکیہ جیسے علاقہ میں استعمال کی عادت ہو شوہر کی وسعت اور تنگی کے مطابق)

(اور) شوہر پر (واجب ہے نفقہ زوجہ کے سپرد کرنا طلوع فجر ہونے سے) زوجہ پر صبر کرنا لازم نہیں ہے [اس لئے کہ نفقہ کے لزوم کا وقت طلوع فجر ہے] (اور) شوہر پر واجب ہے (لباس) زوجہ کے (سپرد کرنا موسم کی ابتدا میں) یعنی گرمی یا سردی کے موسم کی ابتدا میں اس نوعیت کا لباس زوجہ کے سپرد کرنا ہے اس لئے کہ وہی حاجت کا وقت ہے جیسا کہ نفقہ فجر کے طلوع ہونے سے سپرد کرنا ہے،

(اگر شوہر نے زوجہ کو) گرمی یا سردی کی (مدت کے لئے لباس دے دیا پھر) کثرت استعمال کی بنا پر گرمی یا سردی کی (مدت گزرنے سے پہلے خراب ہو جائے تو شوہر پر لازم نہیں ہے اس کے بدلہ دوسرا لباس دینا اور اگر لباس) گرمی یا سردی کی (مدت گزرنے کے بعد باقی رہ جائے تو شوہر پر لازم ہے) آئندہ گرمی یا سردی کی مدت کے لئے (نیا لباس دینا) مطلب یہ ہیکہ باقی ماندہ لباس آئندہ کے لئے کافی نہ ہو گا بلکہ ذمہ میں نیا لباس دینا واجب ہو گا (اور زوجہ کے لئے جائز ہے کہ اپنے لباس میں بیع) سے (اور بیع کے علاوہ) جیسے ہبہ (سے تصرف کرے) اس لئے کہ زوجہ اس کو لینے سے مالک بن چکی ہے لہٰذا اب مالکانہ جو تصرف کرنا چاہے کر سکتی ہے (اور زوجہ کے لئے) شوہر کے ذمہ (واجب ہے زوجہ کی حالت کے مناسب مکان) یا کمرہ (دینا) اس لئے کہ جب مطلقہ کے لئے مکان دینا واجب ہے تو زوجہ کے لئے بدرجۂ اولیٰ واجب ہوا، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مکان کے سلسلے میں بیوی کا لحاظ کرنا ضروری ہے چاہے شوہر مالدار ہو یا نہ ہو اس کے بر خلاف نفقہ اور کسوہ میں شوہر کا لحاظ کیا گیا ہے فرق کی وجہ یہ ہے کہ نفقہ اور لباس دینے میں بیوی مالکہ بن جاتی ہے اور مکان یا کمرہ دینے میں بیوی مالکہ نہیں بنتی بلکہ انتفاع مقصود ہوتا ہے اس لئے مکان یا کمرہ کے سلسلے میں بیوی کا لحاظ کیا گیا ہے اور نفقہ اور لباس کے سلسلے میں شوہر کا لحاظ کیا گیا ہے،

(اور اگر زوجہ ان لوگوں میں سے ہو جس کے باپ کے گھر میں خادمہ رکھی جاتی ہو تو شوہر پر لازم ہو گا ایسی زوجہ کے لئے خادمہ کا انتظام کرنا) چاہے شوہر مالدار نہ ہو اور باپ کے گھر

کی قید کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ زوجہ کے چچا کے گھر میں یا باپ کی عدم موجودگی میں دادا کے گھر میں خادمہ رکھی جاتی ہو تو بھی ایسی زوجہ کے لئے خادمہ کا انتظام کرنا شوہر کے ذمہ ضروری ہوگا (اور خادم) یا خادمہ (کا نفقہ شوہر پر لازم ہوگا بشرطیکہ خادم) یا خادمہ (زوجہ کی ملکیت ہو) اس لئے کہ یہ معاشرہ بالمعروف میں داخل ہے، یعنی شوہر پر خادمہ کا لانا لازم تھا لیکن عورت خود اپنی خادمہ لے آئے شوہر سے خادمہ نہ لے تو شوہر کو خادمہ کا نفقہ دینا لازم ہوگا،

خادم کے نفقہ کی جنس وہی رہے گی جو زوجہ کے نفقہ کی ہے مگر خادم کا نفقہ ایک مد اور تہائی مد یعنی آٹھ سو گرام شوہر کے ذمہ رہے گا شوہر مالدار ہو تو ورنہ یعنی متوسط طبقہ کا ہو یا تنگ دست ہو تو ایک مد نفقہ رہے گا اور لباس عادت کے مطابق شوہر کے ذمہ واجب رہے گا اور صاف ستھرائی سے متعلق چیزیں واجب نہ ہوں گی مگر خادمہ کے گندی رہنے سے زوجہ کو تکلیف ہو تو میل کچیل دور کرنے والی چیزیں شوہر کے ذمہ واجب رہیں گی۔

(اور شوہر پر) زوجہ کا (نفقہ لازم ہوگا بشرطیکہ) بالغہ اور عاقلہ (زوجہ اپنے آپ کو شوہر کے سپرد کرے یا اپنے آپ کو شوہر پر پیش کرے) وہ اس طرح کہ شوہر کو اطلاع دے کہ میں تمہارے لئے حاضر ہوں (یا زوجہ کا ولی زوجہ کو) شوہر پر (پیش کرے اگر زوجہ چھوٹی یا دیوانی ہو) اس لئے کہ اس کا اپنے آپ کو پیش کرنا قابل قبول نہیں (چاہے شوہر بڑا ہو یا اتنا چھوٹا کہ اس سے وطی کرنا ممکن نہ ہو) یعنی ان صورتوں میں شوہر پر نفقہ لازم ہوگا (مگر یہ کہ زوجہ) اپنے آپ کو (سپرد کرے) یا اپنے آپ کو پیش کرے (درانحالیکہ وہ چھوٹی ہو اتنی کہ اس سے وطی کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے نفقہ) شوہر پر لازم (نہ ہوگا) چاہے شوہر بڑا ہو یا چھوٹا اس لئے کہ زوجہ کا چھوٹا پن وطی کے لئے مانع بنا، لہٰذا نفقہ شوہر پر لازم نہیں ہوگا۔

(اور شوہر پر نفقہ واجب ہونے کی) مذکورہ بالا شرط کی طرح (یہ بھی شرط ہے کہ زوجہ اپنے آپ کو استمتاع کے لئے مکمل طور پر شوہر کے سپرد کرے اس طرح کہ شوہر کے لئے رات یا دن میں) بناعذر (تمتع حاصل کرنا ناممکن نہ ہو) اگر عذر کی وجہ سے ناممکن ہو جیسے بیمار ہو یا حائضہ تو اس کے باوجود نفقہ واجب ہوگا (اگر زوجہ اگرچہ) رات یا دن کے (ایک لحظہ بھی نافرمانی کرے) یعنی شوہر کی اطاعت سے نکل جائے، یہ ایک صورت (یا شوہر کی اجازت کے بغیر سفر کرے) یہ دوسری صورت (یا) زوجہ (شوہر کی اجازت سے) سفر کرے (اپنی حاجت کے لئے) یہ تیسری صورت (یا زوجہ) حج یا عمرہ کا یا مطلق (احرام باندھے) یہ چوتھی صورت (یا زوجہ شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھے) یہ پانچویں صورت (یا زوجہ باندی ہو اور آقا زوجہ کو) شوہر کے (صرف رات میں سپرد کرے) نہ کہ دن میں، یہ چھٹی صورت (تو) مذکورہ تمام صورتوں میں شوہر کے ذمہ (زوجہ کے لئے نفقہ) لازم (نہ ہوگا) اس لئے کہ تمکین تام نہیں پائی گئی،

(اور بہر حال معتدہ اس کے لئے مکان) دینا شوہر کے ذمہ (واجب ہے عدت کی مدت میں) مطلب یہ ہیکہ عدت گزارنے والی عورت کے لئے شوہر کے ذمہ عدت کی مدت ختم ہونے تک کے لئے مکان دینا واجب ہے (چاہے عدت عدت وفاۃ ہو یا) عدت (رجعیہ) ہو (یا) عدت (بائنہ) ہو (بہر حال نفقہ عدت وفاۃ میں) شوہر کے ذمہ (واجب نہیں ہوتا، رجعیہ) کی عدت (میں واجب ہوتا ہے چاہے حاملہ ہو یا نہ ہو اور بائنہ) کی عدت (میں اگر حاملہ ہو تو) واجب ہوتا ہے لہٰذا (بائنہ حاملہ کو جس دن کی فجر طلوع ہو اس دن کا نفقہ دیا جائے گا) اس لئے کہ اللہ نے فرمایا: حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (سورۂ طلاق ٦)

(اور اگر) مطلقہ (بائنہ حاملہ نہ ہو تو اس کے لئے نفقہ) لازم (نہ ہوگا) اس لئے کہ اس صورت میں شوہر کی زوجہ پر قدرت کا انتفاء ہے اور زوجہ اس صورت میں متوفی عنھا زوجھا

کے مشابہ ہوتی ہے (اور لباس) کا حکم (نفقہ کی طرح ہے) لہٰذا رجعیہ کے لئے حاملہ ہو یا نہ ہو اور بائنہ کے لئے اگر حاملہ ہو تو لباس واجب ہو گا (اگر میاں بیوی کا نفقہ پر قبضہ کرنے کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو) اس میں (زوجہ کا قول مانا جائے گا) اس لئے کہ نفقہ کا لزوم ہونے کے بعد نفقہ شوہر کے حق میں دین ہوتا ہے اور دین کی مالکہ زوجہ ہے لہٰذا دین کے مالک پر قیاس کرتے ہوئے مذکورہ صورت میں زوجہ کی بات مانی جائے گی،

(اور اگر میاں بیوی کا تمکین کے بارے میں اختلاف ہو جائے) یعنی زوجہ دعویٰ کرے کہ میں نے اپنے آپ پر شوہر کو قدرت دی تھی کہ وہ مجھ سے استمتاع کرے اور شوہر انکار کرے کہ زوجہ نے مجھے استمتاع کی قدرت نہیں دی (تو) اس میں (شوہر کا قول مانا جائے گا مگر یہ کہ) اس اختلاف میں تمکین کا دعویٰ کرنے سے (پہلے) شوہر زوجہ کی تمکین کا (اقرار واعتراف کرے اور پھر شوہر) تمکین کا اقرار واعتراف کرنے کے بعد زوجہ کی (نافرمانی کا دعویٰ کرے تو زوجہ کا قول مانا جائے گا) قسم کے ساتھ اور اس بات کا اعتبار کیا جائے گا کہ زوجہ نے تمکین بھی دی اور نافرمانی بھی نہیں کی یعنی استصحابِ حال کی وجہ سے تمکین اور عدم نشوز میں زوجہ کی بات مانی جائے گی،

(اور جب شوہر ایک مدت تک کے لئے زوجہ پر انفاق کرنا چھوڑ دے) یعنی شوہر کے ذمہ جو چیز واجب ہے شوہر اسے زوجہ پر خرچ نہ کرے (تو نفقہ) یعنی شوہر نے جو خرچ نہیں کیا وہ (شوہر کے ذمہ دین ہو گا) زوجہ کا نفقہ نہ دے اور ایک مدت گزر جائے تو ساقط نہیں ہوتا اس کے بر خلاف رشتہ دار کا نفقہ نہ دے اور ایک مدت گزر جائے تو ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے بہ نسبت زوجہ کا نفقہ اقویٰ ہے اس لئے کہ زوجہ کا نفقہ بضع [شرمگاہ] سے انتفاع کے مقابلہ میں ہے اس کے بر خلاف رشتہ دار کا نفقہ ہمدردی اور مہربانی ہے،

(اور جب شوہر تنگ دست لوگوں کے نفقہ) سے عاجز ہو (یا لباس یا مکان سے عاجز ہو) مطلب یہ ہیکہ تنگ دست شوہر کے ذمہ جو مقدار مقرر ہے اتنی مقدار بھی اگر دینے سے

شوہر عاجز ہو (تو زوجہ کے لئے نکاح فسخ کرنا ثابت ہو جاتا ہے لہٰذا اگر زوجہ چاہے تو فسخ کرے اور اگر چاہے تو صبر کرے) اور پھر زوجہ اپنے ہی مال میں سے اگر ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے (لیکن شوہر جس چیز کو دینے سے عاجز رہا وہ چیز اس کے ذمہ میں زوجہ کے لئے باقی رہے گی) یعنی وہ چیز شوہر کے ذمہ میں زوجہ کا قرض ہو گا [لہٰذا ادائیگی کی قدرت ہوتے ہی زوجہ کو لوٹانا لازم ہو گا] اگر بیوی کو نکاح فسخ کرنا ہو شوہر کی تنگدستی کی وجہ سے تو قاضی [یا ذمہ دار] تک اس معاملہ کو پہنچانا ضروری ہے پھر جب قاضی کے نزدیک شوہر کی تنگدستی ثابت ہو جائے تو خود قاضی نکاح فسخ کرے گا یا بیوی کو نکاح فسخ کرانے کی اجازت دے گا، اگر تنگ دست شوہر مہلت طلب کرے تو اسے تین دن کی مہلت دی جائے گی، مالدار شخص تنگدست شخص کی مقدار بیوی کو نفقہ دے تو بیوی کو فسخ نکاح کا حق نہیں ہو گا لیکن بقیہ مقدار شوہر کے ذمہ قرض ہو گی۔ (کفایۃ ص ٥٨٤)

(اور اگر شوہر غلام ہو تو نفقہ اس کی کمائی میں) واجب (ہو گا) چاہے کمائی روزانہ ہو یا ایک دن میں تین دن کی کمائی کرتا ہو پھر دو یا تین دن کی کمائی نہ ہو (ورنہ) یعنی کمائی نہ ہو یعنی برسرروزگار نہ ہو تو (اس کے پاس جو مال ہو اس میں) نفقہ واجب (ہو گا اگر غلام کو تجارت کی اجازت دی گئی ہو تو) مطلب یہ ہیکہ آقا نے غلام کو تجارت کی اجازت دینے کے بعد غلام کے پاس جو مال ہو اس میں نفقہ واجب ہو گا (ورنہ) یعنی اگر تجارت کی اجازت نہ دی ہو تو اس کے پاس جو مال ہو اس میں نفقہ واجب نہ ہو گا لہٰذا (بیوی اگر چاہے تو نکاح فسخ کرے اور اگر چاہے تو صبر کرے یہاں تک کہ آزاد ہو جائے اور پھر بیوی شوہر سے لے لے) جو نفقہ شوہر کے ذمہ واجب تھا،

(فصل)

(يَجِبُ عَلَى الشَّخْصِ ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى اِذَا فَضَلَ عَنْ نَفَقَتِهِ وَ نَفَقَةِ زَوْجَتِهِ أَنْ يُنْفِقَ عَلَى الْاٰبَاءِ وَ الْأُمَّهَاتِ وَاِنْ عَلَوْا مِنْ أَيِّ جِهَةٍ كَانُوْا وَعَلَى الْأَوْلَادِ وَأَوْلَادِ الْأَوْلَادِ وَأَوْلَادِهِمْ وَاِنْ سَفَلُوْا ذُكُوْرًا كَانُوْا أَوْ اِنَاثًا بِشَرْطِ الْفَقْرِ وَ الْعَجْزِ اِمَّا بِزَمَانَةٍ أَوْ طُفُوْلَةٍ أَوْ جُنُوْنٍ وَتَجِبُ نَفَقَةُ زَوْجَةِ الْأَبِ فَاِنْ كَانَ لَهُ اٰبَاءٌ وَأَوْلَادٌ وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى نَفَقَةِ الْكُلِّ قَدَّمَ الْأُمَّ ثُمَّ الْأَبَ ثُمَّ

الْاِبْنَ الصَّغِيْرَ ثُمَّ الْكَبِيْرَ وَهٰذِهِ النَّفَقَةُ مُقَدَّرَةٌ بِالْكِفَايَةِ وَلَا تَسْتَقِرُّ فِي الذِّمَّةِ وَنِ احْتَاجَ الْوَالِدُ الْمُعْسِرُ اِلَى النِّكَاحِ لَزِمَ الْوَلَدَ الْمُوْسِرَ عُفَافُهُ بِالتَّزْوِيْجِ أَوِ التَّسَرِّيْ وَمَنْ مَلَكَ رَقِيْقًا أَوْ دَوَابَّ لَزِمَهُ النَّفَقَةُ وَالْكِسْوَةُ فَنِ امْتَنَعَ أَلْزَمَهُ الْحَاكِمُ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ أَكْرٰى عَلَيْهِ اِنْ أَمْكَنَ وَاِلَّا بِيْعَ عَلَيْهِ)

(فصل)

قریب و مملوک کے نفقہ کے بیان میں

(جب موسر شخص کے پاس چاہے مذکر ہو یا مؤنث اپنے اور اپنی زوجہ کے) دن رات کے (نفقہ سے زائد ہو تو اس پر واجب ہوتا ہے کہ خرچ کرے باپ دادا، پر، اور ماؤں پر گرچہ دادا اور نانیاں اوپر کی ہوں جس جہت کے بھی ہوں) یعنی چاہے اخیافی ہوں یا علاتی یہاں تک کہ ان کی ملت مختلف ہو مطلب یہ ہیکہ کافر یا مشرک ہوں تب بھی موسر شخص پر ان کا نفقہ واجب ہو گا اس لئے کہ نفقہ مصاحبت بالمعروف کی وجہ سے ہے اللہ نے فرمایا: **وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا**(سورۂ لقمان ۱۵) اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا(ترجمۂ قرآن) اور جس شخص کے پاس اپنے اور اپنی زوجہ کے دن رات کے نفقہ سے زائد نہ ہو تو اس پر آباء اور امہات کا نفقہ واجب نہ ہو گا اس لئے کہ اس صورت میں وہ اہل مواساۃ میں سے نہیں ہے (اور) مذکورہ موسر شخص پر واجب ہے کہ خرچ کرے اپنی (اولاد) پر (اور اولاد کی اولاد پر اگرچہ نیچے تک چاہے مذکر ہوں یا مؤنث) یعنی کوئی فرق نہیں ہے (بشرطیکہ فقیر ہو) تنگدست ہو اس کا اعتبار اصول و فروع دونوں میں کیا گیا ہے یعنی فرع پر اصل کا نفقہ واجب ہونے کے لئے شرط ہے کہ اصل فقیر ہو اگر اصل مال کے اعتبار سے غنی ہو تو اس کا نفقہ فرع پر واجب نہ ہو گا[اسی طرح اصل پر فرع کا نفقہ واجب ہونے کے لئے شرط ہے کہ فرع فقیر ہو اگر فرع غنی ہو تو اس کا نفقہ اصل پر واجب نہ ہو گا](اور) کمائی سے (عاجز) ہو، کمائی سے عاجز ہونا فرع میں شرط ہے نہ کہ اصل میں لہٰذا اگر فرع کمانے پر

قادر ہو تو اس کا نفقہ اصل پر واجب نہ ہو گا، اور اگر کمائی سے عاجز ہو تو نفقہ واجب ہو گا، اس کے بر خلاف اصل کمانے پر قادر ہو تو بھی اس کا نفقہ غنی فرع پر واجب ہو گا اس کو کمانے کا مکلف نہیں کیا جائے گا۔ آگے مصنف عجز کے اسباب بیان فرمارہے ہیں:

عاجز (یا تو اپاہج ہونے کے سبب) ہو اس میں اصل اور فرع دونوں کا اعتبار کیا گیا ہے (یا) عاجز (بچپنہ) کے سبب ہو یہ خاص ہے فرع کے ساتھ لہٰذا تنگ دست بچہ کا نفقہ اس کے مالدار اصل پر واجب ہو گا (یا) عاجز (پاگل پنہ) کے سبب ہو اس کا اعتبار اصل اور فرع دونوں میں کیا گیا ہے لہٰذا فرع بڑا ہو چاہے فقیر یا مجنون ہو تو اس کا نفقہ اس کے مالدار اصل پر واجب ہو گا اور اسی طرح اصل جبکہ فقیر یا مجنون ہو تو اس کا نفقہ اس کے فرع پر واجب ہو گا اگر فرع کمائی کی وجہ سے غنی ہو تو،

(اور باپ کی بیوی) مراد سوتیلی ماں (کا نفقہ) باپ کے بیٹے پر (واجب ہوتا ہے) اگر باپ کی دو یا دو سے زائد بیویاں ہوں تو کسی ایک بیوی کا ہی نفقہ لازم ہو گا (اگر کوئی ایسا شخص ہو جس کے آباء) موجود ہوں، (اور) اس کی (اولاد) بھی موجود (ہوں درانحالیکہ وہ سب کے نفقہ) کو ادا کرنے (پر قادر نہ ہو) بلکہ بعض کے نفقہ کو ادا کرنے پر قادر ہو (تو) سب سے پہلے خود کا اور اپنی زوجہ کا نفقہ نکالنے کے بعد اصول میں سے پہلے (ماں کو مقدم کرے گا پھر باپ) کو دوسرے اصول پر اس لئے کہ یہ اقرب اور اقویٰ ہیں (پھر) فروع میں سے پہلے (چھوٹے لڑکے) کو مقدم کرے گا اس کے بچپنہ کے سبب عاجز ہونے کی بنا پر چھوٹی لڑکی اسی درجہ میں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ (سورۂ طلاق ۶) (پھر) فروع میں سے ہی (بڑے لڑکے) کو مقدم کرے گا، اس کی حالتِ اصلیہ کا استصحاب کرتے ہوئے یعنی باقی رکھتے ہوئے (اور یہ) یعنی مذکورہ قریب کا یعنی اصول وفروع کا (نفقہ

کفایت کی مقدار میں ضروری ہے) مطلب یہ ہیکہ اصول پر فروع کا نفقہ اور فروع پر اصول کا نفقہ زوجہ کے مد کے نفقہ کی طرح لازم نہیں ہے بلکہ کافی ہونے کی مقدار لازم ہے (اور) قریب کا نفقہ (ذمہ میں ثابت نہیں ہوتا) مطلب یہ ہیکہ ان میں سے کوئی نفقہ ادا نہ کرے اور ایک مدت گزر جائے تو نفقہ ساقط ہو جاتا ہے لیکن ادا نہ کرنے کی بنا پر گنہگار ہوگا کیونکہ ادا نہ کرنا تعدی ہے (اور اگر تنگدست والد نکاح کا محتاج ہو تو مالدار لڑکے پر لازم ہوگا باپ کا اعفاف) یعنی باپ کو فواحشات سے پاکدامن رکھنا اس لئے کہ اعفاف مامور مصاحبت میں سے ہے جس کا اللہ نے حکم فرمایاہے: وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا (سورۂ لقمان ۱۵) اور اعفاف حاصل ہوتا ہے (نکاح) کے ذریعہ (یا باپ کو باندی کا مالک بنانے کے ذریعہ) مطلب یہ ہیکہ حصولِ اعفاف کے لئے باپ کا نکاح کرائے یا باندی کا مالک بنائے، بوڑھی یا بدصورت عورت سے باپ کا نکاح کرانا جائز نہیں ہے،

(جو شخص غلام اور جانوروں کا مالک ہو اس پر) بھی (لازم ہوگا نفقہ) کافی ہونے کی مقدار (اور) غلام کے لئے (لباس) بھی لازم ہوگا، غلام کا نفقہ ایک مدت گزر جانے سے ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ قریب کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے، غلام پر واجب ہے کہ اپنے کام میں محنت و کوشش کرے اور سستی کو چھوڑدے، مکاتب غلام کا نفقہ واجب نہیں ہوتا۔ جانور کا نفقہ اس لئے لازم ہے کہ ایک عورت کو عذاب دیا گیا اس وجہ سے کہ اس نے بلی کو باندھ کر رکھی یہاں تک کہ وہ بھوک سے مر گئی اور بعض روایات میں ہے کہ عورت نے نہ اسے کھلائی اور نہ چھوڑی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی، اگر جانور کو چھوڑے چرنے اور پانی پینے کے لئے تو کافی ہوگا (اگر مالک رک جائے) یعنی غلام اور جانور پر خرچ کرنا مالک چھوڑدے (تو حاکم) ذمہ دار (مالک پر) خرچ کرنے کو (لازم قرار دے گا) تاکہ ہلاکت سے جان کی حفاظت ہو (اور اگر مالک کے پاس مال نہ ہو تو غلام) کو (اور حیوان کو کرایہ پر دے

اگر ممکن ہو اور اگر کرایہ پر دینا ممکن نہ ہو تو بیچ دیا جائے گا) یعنی غلام کو بیچنے یا کرایہ پر دینے کا حاکم کو اختیار ہے اور حیوان ماکول ہو تو حاکم مالک کو مجبور کرے گا بیع یا اجارہ یا چارہ دینے یا ذبح پر۔

(فصل)

(أَحَقُّ النَّاسِ بِحضَانَةِ الطِّفْلِ الْأُمُّ ثُمَّ أُمَّهَاتُهَا الْمُدْلِيَاتُ بِإِنَاثٍ تُقَدَّمُ الْقُرْبَى فَالْقُرْبَى ثُمَّ الْأَبُ ثُمَّ أُمَّهَاتُهُ كَذٰلِكَ ثُمَّ أَبُوْهُ ثُمَّ أُمَّهَاتُهُ كَذٰلِكَ ثُمَّ الْأُخْتُ الشَّقِيْقَةُ ثُمَّ الْأَخُ الشَّقِيْقُ ثُمَّ لِلْأَبِ ثُمَّ لِلْأُمِّ ثُمَّ الْخَالَةُ ثُمَّ بَنَاتُ الْإِخْوَةِ لِلْأَبَوَيْنِ ثُمَّ بَنُوْهُمْ ثُمَّ لِلْأَبِ ثُمَّ بَنُوْهُمْ ثُمَّ لِلْأُمِّ ثُمَّ الْعَمَّةُ ثُمَّ الْعَمُّ ثُمَّ بَنَاتُ الْخَالَةِ ثُمَّ بَنَاتُ الْعَمِّ ثُمَّ ابْنُ الْعَمِّ وَشَرْطُ الْحَاضِنِ الْعَدَالَةُ وَالْعَقْلُ وَالْحُرِّيَّةُ وَكَذَا الْإِسْلَامُ إِنْ كَانَ الطِّفْلُ مُسْلِمًا وَلَاحَقَّ لِلْمَرْأَةِ إِذَا نَكَحَتْ إِلَّا أَنْ تَنْكِحَ مَنْ لَهُ حَضَانَتُهُ وَإِذَا بَلَغَ الصَّغِيْرُ حَدًّا يُمَيِّزُ فِيْهِ خُيِّرَ بَيْنَ أَبَوَيْهِ فَإِنِ اخْتَارَ أَحَدَهُمَا سُلِّمَ إِلَيْهِ لٰكِنْ إِنِ اخْتَارَ الْإِبْنُ أُمَّهُ كَانَ عِنْدَ أَبِيْهِ بِالنَّهَارِ لِيُعَلِّمَهُ وَيُؤَدِّبَهُ فَإِنْ عَادَ وَاخْتَارَ الْاٰخَرَ دُفِعَ إِلَيْهِ فَإِنْ عَادَ وَاخْتَارَ الْأَوَّلَ أُعِيْدَ إِلَيْهِ وَهٰكَذَا إِلَى أَنْ يَظْهَرَ مِنْهُ بِهٰذَا وَلَعٌ وَخَبَلٌ)

(فصل)

حضانت کے بیان میں

حضانت کی تعریف

لغت میں: حاء کے فتحہ کے ساتھ حضانت کا لغوی معنی ہے: ملانا، یہ ماخوذ ہے حاء کے کسرہ کے ساتھ حِضْن سے اور اس کا معنی ہے: گود۔

شرعاً: جس میں خود اپنے امور انجام دینے کی صلاحیت نہ ہو چاہے وہ بچہ ہو یا بڑا مجنون ہو اس کے امور کو انجام دینا جیسے نہلانا وغیرہ اور اسے نقصان دہ چیزوں سے بچانا شرعاً حضانت کہلاتا ہے۔

[طلاق وغیرہ کے ذریعہ جدائی ہو اور لڑکا یا لڑکی غیر ممیز ہو اور ہر ایک اس کو طلب کرے تو] (لوگوں میں سب سے پہلے بچہ کی پرورش کا حق) شفقت کاملہ کی بنا پر (ماں کو ہے پھر) ماں کے بعد (ماں سے انوثت کے واسطہ سے رشتہ رکھنے والی ماں کی ماؤں) کو ہے، مؤنث کی

تخصیص اس لئے کی کہ ارث اور ولادت میں مائیں ماں کے ساتھ شریک ہیں اس لئے ماں کے بعد ماؤں کی تخصیص کی گئی (ان) مذکورہ ماؤں (میں الاقرب فالاقرب کے اعتبار سے تقدیم ہوگی پھر) ماں کی ماؤں کے بعد پرورش کا حق (باپ) کو ہے (پھر) باپ کے بعد (باپ کی ماؤں) کو حق ہے (اسی طرح) یعنی ماں کی ماؤں میں جس طرح الاقرب فالاقرب کے اعتبار سے تقدیم ہوگی اسی طرح باپ کی ماؤں میں تقدیم ہوگی (پھر باپ کا باپ) یعنی دادا حقدار ہوگا (پھر دادا کی مائیں) حقدار ہوں گی (اسی طرح) یعنی مذکورہ الاقرب فالاقرب کی ترتیب کے مطابق (پھر) دادا کی ماؤں کے بعد (حقیقی بہن) کو پرورش کا حق ہے (پھر) حقیقی بہن کے بعد (حقیقی بھائی) اگرچہ حقیقی بہن بھائی درجہ میں برابر ہیں لیکن نساء پرورش کے زیادہ قابل ہوتی ہیں اس لئے حقیقی بہن کو بھائی پر مقدم کیا گیا (پھر) حقیقی بھائی کے بعد (علاتی) بہن یا بھائی (کو) حق ہے (پھر اخیافی) بہن بھائی (کو) پرورش کا حق ہے (پھر) بہن بھائی کے بعد (خالہ) کو اس لئے کہ اس کا واسطہ ماں سے ہے لہٰذا یہ ماں کے درجہ میں ہوئی (پھر) خالہ کے بعد (حقیقی بھائی بہن کی بیٹیاں) پرورش کی حقدار ہوں گی، (پھر) ان کے بعد (حقیقی بھائی بہن کے بیٹے) حقدار ہوں گے، مؤنث پرورش کے زیادہ قابل ہوتی ہے اس لئے حقیقی بھائی بہن کے بیٹوں کے بہ نسبت بیٹیوں کو مقدم کیا گیا ہے (پھر علاتی) بھائی بہنوں کی بیٹیوں (کو) حق ہے (پھر علاتی بھائی بہنوں کے بیٹوں کو) حق ہے (پھر) علاتی بھائی بہنوں کی بیٹیوں اور بیٹوں کے بعد (اخیافی بہنوں کی بیٹیوں کو) حق ہے (پھر اخیافی بھائیوں کی بیٹیوں کو) حق ہے، اخیافی بھائیوں کے بیٹوں کو پرورش کا حق نہیں (پھر) حقیقی (پھوپھی) کو پرورش کا حق ہے یا علاتی یا اخیافی کو (پھر) حقیقی (چچا) یا علاتی چچا پرورش میں خالہ کی بیٹیوں پر مقدم ہے اس لئے کہ چچا باپ کے درجہ میں ہے (پھر خالہ کی بیٹیاں) حقدار ہیں چاہے خالہ حقیقی ہو یا اخیافی اس لئے کہ خالہ کی بیٹیوں کا واسطہ محضون کی ماں سے قریب ہوتا ہے (پھر چچا کی بیٹیاں) حقدار ہیں، حقیقی کے ساتھ علاتی چچا کی بیٹیاں شریک ہیں،

(پھر) یہ نہ ہو تو حقیقی یا علاتی (چچا کا بیٹا) حقدار ہے، چچا کے بیٹے پر پرورش کے لئے چچا کی بیٹیاں مقدم ہیں حالانکہ درجہ میں دونوں برابر ہیں اس لئے کہ بیٹیوں کی قرابت قوی ہے،

آگے مصنف حاضن کے شرائط بیان فرمارہے ہیں:

(حاضن) یعنی پرورش کرنے والے (کے لئے شرائط میں سے ہے) (۱) (عادل ہونا) فاسق کے لئے حضانت کا حق نہیں ہے اس لئے کہ حضانت ولایت ہے اور فاسق ولایت کا اہل نہیں ہے، اور (۲) (عقلمند ہونا) مجنون کے لئے حضانت کا حق نہیں ہے اگر تھوڑی دیر جنون کا دورہ پڑ جائے جیسے سال میں ایک دن تو تربیت کا حق ساقط نہ ہوگا، مغمی علیہ یعنی جس کو بیہوشی لاحق ہو جائے اگر یہ تین دن یا کم ہو تو انتظار کیا جائے گا افاقہ کا اور اس مدت میں حاکم [ذمہ دار] ایسے شخص کو نائب بنائے گا جو اس کی تربیت کرسکے اگر تین دن سے زائد بیہوشی لاحق رہے تو اس کے بعد والا شخص تربیت کا مستحق ہوگا (حاشیۂ اقناع ج۲ص ۱۵۰) اور (۳) (آزاد ہونا) غلام کے لئے حضانت کا حق نہیں ہے (اور) (۴) (اسی طرح مسلمان ہونا) بھی حاضن کے لئے شرط ہے (اگر محضون مسلم بچہ ہو) اور اسی طرح مجنون بڑا ہو یعنی مجنون بالغ مسلمان ہو تو بھی حاضن کا مسلمان ہونا شرط ہے اس لئے کہ مجنون کبیر صغیر کے معنی میں ہے، کافر کے لئے ان دونوں میں سے کسی ایک کی بھی حضانت کا حق نہیں ہے اس لئے کہ حضانت ولایت ہے اور کافر ولایت کا اہل نہیں ہے، مزید شرائط یہ ہیں:

(۵) دیندار ہونا (۶) مقیم ہونا (متن الغایۃ) اگر صرف سفر کا ارادہ ہو اس شخص کا جس کو تربیت کا حق حاصل ہوا ہے باقاعدہ منتقل ہونے کا ارادہ نہ ہو تو محضون اسی مقیم کے ساتھ رہے گا جس کو تربیت کا حق حاصل ہو تربیت کے اعتبار سے مسافر کے لوٹ آنے تک۔ باقاعدہ منتقل ہونے کی نیت سے سفر کا ارادہ ہو تو محضون باپ کے عصبہ کے پاس رہے

گا چاہے مقیم ہو یا مسافر ہو اور راستہ مامون ہو ورنہ مقیم کے پاس رہنا اولیٰ ہو گا،(حاشیۂ اقناع ج۲ص ۱۵۰) (۷)اگر شیر خوار بچہ ہو تو تربیت کرنے والی دودھ پلانے والی ہو گی۔ اگر پستان میں دودھ نہ ہو یا یہ کہ ہو مگر کسی وجہ سے پلانے سے عاجز ہو تو تربیت کا حق نہ ہو گا (۸)مرض دائمی نہ ہو جس سے بچہ کی تربیت نہ ہو سکے اگر ہو سکے تو تربیت کا حق حاصل ہو گا(۹) کوڑھ کی بیماری نہ ہو(۱۰) جذام کی بیماری نہ ہو(۱۱) نابینا نہ ہو، (۱۲) اپنے کاموں میں غفلت کرنے والا نہ ہو(۱۳) نابالغ نہ ہو۔ مذکورہ شرائط میں سے اگر ایک شرط بھی فوت ہو تو تربیت کا حق حاصل نہ ہو گا(ألفاظ أبی شجاع مع اقناع) جب تک بالغ نہ ہو اس وقت تک تربیت کی جائے جب بالغ یا بالغہ ہو جائے تو وہ خود اپنے آپ کا ذمہ دار اور کفیل ہو گا۔(اقناع ج۲ص ۱۵۱)(اور عورت کے لئے حق حضانت نہیں نکاح کرنے کی صورت میں) اس لئے کہ نکاح اس کو شوہر کے حق میں مشغول کر دے گا اور محضون کی خدمت سے مانع بنے گا(مگر عورت نکاح کرے ایسے مرد سے جس کو حق حضانت حاصل ہو) جیسے لڑکے کے والد نے طلاق دے دی اور عورت لڑکے کے چچا سے نکاح کرے تو عورت کا حق حضانت باقی رہے گا،

(اور جب بچہ اس حد کو پہنچے جس) حد (میں وہ تمیز کر سکے) یعنی ممیز بن جائے (تو اس کے ماں باپ کے درمیان اسے اختیار دیا جائے گا پھر وہ دونوں میں سے جس ایک کو) اپنی تربیت کے لئے (پسند کرے اس کے سپرد کیا جائے گا) محضون کو[چاہے محضون ایک ہو یا ایک سے زائد] (لیکن اگر) بچہ کو اختیار دینے کی صورت میں (بچہ) اپنی تربیت کے لئے (اپنی ماں کو پسند کرے تو وہ دن میں اپنے باپ کے ساتھ رہے گا تاکہ باپ اسے) کوئی فن وغیرہ (سکھلائے اور) اسے آدابِ (دین سکھلائے)

جب بچی ماں کو پسند کرے تو وہ دن رات ماں کے پاس رہے گی لیکن باپ اس کی ملاقات کر سکتا ہے اس لئے کہ مرد کا باہر نکلنا لائق اور مناسب ہوتا ہے (پھر) کسی ایک کی تربیت

میں رہنے کو پسند کرنے کے بعد (اگر) اس کی تربیت میں رہنے سے (رجوع کرے اور دوسرے کو) اپنی تربیت کے لئے (پسند کرے تو دوسرے کے سپرد کیا جائے گا) محضون کو (پھر اگر) اس دوسرے سے بھی (رجوع کرے اور) اس (پہلے کو پسند کرے) جس سے رجوع کیا تھا (تو) اس (پہلے کے سپرد کیا جائے گا) اس لئے کہ مقصود محضون کی چاہت ہے لہٰذا اسے رجوع کا حق حاصل ہے،،بچہ باپ کو اختیار کرے تو وہ بچہ کو ماں کی ملاقات کے لئے جانے سے روک نہیں سکتا(اقناع ج۲ص۱۴۹) اگر روکے تو حرام ہو گا(حاشیۂ اقناع ج۲ص۱۴۹) اگر بچی باپ کو اختیار کرے تو باپ بچی کو ماں کی ملاقات کو جانے سے روک سکتا ہے(اقناع ج۲ص۱۴۹) مستحب ہے اگر نہ روکے تو حرام نہ ہو گا(حاشیۂ اقناع ج۲ص۱۴۹) لیکن اس کی ماں کو تین دن یا زائد دنوں سے ہر مرتبہ میں ایک بار بچی کی ملاقات کے لئے آنے سے پردہ کے ساتھ ہو تو روک نہیں سکتا(اقناع ج۲ص۱۴۹)(اور اسی طرح) یعنی پھر اس سے بھی رجوع کرے اور دوسرے کو پسند کرے تو دوسرے کے سپرد کیا جائے گا (یہاں تک کہ محضون کا اس) بار بار رجوع کی وجہ (سے غیر ممیز اور نا سمجھ ہونا ظاہر ہو جائے) مطلب یہ ہیکہ محضون کے رجوع کے مطابق عمل کیا جائے گا اگرچہ رجوع بار بار ہو لیکن پھر محضون کے بار بار رجوع کرنے کی وجہ سے اس کا غیر ممیز ہونا ظاہر ہو جائے تو پھر اس کے رجوع کے مطابق عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ ممیز ہونے سے پہلے وہ جس کی تربیت میں تھا اسی کی تربیت میں اسے رکھ دیا جائے گا۔

واللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ الطَّلَاقِ)

(يَصِحُّ الطَّلاَقُ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ عَاقِلٍ بَالِغٍ مُخْتَارٍ فَلاَيَصِحُّ طَلاَقُ صَبِيٍّ وَمَجْنُوْنٍ وَمُكْرَهٍ بِغَيْرِ حَقٍّ مِثْلُ أَنْ هُدِّدَ بِقَتْلٍ أَوْ قَطْعِ عُضْوٍ أَوْ ضَرْبٍ مُبَرِّحٍ وَكَذَا شَتْمٍ أَوْ ضَرْبٍ يَسِيْرٍ وَهُوَ مِنْ ذَوِى الْمُرُوْآتِ وَالْأَقْدَارِ وَمَنْ زَالَ عَقْلُهُ بِسَبَبٍ لَايُعْذَرُ فِيْهِ كَالسَّكْرَانِ وَمَنْ شَرِبَ دَوَاءً مُزِيْلُ الْعَقْلَ بِلَاحَاجَةٍ يَقَعُ طَلاَقُهُ وَلَهُ أَنْ يُطَلِّقَ بِنَفْسِهِ وَلَهُ أَنْ يُوَكِّلَ وَلَوِ امْرَأَةً وَلِلْوَكِيْلِ أَنْ يُطَلِّقَ مَتَى شَاءَ لٰكِنْ اِذَا قَالَ لِزَوْجَتِهِ طَلِّقِىْ نَفْسَكِ فَقَالَتْ عَلَى الْفَوْرِ طَلَّقْتُ نَفْسِىْ طُلِّقَتْ وَاِنْ أَخَّرَتْ فَلاَ اِلاَّ أَنْ يَقُوْلَ طَلِّقِىْ نَفْسَكِ مَتَى شِئْتِ، وَيَمْلِكُ الْحُرُّ ثَلاَثَ تَطْلِيْقَاتٍ وَالْعَبْدُ طَلْقَتَيْنِ، وَيُكْرَهُ الطَّلَاقُ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ وَالثَّلاَثُ أَشَدُّ وَجَمْعُهَا فِىْ طُهْرٍ وَاحِدٍ أَشَدُّ، ثُمَّ الطَّلَاقُ عَلَى أَقْسَامٍ: سُنِّيٍّ وَبِدْعِيٍّ مُحَرَّمٍ وَخَالٍ عَنِ السُّنَّةِ وَالْبِدْعَةِ فَأَمَّا السُّنِّيُّ فَهُوَ أَنْ يُطَلِّقَ فِىْ طُهْرٍ لَمْ يُجَامِعْ فِيْهِ وَالْبِدْعِيُّ الْمُحَرَّمُ أَنْ يُطَلِّقَ فِى الْحَيْضِ بِلَاعَوْضٍ أَوْ فِىْ طُهْرٍ جَامَعَهَا فِيْهِ فَاِذَا فَعَلَ نُدِبَ لَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا وَأَمَّا الْخَالِىْ عَنْهُمَا فَطَلاَقُ الصَّغِيْرَةِ وَالْآيِسَةِ مِنَ الْحَيْضِ وَالْحَامِلِ وَغَيْرِ الْمَدْخُوْلِ بِهَا وَالْأَلْفَاظُ الَّتِىْ يَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ صَرِيْحٌ وَكِنَايَةٌ فَالصَّرِيْحُ يَقَعُ بِهِ سَوَاءٌ نَوَى بِهِ الطَّلَاقَ أَمْ لَا وَلَايَقَعُ بِالْكِنَايَةِ اِلاَّ أَنْ يَنْوِىَ بِهِ الطَّلَاقَ فَالصَّرِيْحُ لَفْظُ الطَّلَاقِ وَالْفِرَاقِ وَالسَّرَاحِ فَاِذَا قَالَ طَلَّقْتُكِ أَوْ فَارَقْتُكِ أَوْ سَرَّحْتُكِ أَوْ أَنْتِ طَالِقٌ أَوْ مُطَلَّقَةٌ أَوْ مُفَارَقَةٌ أَوْ مُسَرَّحَةٌ طُلِّقَتْ سَوَاءٌ نَوَى بِهِ الطَّلَاقَ أَمْ لَا وَالْكِنَايَاتُ قَوْلُهُ أَنْتِ خَلِيَّةٌ أَوْ بَرِيَّةٌ أَوْ بَتَّةٌ أَوْ بَائِنٌ وَحَرَامٌ وَاعْتَدِّىْ وَاسْتَبْرِئِىْ وَتَقَنَّعِىْ وَالْحَقِىْ بِأَهْلِكِ وَحَبْلُكِ عَلَى غَارِبِكِ وَنَحْوُ ذٰلِكَ وَلَوْ قَالَ أَنَا مِنْكِ طَالِقٌ أَوْ فَوَّضَ الطَّلَاقَ اِلَيْهَا فَقَالَتْ أَنْتَ طَالِقٌ أَوْ قِيْلَ لَهُ أَلَكَ زَوْجَةٌ فَقَالَ لَا أَوْ كَتَبَ لَفْظَ الطَّلَاقِ فَاِذَا نَوَى بِجَمِيْعِ ذٰلِكَ الطَّلَاقَ وَقَعَ وَاِنْ لَمْ يَنْوِ لَمْ يَقَعْ وَاِنْ قِيْلَ لَهُ طَلَّقْتَ امْرَأَتَكَ فَقَالَ نَعَمْ طُلِّقَتْ وَاِذَا قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ وَنَوَى بِهِ اِيْقَاعَ طَلْقَتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا وَقَعَ مَانَوَى وَكَذَا سَائِرُ أَلْفَاظِ الطَّلَاقِ صَرِيْحِهَا وَكِنَايَتِهَا وَاِنْ أَضَافَ الطَّلَاقَ اِلَى بَعْضٍ مِنْ أَبْعَاضِهَا مِثْلُ أَنْ قَالَ نِصْفُكِ طَالِقٌ طَلُقَتْ طَلْقَةً وَاحِدَةً وَكَذَا اِذَا قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ نِصْفَ طَلْقَةٍ أَوْ رُبُعَ طَلْقَةٍ طَلُقَتْ طَلْقَةً وَاِذَا قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلاَثًا اِلَّا طَلْقَةً طَلُقَتْ طَلْقَتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا اِلَّا طَلْقَتَيْنِ طَلُقَتْ طَلْقَةً أَوْ ثَلاَثًا اِلَّا ثَلاَثًا طَلُقَتْ ثَلاَثًا وَاِنْ قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَوْ اِنْ لَمْ يَشَإِ اللّٰهُ

وَ كَذَا اِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللهُ لَمْ تَطْلُقْ وَيَجُوْزُ تَعْلِيْقُ الطَّلَاقِ عَلَى شُرُوْطٍ وَاِنْ عَلَّقَهُ عَلَى شَرْطٍ وُجِدَ ذٰلِكَ الشَّرْطُ طَلُقَتْ فَاِذَا قَالَ اِنْ حِضْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ طَلُقَتْ بِمُجَرَّدِ رُؤْيَةِ الدَّمِ فَاِذَا قَالَتْ حِضْتُ فَكَذَّبَهَا فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا مَعَ يَمِيْنِهَا وَاِنْ قَالَ اِنْ حِضْتِ فَضَرَّتُكِ طَالِقٌ فَقَالَتْ حِضْتُ فَكَذَّبَهَا فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ وَلَمْ تَطْلُقِ الضَّرَّةُ وَاِنْ قَالَ اِنْ خَرَجْتِ اِلَّا بِاِذْنِيْ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ أَذِنَ لَهَا فِي الْخُرُوْجِ مَرَّةً فَخَرَجَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ بَعْدَ ذٰلِكَ بِلَا اِذْنٍ لَمْ تَطْلُقْ وَاِنْ قَالَ كُلَّمَا خَرَجْتِ اِلَّا بِاِذْنِيْ فَأَنْتِ طَالِقٌ فَبِأَيِّ مَرَّةٍ خَرَجَتْ بِغَيْرِ اِذْنِهِ طَلُقَتْ وَاِنْ قَالَ مَتَى وَقَعَ عَلَيْكِ طَلَاقِيْ فَأَنْتِ طَالِقٌ قَبْلَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ بَعْدَ ذٰلِكَ أَنْتِ طَالِقٌ طَلُقَتِ الْمُنَجَّزَ فَقَطْ وَمَنْ عَلَّقَ بِفِعْلِ بِنَفْسِهِ فَفَعَلَ نَاسِيًا أَوْ مُكْرَهًا لَمْ يَقَعْ وَاِنْ عَلَّقَ بِفِعْلِ غَيْرِهِ مِثْلُ اِنْ دَخَلَ زَيْدُ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ فَدَخَلَهَا قَبْلَ عِلْمِهِ بِالتَّعْلِيْقِ أَوْ بَعْدَهُ ذَاكِرًا لَهُ أَوْ نَاسِيًا وَكَانَ غَيْرَ مُبَالٍ بِحِنْثِهِ طَلُقَتْ وَاِنْ عَلِمَ بِالتَّعْلِيْقِ فَدَخَلَ نَاسِيًا وَهُوَ مِمَّنْ يُبَالِيْ بِحِنْثِهِ لَمْ تَطْلُقْ وَاِنْ قَالَ اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ بَانَتْ مِنْهُ اِمَّا بِطَلْقَةٍ أَوْ بِثَلَاثٍ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا ثُمَّ دَخَلَتِ الدَّارَ لَمْ تَطْلُقْ)

(طلاق کا بیان)

طلاق کی تعریف

لغت میں: قید سے آزاد کرنے کو طلاق کہتے ہیں،

شرعاً : طلاق اور اس جیسے لفظ سے عقد نکاح سے علیحدہ کرنے کو طلاق کہتے ہیں۔

آیت : اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (سورہ بقرۃ ۲۲۹)

حدیث: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

طلاق کی حکمت

واضح ہو کہ طلاق عربی لفظ ہے جس کے معنی اردو زبان میں کھولنے اور چھوڑ دینے کے ہیں اور اصطلاحِ شریعت اسلام میں مرد کا اپنی عورت کو اپنے نکاح سے خارج کر دینا ہے جس کا مطلب تفصیلِ ذیل سے بخوبی معلوم ہو گا۔

واضح ہو کہ مسلمانوں میں نکاح ایک معاہدہ ہے جس میں مرد کی طرف سے اسلام اور مہر تعہد نان ونفقہ وحسنِ معاشرت شرط ہے اور عورت کی طرف سے عفت اور پاکدامنی اور نیک چلنی اور فرمانبرداری کے عہود وشرائط ضروریہ ہیں اور جیسا کہ دوسرے تمام معاہدے شرائط کے ٹوٹ جانے سے قابل فسخ ہو جاتے ہیں ایسا ہی یہ معاہدہ بھی شرطوں کے ٹوٹ جانے کے بعد قابل فسخ ہو جاتا ہے صرف یہ فرق ہے کہ اگر مرد کی طرف سے شرائط ٹوٹ جائیں تو عورت خود بخود نکاح توڑنے کی مجاز نہیں جیسا کہ وہ خود بخود نکاح کرنے کی مجاز نہیں بلکہ حاکم وقت کے ذریعہ سے نکاح کو توڑ سکتی ہے جیسا کہ ولی کے ذریعہ سے نکاح کرا سکتی ہے اور یہ کمی اختیار اس کی فطرتی شتابکاری [یعنی جلد بازی] اور نقصان عقل کی وجہ سے ہے لیکن مرد جیسا کہ اپنے اختیار سے معاہدہ نکاح کا باندھ سکتا ہے ایسا ہی عورت کی طرف سے شرائط ٹوٹنے کے وقت طلاق دینے میں بھی خود مختار ہے سو یہ قانون فطری قانون سے جو عنقریب مذکور ہوتا ہے مناسبت اور مطابقت رکھتا ہے گویا کہ اس فطری قانون کی عکسی تصویر ہے کیونکہ فطرتی قانون نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک معاہدہ شرائط قرارداده کے فوت ہونے سے قابل فسخ ہو جاتا ہے اور اگر فریق ثانی فسخ سے مانع ہو تو وہ اس فریق پر ظلم کر رہا ہے جو فقدان شرائط کی وجہ سے فسخ عہد کا حق رکھتا ہے سو جب ہم سوچیں کہ نکاح کیا چیز ہے تو بجز اس کے اور کوئی حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ ایک پاک معاہدہ کے شرائط کے نیچے دو انسانوں کا زندگی بسر کرنا ہے اور جو شخص شرائط شکنی کا مرتکب ہو وہ عدالت کی رو سے معاہدہ کے حقوق سے محروم رہنے کے لائق ہو جاتا ہے اور اسی محرومی کا نام دوسرے لفظوں میں طلاق ہے پس جس مطلقہ کی حرکات سے شخص طلاق دہندہ پر [یعنی طلاق دینے والے شخص پر] کوئی بد اثر پہنچتا یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک عورت کسی کی منکوحہ ہو کر نکاح کے معاہدہ کو کسی اپنی بد چلنی سے توڑ دے تو وہ اس عضو کی

طرح ہے جو گندہ ہو گیا اور سڑ گیا یا اس دانت کی طرح ہے جس کو کیڑے نے کھالیا اور وہ اپنے شدید درد سے ہر وقت تمام بدن کو ستاتا اور دکھ دیتا ہے تو اب حقیقت میں وہ دانت نہیں ہے اور نہ وہ متعفن عضو حقیقت میں عضو ہے اور سلامتی اسی میں ہے کہ اس کو اکھاڑ دیا جاوے اور کاٹ دیا جاوے اور پھینک دیا جاوے یہ سب کارروائی قانون قدرت کے موافق ہے عورت کا مرد سے ایسا تعلق نہیں ہے جیسے اپنے ہاتھ اور پاؤں کا لیکن تاہم اگر کسی کا ہاتھ یا پاؤں کسی آفت میں مبتلا ہو جاوے کہ اطباء اور ڈاکٹروں کی رائے اس پر اتفاق کرے کہ زندگی اس کے کانٹ دینے میں ہے تو بھلا تم میں سے کوئی ہے کہ ایک جان کے بچانے کے لئے اس کے کانٹ دینے پر راضی نہ ہو پس ایسا ہی اگر کسی کی منکوحہ اپنی بدچلنی اور کسی شرارت سے اس پر وبال لاوے تو وہ ایسا عضو ہے کہ بگڑ گیا ہے اور سڑ گیا ہے اور اب وہ اس کا عضو نہیں ہے اس کو کاٹ دے اور گھر سے باہر پھینک دے ایسا نہ ہو کہ اس کا زہر اس کے سارے بدن میں پہنچ جاوے اور تجھے ہلاک کر دے پھر اگر اس کاٹے ہوئے اور زہریلے جسم کو کوئی پرندہ یا درندہ کھالے تو اس کو اس سے کیا کام کیونکہ وہ جسم تو اس وقت سے تیرا جسم نہیں رہا جب کہ اس نے اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔

وہ ہدایتیں جن کی پابندی کے بعد ہر ایک شخص طلاق دینے کا مجاز ہو سکتا ہے

قال اللّٰہ تعالیٰ : وَالّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَهُنَّ فَعِظُوۡهُنَّ وَاهۡجُرُوۡهُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَاضۡرِبُوۡهُنَّ فَاِنۡ اَطَعۡنَكُمۡ فَلَاتَبۡغُوۡا عَلَيۡهِنَّ سَبِيۡلاً اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيۡرًا. فَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا اِنۡ يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيۡنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا خَبِيۡرًا (سورۂ نساء ۳۴،۳۵) ترجمہ: یعنی جن عورتوں کی طرف سے ناموافقت کے آثار ظاہر ہو جائیں پس تم ان کو نصیحت کرو اور خواب گاہوں میں ان سے جدا رہو اور ان کو مارو [یعنی جیسی جیسی صورت اور مصلحت پیش آوے] پس اگر وہ تمہاری تابعدار ہو جاوے تو تم بھی ان [کے طلاق یا سزا دینے] کی راہ مت نکالو بیشک خدا

تعالیٰ صاحب علو صاحب کبریاء ہے اور پھر اگر میاں بیوی کی مخالفت کا اندیشہ ہو تو ایک منصف، خاوند کی طرف سے مقرر کرو اور ایک منصف بیوی کی طرف سے مقرر کرو اگر منصف صلح کرانے کے لئے کوشش کریں گے تو خدا تعالیٰ ان میں باہمی موافقت دے دے گا بیشک اللہ تعالیٰ علم والا خبر والا ہے۔(أحکامِ اسلام مع حاشیہ)

طلاق کے ارکان

(۱)صیغہ[یعنی وہ الفاظ جن سے طلاق دی جائے](۲) محل[یعنی جس وقت طلاق دی جائے اس وقت طلاق واقع ہو جیسے شادی کے بعد](۳)ولایت[یعنی اس کی جانب سے طلاق صحیح ہو](۴) قصد[یعنی طلاق دینے کا ارادہ ہو](۵) مطلق[یعنی طلاق دینے والا]

(ہر عقلمند، بالغ)اور (مختار شوہر کی طلاق صحیح ہوتی ہے) یہ مطلق یعنی شوہر کے شرائط ہیں، اب آگے مصنف ان شرائط کے محترزات کو بیان فرمارہے ہیں:

(بچہ) کی اور (مجنون) کی (اور ناحق مکرہ کی طلاق صحیح نہ ہوگی) آگے مصنفؒ ناحق مکرہ شخص کی مثال بیان فرمارہے ہیں:

(مثلاً یہ کہ قتل) کی دھمکی دی جائے (یا) اعضاء میں سے (کوئی عضو کاٹنے) کی دھمکی دی جائے (یا سخت مار کی دھمکی جائے اور اسی طرح گالی سے) دھمکایا جائے (یا ہلکی مار) کی دھمکی دی جائے (درانحالیکہ وہ شخص جس کو دھمکی دی جائے وہ اہل مروت واقتدار لوگوں میں سے ہو) تو وہ شخص مکرہ شمار ہوگا اس کے برخلاف جو شخص ناحق مکرہ نہ ہو جیسے قاضی شرعی عذر کی وجہ سے اس پر جبر کرے اور پھر وہ طلاق دے تو طلاق واقع ہوگی کیونکہ ایسی صورت میں یہ مکرہ شمار نہ ہوگا،

(جس شخص کی عقل اس سبب سے زائل ہو جس سبب سے عقل کا زائل ہونا عذر نہیں سمجھا جاتا جیسے شراب کا نشہ) اور پھر وہ شخص طلاق دے تو واقع ہو جائے گی مطلب یہ ہیکہ شراب زوال

عقل کا سبب بن گئی اور یہ ایسا سبب ہے کہ شریعۃً اسے یعنی شراب پینے کو عذر نہیں سمجھا جاتا لہٰذا اس حالت میں وہ شخص طلاق دے تو واقع ہو گی (اور جو شخص بنا حاجت عقل کو زائل کرنے والی دوا پئے) اور طلاق دے (تو اس کی طلاق واقع ہو گی) [کیونکہ مذکورہ دونوں صورتوں میں مطلق کی تعدی ہے] اس کے بر خلاف جو شخص مزیل عقل دوا علاج کی مقدار پئے اور طلاق دے تو طلاق واقع نہ ہو گی اس لئے کہ اس صورت میں مطلق کی تعدی نہیں ہے (اور شوہر کے لئے جائز ہے کہ) اپنی زوجہ کو (خود طلاق دے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ** (سورۂ طلاق ۱)

(اور اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ کسی) ایسے شخص (کو وکیل بنادے) جس کی طلاق واقع ہوتی ہو، یعنی جس شخص کا طلاق دینا صحیح ہو ایسے شخص کو وکیل بنادے (اگرچہ) وکیل (عورت ہو) جیسے عورت سے کہے: تو (میری طرف سے) طلاق دے اپنے آپ کو (اور وکیل کے لئے جائز ہے کہ جب چاہے طلاق دے) مطلب یہ ہیکہ وکیل کے طلاق دینے سے پہلے جب تک اس کو مؤکل نے معزول نہیں کیا ہے تب تک وکیل جب چاہے تب طلاق دے سکتا ہے اور وکیل تعدادِ طلاق میں مؤکل کی مخالفت نہ کرے مطلب یہ ہیکہ مخالفت کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا اگر ایک طلاق کا وکیل بنایا اور وکیل نے دو یا تین طلاق دی تو ایک واقع ہو گی زیادہ واقع نہ ہو گی (لیکن جب شوہر اپنی زوجہ سے کہے: تو اپنے آپ کو طلاق دے پھر زوجہ فوراً کہے میں نے اپنے آپ کو طلاق دی تو طلاق واقع ہو گی) اس لئے کہ یہ تملیک ہے اور شوہر کے اس قول کے قائم مقام ہے: **ملکتک طلاقک فیلزم فیه القبول فوراً** (فیض ج۲ص۲۲۷) میں نے تجھے تیرے طلاق کا مالک بنایا اس میں طلاق واقع ہونے کے لئے قبول فوری لازم ہے اور مذکورہ مصنف کی عبارت میں: زوجہ نے فوراً اپنے آپ کو طلاق دی لہٰذا طلاق واقع ہوئی (اور اگر تاخیر کرے تو) طلاق واقع (نہ ہو گی) مطلب یہ ہیکہ میں نے اپنے

آپ کو طلاق دی اس طرح زوجہ فوراً نہیں بلکہ تاخیر سے کہے تو طلاق واقع نہ ہو گی چونکہ فوری قبول کی شرط نہ پائی گئی (مگر یہ کہ شوہر نے) اس طرح (کہا ہو "تو اپنے آپ کو جب چاہے طلاق دے") مطلب یہ ہیکہ پھر تاخیر کی صورت میں بھی طلاق واقع ہو گی اس لئے کہ اس صورت میں فی الفور کی شرط نہیں ہے،

(اور آزاد مرد تین طلاق کا مالک ہوتا ہے) مطلب یہ ہیکہ ہر ایک بیوی کے اعتبار سے جیسے کسی کے دو یا تین بیویاں ہیں تو ہر ایک بیوی میں تین طلاق کا مالک ہے لیکن جب کسی کو ایک طلاق دے تو دو باقی رہیں گے اس کے بعد پھر یکے بعد دیگرے تین کی تعداد ہو جائے یا بیک وقت تین دینے سے تعداد مکمل ہو جائے اور پھر شرائط کی رعایت کے ساتھ اگر اسی سے نکاح ہو جائے تو دوبارہ اسی کے بارے میں شوہر تین طلاق کا مالک ہو گا۔ کسی بیوی کو طلاق بائنہ ہو جائے جیسے عدت میں رجوع نہ کرے اور پھر دوبارہ اسی سے نکاح کرے تو جتنی طلاق دیا تھا اتنی کم ہو گی اور بقیہ باقی رہے گی۔ (اور غلام دو طلاق کا) مالک ہوتا ہے (بنا حاجت طلاق دینا مکروہ ہے) آپ ﷺ کے فرمان "مباح چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے" کی وجہ سے (اور) بیک وقت (تین) طلاق دینا بہ نسبت ایک کے (زیادہ سخت ہے) کراہت کے اعتبار سے (اور تین جمع کرنا) یعنی بیک وقت تین طلاق دینا (ایک ہی طہر میں زیادہ سخت ہے) بہ نسبت طلاقوں کو مختلف طہروں میں دینے کے،

(پھر طلاق کی قسمیں: ہیں) (۱) (سنی) اور (۲) (بدعی محرم اور) (۳) (خالٍ عن السنۃ والبدعۃ) آگے مصنف ہر ایک کی تعریف بیان فرما رہے ہیں:

(بہرحال طلاق سنی کہتے ہیں یہ کہ ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں) زوجہ سے (ہمبستری نہ کی گئی ہو) اور طلاقِ (بدعی محرم) کہتے ہیں (یہ کہ حیض میں بلا عوض طلاق دی جائے) یعنی عورت نے طلاق کے عوض میں کچھ دیا نہ ہو۔ اگر طلاق عورت کی طرف سے

دیئے ہوئے عوض کے بدل ہو تو طلاق بدعی نہ ہوگی کہ خود عورت تطویل عدت پر راضی ہے،
(یا ایسے طہر میں) طلاق دی جائے (جس میں زوجہ سے ہمبستری کی ہو جب) ایسا (کرے) یعنی طلاقِ بدعی محرم پر عمل کرے (تو مطلق کے لئے مستحب ہے کہ زوجہ سے رجوع کرے) یعنی رجوع کرلے اور دوبارہ اپنے نکاح میں لے لے اگر عددِ طلاق کو مکمل نہ کیا ہو (اور بہر حال سنی اور) طلاقِ (بدعی سے خالی) طلاق (وہ صغیرہ) کا طلاق ہے اور (آیسہ من الحیض) کا طلاق ہے اور (حاملہ) کا طلاق ہے (اور غیر مدخول بہا کا طلاق ہے) (۱) صغیرہ چھوٹی بچی جس کو حیض نہ آتا ہو (۲) آیسہ: بوڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو، (۳) حاملہ اور (۴) وہ عورت جس کے ساتھ صحبت نہ کی ہو۔ یعنی ان چاروں میں سے ہر ایک کے طلاق کو "طلاقِ غیر سنی اور غیر بدعی" کہتے ہیں۔
(وہ الفاظ جن سے طلاق واقع ہوتی ہے) وہ (صریح اور کنایہ ہیں) یعنی طلاق دئے جانے والے الفاظ کی دو قسمیں ہیں (۱) صریح اور (۲) کنایہ (صریح اس لفظ کو کہتے ہیں جس سے) مطلقاً طلاق (واقع ہوتی ہے یعنی چاہے صریح لفظ) استعمال کرنے (سے طلاق کی نیت ہو یا نہ ہو) مطلب یہ ہیکہ پھر بھی طلاق واقع ہوتی ہے اس لئے کہ لفظ صریح مشہور اور مستعمل ہی ہوتا ہے طلاق کے لئے لہٰذا نیت ہو یا نہ ہو واقع ہو جاتی ہے (اور کنایہ) لفظ (سے) طلاق (واقع نہیں ہوتی مگر یہ کہ کنایہ) لفظ (سے طلاق کی نیت ہو) یعنی کنایہ لفظ سے طلاق کی نیت ہو تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں (پس صریح) لفظ (طلاق کا لفظ ہے) اور (فراق) کا لفظ ہے (اور سراح) کا لفظ ہے (لہٰذا جب شوہر کہے: **طلقتک** یعنی میں نے تجھے طلاق دی (یا) کہے (**فارقتک** یعنی میں نے تجھے جدا کیا (یا) کہے (**سرحتک** یعنی میں نے تجھے چھوڑ دیا (یا) کہے (**أنت طالق** یعنی تو طلاق والی ہے (یا)

کہے أنت (مطلقة یعنی تو طلاق شدہ ہے (یا) کہے أنت (مفارقة یعنی تو جدا کی ہوئی ہے (یا) کہے أنت (مسرحة یعنی تو چھوڑی ہوئی ہے تو طلاق ہو گی چاہے اس) مذکورہ بالا صریح لفظ (سے طلاق کی نیت ہو یا نہ ہو اور کنایہ الفاظ) یہ (ہیں شوہر کا) اپنی زوجہ سے (کہنا أنت خلية یعنی شوہر کہے تو خالی ہو (یا) شوہر کا اپنی زوجہ سے کہنا أنت (برية یعنی شوہر کہے تو بری ہو (یا) شوہر کا اپنی زوجہ سے کہنا أنت (بتة یعنی تو تعلق کٹی ہوئی ہے یعنی میرے تیرے درمیان کوئی تعلق نہیں (یا) شوہر کا اپنی زوجہ سے کہنا أنت (بائن یعنی تو جدا ہے (یا) شوہر کا اپنی زوجہ سے کہنا أنت (حرام یعنی تو حرام ہے، یہ لفظ کنایہ ہے اگرچہ یہ طلاق میں مشہور ہے امام رافعی کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے اس کو لفظ صریح کہا ہے (یا) شوہر کا اپنی زوجہ سے کہنا (تو عدت گزار اور) اپنے رحم کو (بری کر یا) شوہر کا اپنی زوجہ سے کہنا (تو دوپٹہ پہن لے یا) شوہر کا اپنی زوجہ سے کہنا (تو اپنے گھر والوں سے مل جا یا) شوہر کا اپنی زوجہ سے کہنا (تیری رسی تیرے کندھے پر ہے اور) مذکورہ (ان الفاظ کے مانند) شوہر کا اپنی زوجہ سے کوئی لفظ کہنا جیسے شوہر کہے میں طالق ہوں وغیرہ تو یہ بھی کنایات میں شمار ہو گا۔ (اور اگر شوہر) زوجہ سے (کہے میں تجھ سے طلاق کا طالب ہوں یا شوہر طلاق کو زوجہ کے سپرد کرے) یعنی شوہر زوجہ سے کہے: طلاق دے تیرے سپرد کرتا ہوں (پھر زوجہ) جواب میں شوہر سے (کہے تو طالق ہے) یہ ایک صورت (یا شوہر سے کہا جائے کیا تیری زوجہ ہے پھر) جواب میں (شوہر کہے نہیں) میری زوجہ نہیں ہے یہ دوسری صورت (یا شوہر طلاق کا لفظ لکھے) یہ تیسری صورت (تو اگر مذکورہ) تینوں صورتوں کے (تمام الفاظ سے طلاق کی نیت ہو تو) طلاق (واقع ہو گی اور اگر نیت نہ ہو تو واقع نہ ہو گی) [مذکورہ الفاظ کنایہ ہیں اور طلاق کا مدار نیت پر ہے]

خط کے ذریعہ طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

خط کے ذریعہ طلاق واقع ہو گی اگر نیت ہو تو ورنہ نہیں چاہے صریح لفظ ہو لیکن طلاق کی نیت نہ ہونے کی بات قسم سے قبول کی جائے گی۔لو كتب۔ طلاقا۔ كأن كتب زوجتي أو كل

زوجة لی طلاق ولم ینوه فلغو علی الصحیح وان نواه فالأظھر وقوعه(منھاج مع مغنی ج۳ص۲۸٤) **وصدق منکر نیة فی الکنایة بیمینه**(قرة العین مع فتح المعین)

اگر طلاق نامہ لکھے مثلاً اس لفظ سے کہ میری بیوی کو یا میری تمام بیویوں کو طلاق اور طلاق کی نیت نہ ہو تو طلاق نامہ کو لغو[بے کار] قرار دیا جائے گا صحیح قول کے مطابق اور اگر نیت ہو تو اظہر قول کے مطابق طلاق واقع ہو گی الفاظ کنایہ میں [طلاق نامہ کنایہ میں داخل ہے] طلاق کی نیت کے انکار میں بات قسم سے قبول کی جائے گی۔ ٹیلی گرام کا حکم بھی یہ ہی مذکورہ بالا ہو گا چونکہ تحریر چاہے خط وغیرہ کی ہو کنایہ میں داخل ہے، جس وقت طلاق ہو گی اس وقت سے عدت شروع ہو گی۔

(اور اگر شوہر سے پوچھا جائے تونے اپنی بیوی کو طلاق دی پھر شوہر) جواب میں (کہے ہاں تو اس کو طلاق ہو جائے گی) اگرچہ طلاق کی نیت نہ ہو اس لئے کہ سوال میں جو واقع ہے وہ گویا جواب میں مذکور ہے اور یہ ایسا ہوا جیسا کہ شوہر نے کہا ہاں میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی (اور جب شوہر) اپنی زوجہ سے (کہے **أنت طالق** اور اس) لفظ **أنت طالق** (سے) شوہر کی (نیت دو یا تین طلاق واقع کرنے کی ہو تو جو نیت کی وہ واقع ہو گی) مطلب یہ ہیکہ جب متکلم سے صادر ہونے والے لفظ میں اس عدد کا احتمال ہے تو جتنی عدد میں طلاق کی نیت کی اتنی تعداد میں طلاق واقع ہوئی (اور اسی طرح طلاق کے باقی صریح الفاظ اور کنایہ) الفاظ مطلب یہ ہیکہ صریح اور کنایہ دونوں قسم کے لفظوں میں نیت کے مطابق طلاق واقع ہو گی یعنی ایک کی نیت کی تو ایک زیادہ کی نیت کی تو زیادہ،

(اور اگر شوہر زوجہ کے) جسم کے (حصوں میں سے کسی حصہ کی طرف طلاق کو منسوب کرے مثلاً یہ کہ شوہر) زوجہ سے (کہے تیرا نصف حصہ طالق ہے تو) اس صورت میں لفظِ طالق بقیہ حصہ کی طرف بھی سرایت کرے گا اور (ایک طلاق پڑ جائے گی اور اسی طرح جب شوہر) اپنی زوجہ سے (کہے تو نصف طلاق) کی طالق ہے (یا ربع طلاق کی طالق ہے تو)

بھی ایک (طلاق پڑ جائے گی) مطلب یہ ہیکہ شوہر زوجہ سے کہے تجھے آدھی طلاق دی یا کہے طلاق کا چوتھا حصہ دیا تو ایک طلاق پڑ جائے گی۔

آگے مصنف استثناء کا حکم بیان فرمارہے ہیں:

(اور جب شوہر) اپنی زوجہ سے (کہے تجھے تین طلاق ہے) اور پھر استثناء کرے اور کہے (مگر ایک طلاق تو دو طلاق واقع ہوگی) اس لئے کہ تین میں سے ایک کا استثناء کیا دو باقی رہیں لہٰذا دو طلاق واقع ہوگی (یا) شوہر اپنی زوجہ سے کہے (تجھے تین طلاق ہے) اور پھر استثناء کرے اور کہے (مگر دو طلاق تو ایک طلاق واقع ہوگی) کیونکہ تین میں سے دو کا استثناء کیا ایک باقی رہی لہٰذا ایک واقع ہوگی (یا) شوہر اپنی زوجہ سے کہے (تجھے تین طلاق ہے) اور پھر استثناء کرے اور کہے (مگر تین) طلاق (تو تین طلاق واقع ہوگی) اس لئے کہ مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ کو مستغرق نہ ہونا شرط ہے اور یہاں یہ شرط مفقود ہے۔

استثناء کے شرائط: (۱) استثناء ملا ہوا ہو مستثنیٰ منہ کے ساتھ (۲) کلام اجنبی یعنی اس کے علاوہ دوسری بات سے فاصلہ نہ ہو یا اتنی سانس لینے کی مقدار سے زیادہ خاموشی نہ ہو (۳) مستثنیٰ منہ سے فارغ ہونے سے پہلے استثناء کا ارادہ ہو (۴) مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کو مستغرق نہ ہو۔ آگے مصنف طلاق کو مشیئت پر معلق کرنے کا حکم بیان فرمارہے ہیں:

(اور اگر شوہر) اپنی زوجہ سے (کہے أنت طالق ان شاء اللہ یعنی اگر اللہ چاہے تو تو طلاق والی ہے) یہ ایک صورت (یا) شوہر کہے تو طلاق والی ہے (إن لم یشإ اللہ یعنی اگر اللہ نہ چاہے تو تو طلاق والی ہے، یہ دوسری صورت (اور اسی طرح) شوہر کہے تجھے طلاق (إلا أن یشاء اللہ مگر یہ کہ اللہ چاہے) یہ تیسری صورت اور مذکورہ ہر ایک صورت میں تعلیق کا قصد ہو (تو طلاق نہ ہوگی) اس لئے کہ مذکورہ ہر صورت میں طلاق کو مشیئت پر معلق کیا ہے اور اللہ کی مشیئت کیا ہے ہمیں اس کا علم نہیں ہے لہٰذا طلاق واقع نہ ہوگی۔

آگے مصنف طلاق کو کسی شرط پر معلق کرنے کا حکم بیان فرمارہے ہیں:

(اور جائز ہے طلاق کو شرائط پر معلق کرنا) چاہے وہ شرائط زمانہ کے اعتبار سے ہو یا مکان یا ان دونوں کے علاوہ کے اعتبار سے ہوں۔ (اور اگر طلاق کو کسی شرط پر معلق کرے اور پھر وہ شرط) یعنی معلق علیہ (پائی جائے تو) تعلیق عتق کی صحت پر قیاس کرتے ہوئے (طلاق واقع ہو گی) تعلیق عتق پر اس لئے قیاس کیا گیا کہ طلاق بہت سی صفات میں عتق کے مقارب ہے (جب شوہر) اپنی زوجہ سے (کہے اگر تجھے حیض آیا تو تجھے طلاق تو صرف خون دکھائی دینے سے طلاق) واقع (ہو گی) بشرطیکہ جس وقت خون دکھائی دے اس وقت میں حیض کا آنا ممکن ہو اس لئے کہ اس صورت میں معلق علیہ یعنی جس شرط پر طلاق کو معلق کیا تھا وہ شرط [یعنی حیض کا آنا] پائی گئی (پھر) اسی مذکورہ صورت میں (جب زوجہ) شوہر سے (کہے مجھے حیض آیا اور شوہر اسے جھٹلائے تو) اس تنازعہ میں (زوجہ کی بات مانی جائے گی) زوجہ کی (قسم کے ساتھ) اس لئے کہ زوجہ بہ نسبت شوہر کے اپنے حیض کی معلومات زیادہ رکھتی ہے (اور اگر شوہر) اپنی زوجہ سے (کہے اگر تجھے حیض آئے تو تیرے سوکن کو طلاق پھر زوجہ) شوہر سے (کہے مجھے حیض آیا اور شوہر زوجہ کو جھٹلائے) یعنی کہے کہ تجھے حیض نہیں آیا حائضہ ہونے کا دعویٰ جھوٹا ہے (تو) اس تنازعہ میں (شوہر کی بات مانی جائے گی) شوہر کی قسم کے ساتھ (اور سوکن کو طلاق) واقع (نہ ہو گی) اس لئے کہ بلایمین اس کے قول کو قبول کرنے کی گنجائش نہیں اور اس سے قسم دشوار ہے اس لئے کہ اگر ہم اس قسم کو لیتے ہیں تو غیر حالت پر حکم لازم ہوتا ہے اور کسی انسان پر حکم دوسرے کی قسم سے محال ہے،

(اور اگر شوہر) اپنی زوجہ سے (کہے اگر تو باہر نکلی مگر میری اجازت سے) یعنی شوہر زوجہ سے کہے اگر تو میری اجازت کے بغیر باہر نکلی (تو تجھے طلاق پھر شوہر زوجہ کو ایک مرتبہ نکلنے

کی اجازت دے لہٰذا زوجہ) اجازت دینے کی بنا پر (نکلے پھر زوجہ اس کے بعد)یعنی ایک مرتبہ نکلنے کی اجازت دینے کے بعد دوسری مرتبہ شوہر کی(اجازت کے بغیر نکلے تو) دوسری مرتبہ اجازت کے بغیر نکلنے کی وجہ سے (طلاق نہ ہوگی)اس لئے کہ "إن خرجت" میں جو "إن" ہے تکرار کا تقاضا نہیں کرتا تو یہ عبارت تو ایسی ہوگئی جیسے کہ کہے: اگر ایک مرتبہ نکلی میری اجازت کے بغیر تو تو طلاق والی ہے (اور اگر شوہر) اپنی زوجہ سے (کہے تو جب بھی نکلے مگر میری اجازت سے)یعنی شوہر کہے تو جب بھی میری اجازت کے بغیر نکلے (تو تجھے طلاق پھر زوجہ شوہر کی اجازت کے بغیر جس مرتبہ بھی نکلے گی اسے) اتنی مرتبہ (طلاق ہوگی) مطلب یہ ہیکہ جتنی مرتبہ نکلے اتنی مرتبہ طلاق واقع ہوگی مقتضیٰ تکرار کے مطابق عمل کرتے ہوئے، یہاں تک کہ تین مرتبہ نکلے تو تین طلاق واقع ہوگی۔

(اور اگر شوہر) زوجہ سے (کہے جب میری طلاق تجھ پر واقع ہو تو اس) واقع ہونے والی طلاق (سے پہلے تجھے تین طلاق) مطلب یہ ہیکہ شوہر تین طلاق کو ایک طلاق پر معلق کرے اور کہے کہ جب میں تجھے طلاق دوں تو تجھے اس سے پہلے تین طلاق (پھر شوہر) زوجہ سے (اس) تعلیق (کے بعد کہے تجھے طلاق تو صرف منجز)یعنی یہ فوری دی ہوئی (طلاق) واقع (ہوگی) اس پر معلق کی ہوئیں تین طلاق واقع نہ ہوں گی، اس لئے کہ اگر معلق واقع ہو تو عدد پورا ہو جانے کی وجہ سے منجز واقع نہ ہوگی اور جب منجز واقع نہ ہوگی تو معلق واقع نہ ہوگی شرط باطل ہو جانے کی وجہ سے اور منجز کے وقوع سے کوئی چیز مانع نہیں اس لئے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ شرط ہو اور جزاء نہ ہو۔ دوسری بات یہ کہ منجز اقویٰ ہے اس لئے کہ معلق اس پر موقوف ہے اور اس کے وقوع کی محتاج ہے،

(اور جو شخص) طلاق کو (اپنے ذاتی فعل کے ساتھ معلق کرے) مثلاً کہے اگر میں گھر میں داخل ہوا تو میری زوجہ کو طلاق (اور وہ فعل بھولے سے) کرے (یا مکرہاً کرے) یعنی

بھولے سے گھر میں داخل ہوجائے یا اس پر زبردستی کرنے کی وجہ سے داخل ہوجائے (تو) طلاق (واقع نہ ہوگی) اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت سے خطاء، بھول اور اکراہ کو درگزر کیا گیا ہے (اور اگر) طلاق کو (دوسرے کے فعل کے ساتھ معلق کرے مثلاً) شوہر کہے (اگر زید گھر میں داخل ہوا تو تو طلاق والی ہے پھر زید داخل ہوا تعلیق کو جاننے سے پہلے یا بعد میں یاد ہونے کی حالت میں یا بھول کر اور اس کو حنث کی پرواہ نہ ہو تو طلاق ہوجائے گی اور اگر تعلیق کا علم ہو اور داخل ہوجائے بھول سے اور حال یہ ہو کہ اس کو حنث سے غم اور مشقت ہو) اور خواہشمند ہو کہ طلاق واقع نہ ہو دوستی کی وجہ سے (تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور اگر شوہر) بیوی سے (کہے: اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق پھر عورت شوہر سے جدا ہوگی) یعنی طلاقِ بائن ہوگی (یا تو) قبل الدخول (طلاقِ واحد سے) یا دخول کے بعد لیکن طلاق عوض کے بدل ہو یا بلا عوض ہو تو عدت ختم ہونے سے (یا) جدا ہوئی ہو (تین طلاق سے، پھر شوہر اس سے نکاح کرے پھر) نکاحِ ثانی میں (گھر میں داخل ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔)

غصہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہوگی اگرچہ غصہ کی وجہ سے اپنے شعور کے ختم ہونے کا دعویٰ کرے، **واتفقوا علی وقوع طلاق الغضبان وان ادعی زوال شعوره بالغضب**(فتح المعین) حضراتِ شوافع کا اتفاق ہے حالتِ غصہ کی طلاق واقع ہونے پر اگرچہ دعویٰ کرے غصہ سے اپنے شعور کے ختم ہونے کا۔

(فصل)

(يَصِحُّ الْخُلْعُ مِمَّنْ يَصِحُّ طَلَاقُهُ وَيُكْرَهُ إِلَّا فِيْ حَالَيْنِ أَحَدُهُمَا أَنْ يَخَافَا أَوْ أَحَدُهُمَا أَنْ لَا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ مَادَامَا عَلَى الزَّوْجِيَّةِ وَالثَّانِيْ أَنْ يَحْلِفَ بِالطَّلَاقِ الثَّلَاثِ عَلَى تَرْكِ فِعْلِ شَيْئٍ ثُمَّ يَحْتَاجُ إِلَى فِعْلِهِ فَيُخَالِعُهَا ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا ثُمَّ بِفِعْلِ الْمَحْلُوْفِ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ لَا يَقَعُ

عَلَيْهِ الطَّلَاقُ الثَّلَاثُ كَمَا سَبَقَ وَإِنْ كَانَ الزَّوْجُ سَفِيْهًا صَحَّ خُلْعُهُ وَيَدْفَعُ الْعِوَضَ إِلَى وَلِيِّهِ وَلَايَصِحُّ خُلْعُ سَفِيْهَةٍ وَلَيْسَ لِلْوَلِيِّ أَنْ يُخَالِعَ امْرَأَةَ الطِّفْلِ وَلاَ أَنْ يُخَالِعَ الطِّفْلَةَ بِمَالِهَا وَيَصِحُّ بِمَالِ الْوَلِيِّ وَيَصِحُّ بِلَفْظِ الطَّلَاقِ وَلَفْظِ الْخُلْعِ مِثْلُ أَنْتِ طَالِقٌ عَلَى أَلْفٍ أَوْ خَالَعْتُكِ عَلَى أَلْفٍ فَإِنْ قَالَتْ قَبِلْتُ بَانَتْ وَلَزِمَهَا الْأَلْفُ وَكَذٰلِكَ إِنْ قَالَ إِنْ أَعْطَيْتِنِيْ أَلْفًا فَأَنْتِ طَالِقٌ فَأَعْطَتْهُ بَانَتْ وَكَذٰلِكَ إِذَا قَالَتْ طَلِّقْنِيْ عَلَى أَلْفٍ فَقَالَ أَنْتِ طَالِقٌ بَانَتْ وَلَزِمَهَا الْأَلْفُ وَمَاجَازَ أَنْ يَكُوْنَ صَدَاقًا جَازَ أَنْ يَكُوْنَ عِوَضًا فِي الْخُلْعِ فَلَوْ خَالَعَ بِمَجْهُوْلٍ أَوْ غَيْرِ مُتَمَوَّلٍ كَالْخَمْرِ بَانَتْ بِمَهْرِ الْمِثْلِ وَهُوَ بِلَفْظِ الْخُلْعِ طَلَاقٌ صَرِيْحٌ)

(فصل)

خلع کے بیان میں

خلع کی تعریف

لغت میں: خُلع: خاء کے ضمہ کے ساتھ خَلع یعنی خاء مفتوحہ سے ہے اس کا معنی ہے: اتارنا۔ اس لئے کہ زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کو اپنے سے اتار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: هُنَّ لِبَاس لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاس لَّهُنَّ عورتیں تمہارے لئے لباس ہے اور تم ان کے لئے لباس ہو گویا مفارقت کے ذریعہ دونوں نے ایک دوسرے کو لباس کی طرح اتار دیا۔

شرعاً: مقصود عوض کے بدلہ میں جدائی شوہر کی جانب سے لفظ طلاق یا خلع سے ہو اسے خلع کہتے ہیں (تحقیق علی عمدة)

آیت: فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُوْدَ اللهِ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهِ (سورۂ بقرۃ ۲۲۹) سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابطِ خداوندی کو قائم نہ کر سکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس [مال کے لینے دینے میں] جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے (ترجمۂ قرآن)

حدیث: ثابت بن قیس کی بیوی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور چند وجوہات کی بنا پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے فسخِ نکاح کی خواہش ظاہر کی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: کیا تم اس کا باغ اسے

واپس کر دو گی۔؟۔ اس نے جواب میں کہا ہاں تو آپ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس سے فرمایا: باغ لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو۔

اسلام میں سب سے پہلے یہ خلع واقع ہوا۔

خلع کے ارکان

(۱)شوہر (۲)ملتزم للعوض[یعنی وہ عورت جو اپنے ذمہ عوض کو لازم کرتی ہے] (۳)بضع[اس کا لغوی معنی شرمگاہ ہے لیکن یہاں مراد وہ عورت ہے جو شوہر سے علیحدہ ہو رہی ہے] (۴)عوض (۵)صیغہ [یعنی وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے] مصنفؒ نے باب الطلاق کے بعد خلع کا ذکر اس لئے فرمایا کہ خلع طلاق ہی کی ایک قسم ہے۔

(جس کی طلاق صحیح ہوتی ہے اس کا خلع صحیح ہوتا ہے) تفصیل کے لئے باب الطلاق ملاحظہ فرمائیں لیکن فرق یہ ہے کہ طلاق میں صرف ایجاب یعنی طلاق کے الفاظ کہنا کافی ہے بیوی کے قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔ خلع میں ایجاب کے بعد یعنی بیوی کہے کہ میں تجھ سے خلع لیتی ہوں شوہر کا فوراً قبول کرنا شرط ہے۔ اگر غیر ضروری باتوں سے ایجاب وقبول کے درمیان لمبا فاصلہ ہو تو خلع صحیح نہ ہو گا تھوڑا ہو تو صحیح ہو گا[یہی حکم ہو گا خاموشی اور غائب ہونے کے بارے میں](کفایۃ ج۲ص۱۴۹)

(اور خلع مکروہ ہے) اس لئے کہ طلاق کی طرح اس سے بھی نکاح کو توڑنا ہے جو نکاح شارع کے نزدیک مطلوب ہے (مگر دو حالتوں میں) مکروہ نہیں ہے (دونوں میں سے ایک) حالت (یہ کہ دونوں کو) خوف ہو (یا دونوں میں سے کسی ایک کو خوف ہو اس بات کا کہ جب تک ہم دونوں زوجیت میں شریک رہیں گے اللہ کے حدود کو قائم نہ کر سکیں گے) یعنی زوجیت میں شریک رہنے سے اللہ کے فرض کردہ حقوق کو پورا نہ کرنے کا خوف ہو تو خلع مکروہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَايَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّا أَنْ

يَخَافَآ أَنْ لاَّيُقِيمَا حُدُوْدَ اللهِ(سورۂ بقرۃ ۲۲۹) اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ [چھوڑنے کے وقت] کچھ بھی لو[گو] اس میں سے[سہی] جو تم نے ان کو[مہر میں] دیا تھا مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں کو[یا کسی ایک کو] احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو قائم نہ کرسکیں گے۔اس آیت سے کراہت کا انتفاء معلوم ہوتا ہے۔

(اور) دونوں میں سے (دوسری) حالت (یہ کہ شوہر کسی چیز کو نہ کرنے پر تین طلاق کی قسم کھائے) مثلاً کہے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا اگر کھایا تو میری زوجہ کو تین طلاق (پھر) قسم کھانے کے بعد (اس چیز کو کرنے کا محتاج ہو) یعنی مذکورہ مثال کے اعتبار سے کھانا کھانے کی حاجت لاحق ہو (تو) اب (زوجہ سے خلع کرے پھر) خلع کے بعد (اسی زوجہ سے نکاح کرے اور پھر محلوف علیہ کو کرے) یعنی مذکورہ مثال کے اعتبار سے کھانا کھالے (تو ایسی صورت میں زوجہ پر تین طلاق واقع نہ ہوں گی جیسا کہ گزر گیا) مصنف نے یہ حیلہ بتلایا ہے کہ محلوف علیہ کو کرنے سے پہلے خلع لے اور نکاح کرے تاکہ تین طلاق واقع نہ ہوں ورنہ تین طلاق واقع ہوں گی۔ باب الطلاق میں ہے: فإن قال ان دخلت الدار فأنت طالق ثم بانت منه اما بطلقة واحدة قبل الدخول پھر شرح میں ہے: أو بعده بعوض أو بغير عوض بأن انقضت عدتها۔ پھر متن میں ہے: أو بثلاث ثم تزوجها ثم دخلت الدار لم تطلق۔ پھر شرح میں ہے لأن التعليق انما كان في النكاح الأول وقد ارتفع بالبينونة ولأنه لو قال لامرأته ان بنت مني ونكحتك فأنت طالق فدخلت الدار بعد البينونة والنكاح لم يقع الطلاق۔ تعلیق نکاح اول میں تھی اور نکاح اول باقی نہ رہا لہٰذا طلاق واقع نہ ہوگی۔ (اور اگر شوہر نادان ہو تو اس کا خلع صحیح ہوگا) اس لئے کہ جب اس کا طلاق بلا عوض صحیح ہے تو عوض کے بدلہ میں بدرجۂ اولیٰ، (اور عوض اس کے ولی کے پاس دیا جائے گا) ولی کی اجازت سے شوہر کے پاس بھی عوض دینا صحیح ہوگا۔ (اور نادان زوجہ کا خلع صحیح نہ ہوگا) اس لئے کہ سفیہ اور سفیہہ کے لئے اپنے ذمہ کچھ لازم کرنا صحیح نہیں اور خلع میں عورت کے ذمہ عوض لازم ہوتا ہے۔

(اور جائز نہیں ولی کے لئے) چاہے باپ ہو یا دادا یا کوئی اور، نابالغ (بچہ کی بیوی کو خلع دینا) اس لئے کہ اس میں بچہ کی غرض کو فوت کرنا ہے (اور نہ) ولی کے لئے (یہ جائز ہے کہ نابالغہ بچی کے لئے خلع لے بچی کے مال کے بدلے) اس لئے کہ ولی کے لئے بچی کے مال میں سے تبرع جائز نہیں (اگر ولی اپنے مال کے عوض خلع لے تو جائز ہے، اور خلع صحیح ہوتا ہے لفظ طلاق) سے (اور لفظ خلع سے مثلاً) یہ کہ شوہر زوجہ سے کہے (تجھے طلاق) مثلاً (ہزار) روپے (کے عوض) یہ لفظ طلاق سے خلع صحیح ہونے کی مثال ہے (یا) شوہر زوجہ سے کہے (میں نے تجھ سے خلع کیا) یا میں نے تجھ کو چھوڑ دیا مثلاً (ہزار) روپے (کے عوض) یہ لفظ خلع سے خلع صحیح ہونے کی مثال ہے (پھر اگر زوجہ) مذکورہ دونوں مثالوں کے جواب میں فوراً (کہے میں نے قبول کیا تو) طلاق (بائن ہو گی) [چونکہ خلع کی وجہ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے] (اور زوجہ کے ذمہ) شوہر کے لئے (ہزار لازم ہوں گے) چونکہ شوہر کا زوجہ سے متمتع ہونا فوت ہوا۔ (اور اسی طرح) خلع صحیح ہو گا (اگر شوہر) زوجہ سے (کہے اگر تو مجھے) مثلاً (ہزار) روپے (دے تو تجھے طلاق پھر زوجہ شوہر کو) فوراً ہزار (دے تو) طلاق (بائن ہو گی) فوراً قبول کی شرط اس لئے ہے کہ عوض تقاضا کرتا ہے لفظ قبول کے فوراً ہونے کا (اور اسی طرح) خلع صحیح ہو گا (جب زوجہ) شوہر سے (کہے تو مجھے طلاق دے ہزار کے عوض پھر شوہر) جواب میں زوجہ سے فوراً (کہے تجھے طلاق تو) طلاق (بائن ہو گی اور زوجہ کے ذمہ) شوہر کے لئے (ہزار لازم ہوں گے) اس لئے کہ شوہر کا زوجہ سے متمتع ہونا فوت ہوا۔ **وإن بدأت بطلب طلاق فأجاب الزوج قولها فورا لمعاوضة من جانبها ويشترط فورالجوابه فی محل التواجب فان طلق متراخيا كان مبتدئا لايستحق عوضا ويقع الطلاق حينئذ رجعيا** (منہاج مع مغنی ج۳ص ۲۷۰) مذکورہ عبارت کی روشنی میں بیوی طلاق کی ابتداء کرے اور شوہر فوراً جواب دے یعنی طلاق دے تو طلاق بائن پڑ جائے گی اور زوجہ پر معاوضہ واجب ہو گا [یعنی متعین کردہ ہزار] اگر فوراً طلاق نہ

دے بلکہ تاخیر سے طلاق دے تو طلاقِ رجعی پڑے گی اور اس صورت میں زوجہ پر معاوضہ واجب نہ ہو گا اور اگر تاخیر سے بھی طلاق نہ دے تو طلاقِ رجعی بھی واقع نہ ہو گی۔ (اور جس چیز کو مہر میں دینا جائز ہے اس چیز کو خلع میں عوض بنانا جائز ہے) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بالعموم فرمایا: فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ (سورۂ بقرۃ ۲۲۹)

آگے مصنف اس کی فرع بیان فرمارہے ہیں:

(اگر مجہول چیز سے خلع کرے) مثلاً عوض کے بدلہ میں خلع کرے اور عوض کیا ہے متعین نہ کرے (یا غیر متمول) چیز (سے) خلع کرے، غیر متمول یعنی وہ چیز جو مال کے طور پر نہ رکھی جاتی ہو (جیسے شراب) مردہ اور ان دونوں کے مانند (تو) طلاق (بائن ہو گی مہرِ مثل کے عوض) مطلب یہ ہیکہ اس مذکورہ صورت میں عوض فاسد ہونے کی بنا پر خلع مہرِ مثل کے عوض واقع ہو گا، لہٰذا شوہر زوجہ سے مہرِ مثل کا مطالبہ کرے گا۔

(اور خلع لفظِ خلع سے طلاق صریح ہے) مصنف نے لفظ خلع کو مطلق طلاقِ صریح کہا ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ لفظِ خلع کے ساتھ اگر عوض کا ذکر ہو تو لفظِ خلع طلاقِ صریح ہے اور اگر اس کے ساتھ عوض کا ذکر نہ ہو تو اصح قول کے مطابق لفظِ خلع طلاقِ صریح نہیں بلکہ کنایہ ہو گا، اور طلاق میں لفظ فسخ استعمال کرنا کنایہ ہوتا ہے لہٰذا طلاق بلانیت نہ ہو گی،

(فصل)

(مَنْ شَکَّ هَلْ طَلَّقَ أَمْ لَا لَمْ تُطَلَّقْ وَالْوَرَعُ أَنْ یُرَاجِعَ وَإِنْ شَکَّ هَلْ طَلَّقَ طَلْقَةً أَوْ أَکْثَرَ وَقَعَ الْأَقَلُّ وَمَنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا فِیْ مَرَضِ مَوْتِهٖ لَمْ تَرِثْهُ الْمُطَلَّقَةُ)

(فصل)

طلاق کے متعلق شک کے بیان میں

طلاق میں شک کی تین قسمیں ہیں: (۱) فی نفسہ طلاق میں شک (۲) طلاق کی تعداد میں شک (۳) طلاق کے محل میں شک۔

مصنف پہلی قسم سے فصل کو شروع فرمارہے ہیں:
(جس شخص کو شک ہو: کیا طلاق دی یا نہیں تو طلاق نہ ہو گی) اس لئے کہ اصل طلاق کا نہ ہوناہے اور نکاح کو باقی رکھناہے (لیکن) اس صورت میں (تقوی یہ ہے کہ رجعت کرے) یعنی شوہر بیوی سے کہے: میں نے تجھ کو اپنی زوجیت میں واپس لیا،
اب آگے مصنفؒ شک کی دوسری قسم بیان فرمارہے ہیں:
(اور اگر کسی کو شک ہو کیا ایک طلاق دی یا) ایک سے (زیادہ تو کم واقع ہو گی) زائد واقع نہ ہوں گی اس لئے کہ اصل زائد کا نہ ہوناہے، مثلاً کسی کو شک ہو ایک طلاق دی یا دو تو ایک واقع ہو گی دو طلاق واقع نہ ہوں گی اسی طرح کسی کو شک ہو دو طلاق دیا یا تین تو دو واقع ہوں گی تین واقع نہ ہوں گی۔
(جو شخص اپنے مرض موت میں تین طلاق دے) اور مر جائے (تو مطلقہ) زوجہ (طالق) یعنی شوہر (کی وارث نہ ہو گی) اس لئے کہ سبب ارث زوجیت ہے جب تک زوجیت باقی رہے لیکن زوجیت طلاق بائن پڑ جانے سے ختم ہو جاتی ہے اور تین طلاق دینے کی صورت میں بھی طلاق بائنہ پڑ جاتی ہے لہٰذا مطلقہ وارث نہ ہو گی،
شک کی تیسری قسم کو مصنف نے بیان نہیں کیا شارح نے بیان کیا ہے: اس کی مثال یہ ہے کہ مرد کہے اگر یہ پرندہ کوا ہو تو میری بیوی ہندہ کو طلاق اور اگر کوا نہ ہو تو میری بیوی رفیقہ کو طلاق تو ایک کو طلاق ہو گی دونوں وصفوں میں سے ایک کے پائے جانے کی وجہ سے۔ اس میں طلاق کو پرندہ کے وصف پر معلق کیا ہے کہ کوا ہو تو ہندہ کو طلاق اور کوا نہ ہو تو رفیقہ کو طلاق تو اب جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ پرندہ کیا تھا کوا یا کوئی اور پرندہ تو دونوں عورتوں سے علیحدہ رہنا لازم ہو گا اس لئے کہ یہ معلوم نہیں کہ دونوں میں سے طلاق کس کو ہوئی ہے اور پرندہ کے متعلق تفتیش لازم ہو گی اگر ممکن ہو تو تا کہ معلوم ہو کہ طلاق کس کو ہوئی ہے۔

(فصل)

(اِذَا طَلَّقَ الْحُرُّ طَلْقَةً أَوْ طَلْقَتَيْنِ أَوْ طَلَّقَ الْعَبْدُ طَلْقَةً بَعْدَ الدُّخُوْلِ بِلَاعِوَضٍ فَلَهُ قَبْلَ أَنْ تَنْقَضِيَ الْعِدَّةُ أَنْ يُرَاجِعَ سَوَاء رَضِيَتْ أَمْ لَا وَلَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا وَاِنْ مَاتَ أَحَدُهُمَا وَرِثَهُ الْآخَرُ لٰكِنْ لَايَحِلُّ لَهُ وَطْؤُهَا وَلَا النَّظْرُ اِلَيْهَا وَلَا الْاِسْتِمْتَاعُ بِهَا قَبْلَ الْمُرَاجَعَةِ وَاِنْ كَانَ الطَّلَاقُ قَبْلَ الدُّخُوْلِ أَوْ بَعْدَهُ بِعِوَضٍ فَلَا رَجْعَةَ لَهُ وَلَاتَصِحُّ الرَّجْعَةُ اِلَّا بِاللَّفْظِ فَقَطْ فَيَقُوْلُ رَاجَعْتُهَا أَوْ رَدَدْتُهَا أَوْ أَمْسَكْتُهَا وَلَايُشْتَرَطُ الْاِشْهَادُ وَاِذَا رَاجَعَهَا عَادَتْ اِلَيْهِ بِمَا بَقِيَ مِنْ عَدَدِ الطلاق اما اذا طَلَّقَ الْحُرُّ ثَلَاثًا أَوِ الْعَبْدُ طَلْقَتَيْنِ حَرُمَتْ عَلَيْهِ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ نِكَاحًا صَحِيْحًا وَيَطَؤُهَا فِي الْفَرْجِ وَأَدْنَاهُ تَغْيِيْبُ الْحَشَفَةِ بِشَرْطِ انْتِشَارِ الذَّكَرِ)

(فصل)

رجعت کے بیان میں

رجعت کی تعریف

لغت میں: رجعت ایک مرتبہ لوٹنے کو کہتے ہیں۔

شرعاً : طلاق غیر بائن سے عدت میں عورت کو نکاح کی طرف مخصوص طریقہ پر لوٹانا رجعت کہلاتا ہے۔

آیت: وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ(سورۂ بقرۃ ۲۳۱) اورجب تم نے عورتوں کو[رجعی] طلاق دی [ہو] پھر وہ اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جاوے تو[یاتو] تم ان کو قاعدے کے موافق[رجعت کرکے] نکاح میں رہنے دو(ترجمۂ قرآن)

حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرئیل میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے کہا اے محمد ﷺ حضرت حفصہؓ سے رجوع کرلو اس لئے کہ وہ روزہ رکھنے والی ہے، نماز کی پابندہے اورجنت میں آپ کی زوجہ ہے۔

رجعت کے ارکان

(۱) محل[یعنی زوجہ جس سے رجوع کیا جاتا ہے](۲)صیغہ[یعنی وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیاجاتاہے](۳)مرتجع[یعنی رجوع کرنے والا]

مصنف نے طلاق کے بعد رجعت کا ذکر اس لئے فرمایا کہ طلاق رجعت کا سبب ہے اور مسبب اپنے سبب سے متاخر ہوتا ہے۔

(جب دخول کے بعد بلاعوض آزاد شخص ایک یا دو طلاق دے یا غلام) دخول کے بعد بلاعوض (ایک طلاق دے تو شوہر کے لئے جائز ہے یہ کہ عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کرے چاہے زوجہ راضی ہو یا نہ ہو) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ(سورۂ بقرۃ ۲۲۸) اور ان عورتوں کے شوہر ان کے (بلا تجدید نکاح) پھر لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں(ترجمۂ قرآن) آزاد کی قید سے غلام نکل گیا لہٰذا غلام کے لئے دوسری طلاق دینے کے بعد رجعت جائز نہیں ہے اس لئے کہ غلام دو ہی طلاق کا مالک ہے مطلب یہ ہیکہ یہ اپنی مکمل دو طلاق دے دے تو زوجہ بائنہ ہو گی لہٰذا رجعت جائز نہ ہو گی جیسا کہ آزاد شخص اپنی مکمل تین طلاق دے دے تو زوجہ بائنہ ہو گی اور رجعت جائز نہ ہو گی،

بعد الدخول کی قید سے قبل الدخول نکل گیا لہٰذا زوجہ کو دخول سے پہلے طلاق دے تو رجعت جائز نہ ہو گی بلکہ دوبارہ نکاح لازم ہو گا اور بلاعوض کی قید سے بالعوض نکل گیا لہٰذا بالعوض طلاق دے مثلاً خلع تو پھر رجعت جائز نہ ہو گی بلکہ دوبارہ نکاح لازم ہو گا اور **قبل أن تنقضی العدۃ** سے **اذا مضت العدۃ** نکل گیا لہٰذا جب عدت گزر جائے تو رجعت جائز نہ ہو گی (اور طلاقِ رجعی دینے والے شوہر کے لئے جائز ہے کہ رجعیہ کو طلاق دے) مطلب یہ ہیکہ رجعیہ کو طلاق دے تو واقع ہو گی اس لئے کہ وہ زوجہ کے حکم میں ہے لیکن طلاقِ بائنہ پڑنے کی صورت میں طلاق دے تو واقع نہ ہو گی [اس لئے کہ اس صورت میں وہ زوجہ کے حکم میں نہیں ہے] رجعیہ یعنی وہ زوجہ جو طلاقِ رجعی کی عدت گزار رہی ہو (اور اگر) طلاقِ رجعی دینے کے بعد (میاں بیوی میں سے کوئی ایک مر جائے تو دوسرا اس کا وارث ہو گا) عدت ختم ہونے تک رجوع نہ کرے تو بائنہ ہو گی لہٰذا ایک دوسرے کا وارث نہیں ہو گا اسی طرح

تین طلاق دینے سے بھی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوگا (لیکن رجعیہ زوجہ سے شوہر کے لئے ہمبستری جائز نہ ہوگی) اس لئے کہ عدت براءۃ رحم کی پہچان کے لئے واجب قرار دی گئی ہے اور وطی سے براءت نہ ہوگی (اور نہ اس کی طرف دیکھنا) جائز (ہوگا اور نہ اس سے فائدہ اٹھانا) جائز (ہوگا) اگرچہ چھونے کے ذریعہ (رجعت سے پہلے) اس لئے کہ طلاق دینے سے اگرچہ طلاق رجعی وہ اجنبیہ کے حکم میں ہوئی ان احکام میں اور جو حکم اجنبیہ کا ہے وہی حکم یہاں بھی لاگو ہوگا لہٰذا نظر اور استمتاع ناجائز قرار دیا گیا (اور اگر دخول سے پہلے طلاق) واقع (ہو یا دخول کے بعد عوض کے بدلہ) طلاق واقع ہو (تو شوہر کے لئے رجعت) جائز (نہیں ہے)

اب آگے مصنف رجعت کے صیغہ کو بیان فرمارہے ہیں:

(اور رجعت صرف لفظ سے ہی صحیح ہوتی ہے) یعنی رجعت لفظاً ضروری ہے (لہٰذا) مرتجع یعنی شوہر (کہے میں نے اس کو واپس لیا یا) کہے (میں نے اس کو لوٹا لیا یا) کہے (میں نے اس کو روکا) یہ تینوں الفاظ زوجہ کی غیر موجودگی میں رجوع کرنے کے ہیں زوجہ حاضر ہو تو اس طرح کہے: میں نے تجھ کو واپس لیا یا کہے میں نے تجھ کو لوٹا لیا یا کہے میں نے تجھ کو روکا، اور سنت ہے کہ یہ لفظ بڑھائے: "إلی" یا "إلی نکاحی" یعنی کہے اگر زوجہ حاضر ہو تو: میں نے تجھ کو واپس لیا میری طرف یا کہے میرے نکاح کی طرف وغیرہ، مذکورہ تینوں الفاظ صریح ہیں کتاب وسنت میں وارد ہونے کی بنا پر، اگر شوہر کہے میں نے تجھ سے نکاح کیا تو یہ کنایہ جملہ ہے لہٰذا شوہر سے دریافت کرنے پر اگر وہ کہے کہ میری نیت رجوع کی ہے تو رجعت صحیح ہوگی، نیت نہ ہو تو صحیح نہ ہوگی۔

رجعت کے وقت (گواہ مقرر کرنا شرط نہیں ہے) بلکہ سنت ہے (اور جب شوہر زوجہ سے رجعت کرے تو زوجہ شوہر کے پاس تعداد طلاق میں سے بقیہ طلاق کے ساتھ لوٹ آئے

گی) مطلب یہ ہیکہ ایک طلاق دینے کی وجہ سے شوہر کے رجوع کرنے کی بناپر زوجہ اس کی زوجیت میں داخل ہونے کے بعد شوہر کی تین طلاق میں سے زوجہ کو دی ہوئی ایک طلاق کم ہوگی اور اسی زوجہ سے متعلق اب دو طلاق باقی رہیں گی۔

(بہر حال جب آزاد شخص تین طلاق دے) چاہے بیک وقت دے یا الگ الگ وقت میں دے (یا غلام دو طلاق) دے (تو مطلقہ زوجہ اس پر) یعنی طلاق دینے والے پر (حرام ہوگی) اب آگے مصنف تین طلاق دی ہوئی زوجہ کب حلال ہوگی اس کے شرائط بیان فرمارہے ہیں:

(یہاں تک کہ دوسرا شخص) پہلے طلاق دینے والے کی عدت پوری ہونے کے بعد اس مطلقہ سے (صحیح نکاح کرے اور وہ) یعنی دوسرا شوہر (اس سے ہمبستری کرے) اگلی (شرمگاہ میں) نہ کہ پچھلی شرمگاہ میں (اور اس کی کم سے کم مقدار) یعنی ہمبستری کی کم سے کم مقدار جس سے مذکورہ مطلقہ حلال ہوتی ہے (حشفہ کا غائب ہونا ہے) یعنی مرد کی کٹی ہوئی شرمگاہ کی مقدار عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا ہے (ذکر کے پھیلنے کے شرط کے ساتھ) یعنی ذکر کا پھیلنا شرط ہے اگر کسی مرض یا عارض کی وجہ سے ذکر نہ پھیلے تو حلال نہ ہوگی۔

مزید شرائط یہ ہیں: اسی دوسرے شوہر سے اسے بینونت ہوئی ہو یعنی نکاح ختم ہوا ہو طلاق یا فسخ سے یا موت سے، اور پھر دوسرے شوہر کی عدت پوری کرچکی ہو (اقناع ج۲ص۱۵۶)

حتی تنکح زوجا غیرہ کی قید سے الوطء بملک الیمین نکل گئی لہٰذا ملک یمین کی وجہ سے ہمبستری کرے تو حلال نہ ہوگی، صحیح کی قید سے فاسد نکل گیا لہٰذا نکاح فاسد کی وجہ سے حلال نہ ہوگی اور وطی کی قید سے وطیٔ شبہہ نکل گئی لہٰذا وطیٔ شبہہ کی وجہ سے بھی حلال نہ ہوگی۔

(فصل)

(اَلْاِیْلاَءُ حَرَامٌ وَهُوَ أَنْ یَحْلِفَ الزَّوْجُ بِاللّٰهِ أَوْ بِالطَّلَاقِ أَوْ بِالْعِتْقِ أَوْ بِالْتِزَامِ صَوْمٍ أَوْ صَلاَةٍ أَوْ غَیْرِ ذٰلِکَ یَمِیْنًا یَمْنَعُ الْجِمَاعَ فِي الْفَرْجِ أَکْثَرَ مِنْ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِذَا حَلَفَ کَذٰلِکَ صَارَ مُوْلِیًا فَتُضْرَبُ لَهُ مُدَّةُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِذَا انْقَضَتْ وَلَمْ یُجَامِعْ فِیْهَا وَلاَ مَانِعَ مِنْ

جِهَتِهَا فَلَهَا عَقِبَ الْمُدَّةِ أَنْ تُطَالِبَهُ اِمَّا بِالطَّلَاقِ أَوْ بِالْوَطْئِ اِذَا لَمْ يَكُنْ بِهِ مَانِع يَمْنَعُهُ مِنَ الْوَطْئِ فَاِنْ جَامَعَ فَذَاكَ وَاِلَّا طَلَّقَ عَلَيْهِ الْحَاكِمُ وَمَتىٰ حَلَفَ عَلىٰ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَمَا دُوْنَهَا أَوْ كَانَ الزَّوْجُ عِنِّيْنًا أَوْ مَجْبُوْبًا فَلَيْسَ مُوْلِيًا)

(فصل)

ایلاء کے بیان میں

ایلآء مد کے ساتھ ہے

ایلاء کی تعریف

لغت میں: ایلاء قسم کھانے کو کہتے ہیں،

شرعاً : شوہر کا اپنی زوجہ سے مطلقاً یعنی مدت بیان کئے بغیر یا چار ماہ سے زائد صحبت نہ کرنے کی قسم کھانے کو ایلاء کہتے ہیں۔

آیت: لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّص أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْر رَّحِيْم ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْع عَلِيْم (سورۂ بقرۃ ۲۲۶، ۲۲۷) جو لوگ قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی بیبیوں [کے پاس جانے] سے ان کے لئے چار مہینے تک کی مہلت ہے سو اگر یہ لوگ (قسم توڑ کر عورت کی طرف) رجوع کرلیں تب تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے رحمت فرما دینگے اور اگر بالکل چھوڑ ہی دینے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تو اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں (ترجمۂ قرآن)

زمانۂ جاہلیت میں ایلاء طلاق کے حکم میں تھا پھر شرع نے اس کا حکم بدل دیا اور مذکورہ بالا آیت کے مضمون کے ساتھ خاص کر دیا۔

مصنف نے اس کا ذکر طلاق کے بعد اس لئے فرمایا کہ یہ زمانۂ جاہلیت میں طلاق کے حکم میں تھا اور فصل رجعت کے بعد اس لئے ذکر فرمایا کہ مولی [قسم کھانے والا] رجعیہ کی طرح ہے یعنی امتناع قربان میں،

ایلاء کے ارکان

(۱) محلوف بہ (۲) محلوف علیہ (۳) مدت (۴) صیغہ (۵) میاں بیوی (۶) حالف (اقناع ج ۲ ص ۱۱۳)

(ایلاء حرام ہے) اس لئے کہ اس میں تکلیف ہے (ایلاء کی صورت یہ ہے کہ شوہر) جس کی طلاق صحیح ہو (اللہ کی قسم کھائے) جیسے کہے اللہ کی قسم میں تجھ سے وطی نہ کروں گا (یا) امتناع وطی کو معلق کرے (طلاق پر) جیسے کہے اگر تجھ سے وطی کروں تو تجھے یا تیری سوکن کو تین طلاق (یا) معلق کرے (عتق) پر جیسے کہے اگر تجھ سے وطی کروں تو میرا غلام آزاد (یا) معلق کرے (روزہ یا نماز) کے (یا اس کے علاوہ) کسی اور عمل خیر (کے التزام پر) جیسے کہے اگر میں تجھ سے وطی کروں تو مجھ پر روزہ لازم ہے (شوہر ایسی قسم کھائے جو جماع فی الفرج کو روک دے چار ماہ سے زیادہ) یہ بھی ایلاء کی صورت ہے (پھر جب شوہر اسی طرح) یعنی مذکورہ صورتوں میں سے کسی صورت کے مطابق (قسم کھالے تو وہ مولی شمار ہو گا اور مولی کے لئے چار ماہ کی مدت بیان کی گئی ہے) یعنی ایلاء کے بعد شوہر کو چار ماہ کی مہلت دینا ضروری ہے (پھر جب چار ماہ کی مدت گزر جائے اور اس) مدت (میں شوہر صحبت نہ کرے) یعنی شوہر صحبت نہ کرے اور چار ماہ کی مدت گزر جائے (درانحالیکہ بیوی کی طرف سے کوئی مانع نہ ہو) مطلب یہ ہیکہ شوہر کو صحبت سے کوئی چیز مانع یعنی روکنے والی نہ ہو جیسے بیوی بیمار یا پاگل نہ ہو اور نافرمان نہ ہو وغیرہ (تو بیوی کے لئے جائز ہے کہ) چار ماہ کی (مدت) گزرنے (کے بعد شوہر سے مطالبہ کرے یا تو طلاق کا یا صحبت کرنے کا جبکہ شوہر کے ساتھ وطی سے مانع کوئی چیز نہ ہو) مطلب یہ ہیکہ زوجہ کے مطالبہ کے بعد شوہر میں وطی سے مانع کوئی چیز نہ ہو تو زوجہ مذکورہ مطالبہ کر سکتی ہے جائز ہے (پھر اگر شوہر وطی کرے تو ظاہر ہے ورنہ) یعنی اگر نہ وطی کرے اور نہ طلاق دے تو (حاکم شوہر کی طرف سے) ایک (طلاق دے گا) شوہر عدت میں رجعت کر سکتا ہے عدت کے بعد بائنہ ہو گی لہٰذا صحبت کے لئے

دوبارہ نکاح لازم ہو گا۔ (اور جب شوہر چار مہینے) صحبت نہ کرنے کی قسم کھائے (یا چار مہینے سے کم مدت) صحبت نہ کرنے (کی قسم کھائے) تو مولی شمار نہ ہو گا اس لئے کہ مطلق صحبت نہ کرنے کی قسم کھانے والے کو یا چار مہینے سے زائد مدت صحبت نہ کرنے کی قسم کھانے والے کو مولی کہتے ہیں۔ (یا شوہر عنین ہو یا مجبوب) ہو یعنی شوہر عِنین یا مجبوب ہو اور قسم کھائے (تو مولی شمار نہ ہو گا) فی نفسہ صحبت سے عاجز ہونے کی بنا پر [عنین اور مجبوب کی تعریف کتاب النکاح میں ملاحظہ فرمائیں۔]

(فصل)

(اَلظِّهَارُ هُوَ أَنْ يُشَبِّهَ امْرَأَتَهُ بِظَهْرِ أُمِّهِ أَوْ غَيْرِهَا مِنْ مَحَارِمِهِ أَوْ بِعُضْوٍ مِنْ أَعْضَائِهَا فَيَقُوْلُ أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ أَوْ كَفَرْجِهَا أَوْ كَيَدِهَا فَإِذَا قَالَ ذٰلِكَ وَوُجِدَ الْعَوْدُ لَزِمَتْهُ الْكَفَّارَةُ وَحَرُمَ وَطْؤُهَا حَتّٰى يُكَفِّرَ وَالْعَوْدُ هُوَ أَنْ يُمْسِكَهَا بَعْدَ الظِّهَارِ زَمَنًا يُمْكِنُهُ أَنْ يَقُوْلَ لَهَا فِيْهِ أَنْتِ طَالِقٌ فَلَمْ يَقُلْ فَإِنْ عَقَّبَ الظِّهَارَ بِالطَّلَاقِ عَلَى الْفَوْرِ طُلِّقَتْ وَلَا كَفَّارَةَ وَالْكَفَّارَةُ عِتْقُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ سَلِيْمَةٍ مِنَ الْعُيُوْبِ الَّتِيْ تَضُرُّ بِالْعَمَلِ وَالْكَسْبِ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا كُلُّ مِسْكِيْنٍ مُدًّا مِنْ قُوْتِ الْبَلَدِ حَبًّا بِالنِّيَّةِ)

(فصل)

ظہار کے بیان میں

ظہار کی تعریف

ظہار ظہر سے ماخوذ ہے اس لئے کہ اس کی اصلی صورت یہ ہے کہ اپنی بیوی سے کہا جاتا تھا: تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ یہ لغوی تعریف ہے، شرعی تعریف خود مصنف نے بیان کی ہے۔

ایلاء کی طرح یہ بھی زمانۂ جاہلیت میں طلاق کے حکم میں تھا پھر شرع نے اس کے حکم کو تبدیل کر دیا۔

ظہار کے ارکان

(۱) مظاہر [ظہار کرنے والا مراد شوہر] (۲) مظاہر منہا [جس کے ساتھ ظہار کیا جائے مراد بیوی] (۳) مشبہ بہ [جس کے ساتھ تشبیہ دی جائے مراد ماں یا دوسرے محارم] (۴) صیغہ [یعنی وہ الفاظ جن سے ظہار کیا جاتا ہے]

(ظہار) شرعاً (کہتے ہیں یہ کہ شوہر اپنی زوجہ کو اپنی ماں کی پشت سے تشبیہ دے) یہ ظہار کا صریح لفظ ہے (كفاية ص٥٤٧) (یا) شوہر اپنی (ماں کے علاوہ اپنے محارم) میں سے کسی محرم کی پشت (سے) تشبیہ دے جیسے کہے تو میرے لئے میری بہن کی پشت کی طرح ہے، یہ کنایہ ہے اگر ظہار کی نیت ہو تو ظہار ہو گا ورنہ نہیں اور اگر مطلق رکھا یعنی کچھ نیت نہیں کی تو ظہار نہیں ہو گا اصح قول کے مطابق (كفاية ص٥٤٨)

(یا محرمہ عورت کے اعضاء میں سے کسی عضو سے) تشبیہ دے (لہٰذا کہے تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے) یہ زوجہ کو ماں کی پشت سے تشبیہ دینے کی مثال ہے (یا) شوہر زوجہ سے کہے تو میرے لئے میری (ماں کی شرمگاہ کے مانند ہے یا) شوہر زوجہ سے کہے تو میرے لئے میری (ماں کے ہاتھ کے مانند ہے) یہ مذکورہ دونوں مثالیں زوجہ کو محرمہ عورت کے عضو سے تشبیہ دینے کی ہیں، زوجہ کو ماں کے کسی عضو سے تشبیہ دے تو اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ: ایسے عضو سے تشبیہ دی ہو جو عضو مقام اکرام و تعظیم میں بیان نہ کیا جاتا ہو جیسے شرمگاہ، سینہ، ہاتھ، پاؤں اور بال تو اس میں دو قول ہیں اظہر قول کے مطابق ظہار ہو گا اور اگر ایسے عضو سے تشبیہ دی ہو جو عضو مقام اکرام و تعظیم میں بیان کیا جاتا ہو جیسے کہے تو مجھ پر میری ماں کی آنکھ کے مانند ہے تو اگر اس سے ارادہ اکرام و تعظیم کا ہو تو ظہار نہ ہو گا، ظہار کا ارادہ ہو تو اظہر قول کے مطابق ظہار ہو گا اور اگر مطلق رکھا ہو تو دو وجہ ہیں جن میں اصح وجہ کے مطابق ظہار نہ ہو گا (كفاية ص٥٤٨) **وإن شبهها ببعض أجزاء الأم نظر إن كان ذلك العضو مما لا يذكر في معرض الاكرام والاعزاز كالبطن والفرج والصدر واليد**

والرجل والشعر فقولان: الأظهر أنه ظهار لأنه تشبيه بعضو محرم فأشبه الظهر وان كان مما يذكر في معرض الاعزاز والاكرام كقوله: أنت علي كعين أمي فان أراد الكرامة فليس بظهار وان أراد الظهار فظهار على الأظهر وان أطلق فوجهان: الأصح أنه لايكون ظهارا (كفاية ص۵۴۸)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا (سورۂ مجادلة ۳ ۴) اور جو لوگ اپنی بی بیوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں (میاں بی بی) باہم اختلاط کریں اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے پھر جس کو (غلام لونڈی) میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ پیاپے (یعنی لگاتار) دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو (اناج دینا ہے) (ترجمۂ قرآن)

ظہار حرام ہے اور گناہ کبیرہ میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَإِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا (سورۂ مجادلة ۲) اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور [چونکہ] جھوٹ بات کہتے ہیں [اس لئے گناہ ضرور ہوگا] جس کی طلاق صحیح ہوتی ہو اس کا ظہار صحیح ہوگا۔

(پھر جب شوہر وہ) یعنی مذکورہ الفاظ ظہار میں سے کوئی لفظ ظہار (کہے اور عود پایا جائے تو شوہر پر کفارہ لازم ہوگا اور زوجہ سے صحبت حرام ہوگی یہاں تک کہ کفارہ ادا کرے) آگے مصنف عود کی تعریف بیان فرمارہے ہیں:

(عود کہتے ہیں یہ کہ ظہار کے بعد شوہر زوجہ کو اتنا وقت روکے رکھے جتنے وقت میں شوہر کے لئے ممکن ہو کہ زوجہ کو: أنت طالق) یعنی تجھے طلاق (کہے لیکن اس نے) أنت طالق کہنے کی مقدار روکے رکھا اور أنت طالق (نہیں کہا) تو ایسی صورت میں مظاہر عائد یعنی لوٹنے والا

شمار ہو گا لہٰذا اس پر کفارہ واجب ہو گا (اگر ظہار کے بعد فوراً طلاق دے تو طلاق ہو گی اور) ظہار کا (کفارہ) لازم (نہ ہو گا) ظہار میں عود کے بعد واجب ہونے والا (کفارہ) اس (مومن غلام) یا باندی (کو آزاد کرنا ہے جو ان عیوب سے صحیح سالم ہوں جو عیوب کام کاج اور کمائی میں مضر ہوں) مطلب یہ ہیکہ جو عیوب کام کاج اور کمائی میں مضر ہوں ان عیوب سے مومن غلام یا باندی کا صحیح سالم رہنا شرط ہے، کفارہ ماخوذ ہے کفر سے اور اس کا معنی ہے چھپانا اس لئے کہ کفارہ گناہ کو چھپاتا ہے [یعنی معاف کراتا ہے]

(اگر مکفر) یعنی کفارہ دینے والا غلام یا باندی کو (نہ پائے تو مسلسل دو مہینے روزے رکھے اگر) بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے روزے رکھنے کی (استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو) کفارۂ ظہار کی (نیت سے اناج دے) اب آگے مصنف کونسا اور کتنا اناج دینا ہے اس کو بیان فرمارہے ہیں:

(ہر مسکین کو ایک مد شہر کے زیادہ رائج اناج میں سے دے) مصنف کی عبارت میں لفظ **إطعام** سے مراد: تملیک ہے یعنی مالک بنانے کے طور پر دینا ہے۔

ظہار کو مؤقت کرے یعنی وقت کے ساتھ خاص کرے تو صحیح ہے جیسے کہے: تو میرے لئے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے ایک دن۔ اور ظہار کو معلق کرنا بھی صحیح ہے(اقناع ج۲ص ۱۱٤-۱۱۷) جیسے کہے: اگر تو نے فلاں کام کیا تو تو میرے لئے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے پھر اگر بیوی وہ کام کرے یعنی معلق علیہ چیز پائی جائے تو ظہار ہو گا۔

و اللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْعِدَّةِ)

(مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ قَبْلَ الدُّخُوْلِ فَلاَعِدَّةَ عَلَيْهَا وَاِنْ طَلَّقَ بَعْدَهُ لَزِمَتْهَا الْعِدَّةُ سَوَاء كَانَ الزَّوْجَانِ صَغِيْرَيْنِ أَوْ بَالِغَيْنِ أَوْ أَحَدُهُمَا بَالِغًا وَالْآخَرُ صَغِيْرًا وَالْمُرَادُ بِالدُّخُوْلِ الْوَطْئُ فَلَوْ خَلاَ بِهَا وَلَمْ يَطَأْهَا ثُمَّ طَلَّقَ فَلاَعِدَّةَ وَاِذَا وَجَبَتِ الْعِدَّةُ فَاِنْ كَانَتْ حَامِلاً اِنْقَضَتْ بِوَضْعِهِ بِشَرْطَيْنِ: أَحَدُهُمَا أَنْ يَنْفَصِلَ جَمِيْعُ الْحَمْلِ حَتّٰى لَوْ كَانَ وَلَدَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ اشْتُرِطَ انْفِصَالُ الْجَمِيْعِ سَوَاء اِنْفَصَلَ حَيًّا أَوْ مَيِّتًا كَامِلَ الْخِلْقَةِ أَوْ مُضْغَةً لَمْ تُتَصَوَّرْ وَشَهِدَ الْقَوَابِلُ أَنَّهَا مَبْدَأُ خَلْقِ آدَمِيٍّ وَمَتٰى كَانَ بَيْنَ الْوَلَدَيْنِ دُوْنَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ فَهُمَا تَوْأَمَانِ وَلاَحَدَّ لِعَدَدِ الْحَمْلِ فَيَجُوْزُ أَنْ تَضَعَ فِيْ حَمْلٍ وَاحِدٍ أَرْبَعَةَ أَوْلاَدٍ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ)

(اَلثَّانِيْ أَنْ يَكُوْنَ الْوَلَدُ مَنْسُوْبًا اِلَى مَنْ لَهُ الْعِدَّةُ فَلَوْ حَمَلَتْ مِنْ زِنًا أَوْ وَطْئِ شُبْهَةٍ لَمْ تَنْقَضِ عِدَّةُ الْمُطَلِّقِ بِهِ بَلْ فِيْ حَمْلِ وَطْئِ الشُّبْهَةِ تَسْتَقْبِلُ عِدَّةَ الْمُطَلِّقِ بَعْدَ الْوَضْعِ وَكَذَا فِيْ حَمْلِ الزِّنَا اِنْ لَمْ تَحِضْ عَلَى الْحَمْلِ فَاِنْ حَاضَتْ عَلَى الْحَمْلِ انْقَضَتْ بِثَلاَثَةِ أَطْهَارٍ مِنْهُ وَأَقَلُّ مُدَّةِ الْحَمْلِ سِتَّةُ أَشْهُرٍ وَأَكْثَرُهُ أَرْبَعُ سِنِيْنَ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ حَامِلًا فَاِنْ كَانَتْ مِمَّنْ تَحِيْضُ اعْتَدَّتْ بِثَلاَثَةِ قُرُوْءٍ وَالْقَرْءُ هُوَ الطُّهْرُ وَيُحْسَبُ لَهَا بَعْضُ الطُّهْرِ طُهْرًا كَامِلًا فَاِنْ طَلَّقَهَا فَحَاضَتْ بَعْدَ لَحْظَةٍ انْقَضَتْ بِمُضِيِّ طُهْرَيْنِ آخَرَيْنِ وَالشُّرُوْعِ فِى الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ وَاِنْ طَلَّقَ فِى الْحَيْضِ فَلاَبُدَّ مِنْ ثَلاَثَةِ أَطْهَارٍ كَوَامِلَ فَاِذَا شَرَعَتْ فِى الْحَيْضَةِ الرَّابِعَةِ انْقَضَتْ وَلاَفَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَتَقَارَبَ حَيْضُهَا أَوْ يَتَبَاعَدَ، فَمِثَالُ التَّقَارُبِ أَنْ تَحِيْضَ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَتَطْهُرَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَاِذَا طُلِّقَتْ فِيْ آخِرِ الطُّهْرِ انْقَضَتْ عِدَّتُهَا بِاثْنَيْنِ وَثَلاَثِيْنَ يَوْمًا وَلَحْظَتَيْنِ أَوْ فِيْ آخِرِ حَيْضٍ فَسَبْعَةٍ وَأَرْبَعِيْنَ يَوْمًا وَلَحْظَتَيْنِ وَهُوَ أَقَلُّ الْمُمْكِنِ فِى الْحُرَّةِ، وَمِثَالُ التَّبَاعُدِ أَنْ تَحِيْضَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَتَطْهُرَ سَنَةً مَثَلاً أَوْ أَكْثَرَ فَلاَبُدَّ مِنَ الْأَطْهَارِ الثَّلاَثَةِ وَلَوْ قَامَتْ سِنِيْنَ وَاِنْ كَانَتْ مِمَّنْ لاَتَحِيْضُ لِصِغَرٍ أَوْ اِيَاسٍ اعْتَدَّتْ بِثَلاَثَةِ أَشْهُرٍ وَاِنْ كَانَتْ مِمَّنْ تَحِيْضُ فَانْقَطَعَ دَمُهَا لِعَارِضٍ كَرَضَاعٍ وَنَحْوِهٖ أَوْ بِلاَعَارِضٍ ظَاهِرٍ صَبَرَتْ اِلَى سِنِّ الْيَأْسِ مِنَ الْحَيْضِ ثُمَّ تَعْتَدُّ بِثَلاَثَةِ أَشْهُرٍ هٰذَا كُلُّهُ فِيْ عِدَّةِ الطَّلاَقِ)

(فَإِنْ تَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا وَلَوْ فِيْ خِلَالِ عِدَّةِ الرَّجْعِيَّةِ فَإِنْ كَانَتْ حَامِلًا اعْتَدَّتْ بِالْوَضْعِ كَمَا تَقَدَّمَ وَإِلَّا فَبِأَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشَرَةِ أَيَّامٍ سَوَاء كَانَتْ مِمَّنْ تَحِيْضُ أَمْ لَا هٰذَا كُلُّهُ فِي الْحُرَّةِ أَمَّا إِذَا كَانَتْ زَوْجَتُهُ أَمَةً وَلَوْ مُبَعَّضَةً فَالْحَامِلُ بِالْوَضْعِ وَغَيْرُهَا مِمَّنْ تَحِيْضُ بِطُهْرَيْنِ وَمَنْ لَا تَحِيْضُ بِشَهْرٍ وَنِصْفٍ وَفِي الْوَفَاةِ بِشَهْرَيْنِ وَخَمْسَةِ أَيَّامٍ وَمَنْ وُطِئَتْ بِشُبْهَةٍ تَعْتَدُّ مِنَ الْوَاطِئِ كَالْمُطَلَّقَةِ وَيَلْزَمُ الْمُعْتَدَّةَ مُلَازَمَةُ الْمَنْزِلِ فَأَمَّا الرَّجْعِيَّةُ فَفِيْ حُكْمِ الزَّوْجِ لَا تَخْرُجُ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَيَجُوْزُ لِلْبَائِنِ وَلِلْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا أَنْ تَخْرُجَ بِالنَّهَارِ لِقَضَاءِ حَاجَتِهَا وَأَدَاءِ الْحُقُوْقِ وَتَجِبُ الْعِدَّةُ فِي الْمَسْكَنِ الَّذِيْ طَلَّقَهَا فِيْهِ وَلَا يَجُوْزُ نَقْلُهَا مِنْهُ إِلَّا لِضَرُوْرَةٍ إِمَّا لِخَوْفٍ أَوْ لِمَنْعِ مَالِكِهِ أَوْ كَثْرَةِ تَأَذِّيْهَا بِجِيْرَانِهَا أَوْ أَقَارِبِ زَوْجِهَا أَوْ تَأَذِّيْهِمْ بِهَا فَتَنْتَقِلُ إِلَى أَقْرَبِ مَسْكَنٍ إِلَيْهِ وَيَحْرُمُ عَلَى الْمُطَلِّقِ الْخَلْوَةُ بِهَا فِي الْعِدَّةِ وَمُسَاكَنَتُهَا إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ كُلٌ مِنْهُمَا فِيْ بَيْتٍ بِمَرَافِقِهِ وَيَجِبُ الْإِحْدَادُ فِيْ عِدَّةِ الْوَفَاةِ وَيُنْدَبُ فِي الْبَائِنِ وَيَحْرُمُ عَلَى مَيِّتٍ غَيْرِ الزَّوْجِ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَهُوَ أَنْ تَتْرُكَ الزِّيْنَةَ وَلَا تَلْبَسَ الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبَ وَلَا تَكْتَحِلَ بِإِثْمِدٍ وَنَحْوِهِ فَإِنِ احْتَاجَتْ إِلَى الْكُحْلِ فَبِاللَّيْلِ وَتُزِيْلُهُ بِالنَّهَارِ وَلَا تَلْبَسُ الصَّافِيَ مِنْ أَزْرَقَ وَأَخْضَرَ وَأَحْمَرَ وَأَصْفَرَ وَلَا تُرَجِّلُ الشَّعْرَ وَلَا تَسْتَعْمِلُ طِيْبًا فِيْ بَدَنٍ وَثَوْبٍ وَمَأْكُوْلٍ وَلَهَا لُبْسُ الْإِبْرَيْسَمِ وَغَسْلُ الرَّأْسِ لِلتَّنْظِيْفِ وَتَقْلِيْمُ الْأَظْفَارِ وَإِذَا رَاجَعَ الْمُعْتَدَّةَ ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ تَسْتَأْنِفُ عِدَّةً جَدِيْدَةً وَإِنْ تَزَوَّجَ مَنْ خَالَعَهَا فِيْ عِدَّتِهِ ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بَنَتْ عَلَى الْعِدَّةِ الْأُوْلَى وَمَتَى ادَّعَتِ الْمَرْأَةُ انْقِضَاءَ الْعِدَّةِ فِيْ زَمَنٍ يُمْكِنُ انْقِضَاؤُهَا فِيْهِ قُبِلَ قَوْلُهَا وَإِذَا بَلَغَهَا خَبَرُ مَوْتِهِ بَعْدَ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشَرَةِ أَيَّامٍ فَقَدِ انْقَضَتِ الْعِدَّةُ)

(عدت کا بیان)

عدت کی تعریف

لغت میں: عدت ماخوذ ہے عدد[گنتی] سے اس لئے کہ عدت قرء اور ماہ کے عدد پر مشتمل ہے(تحقیق على عمدة ص٢٠٤)

شرعاً : عدت اس معین مدت کا نام ہے جو عورت گزارتی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے تعبداً یا شوہر پر رنج و غم کے طور پر یا براءت رحم[یعنی حمل قرار پایا ہے یا نہیں اس کی واقفیت] کے لئے(تحقیق على عمدة ص٢٠٤)

آیت: حائضہ کی عدت سے متعلق: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ(سورۂ بقرہ ٢٢٨)

آیت: غیر حائضہ کی عدت سے متعلق: یا تو حیض کا آنا شروع نہ ہوا ہو یا حیض سے ناامید ہو چکی ہو عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے۔ وَالّٰئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ أَشْهُرٍ وَّالّٰئِيْ لَمْ يَحِضْنَ(سورۂ طلاق ٤) اور تمہاری (مطلقہ) بیبیوں میں جو عورتیں (بوجہ زیادہ عمر کے) حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تم کو (ان کی عدت کی تعیین میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں کو (اب تک بوجہ کم عمری کے) حیض نہیں آیا(ترجمۂ قرآن)

آیت: حاملہ کی عدت سے متعلق: وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ(سورۂ طلاق ٤) اور حاملہ عورتوں کی عدت اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے(أیضاً)

آیت: وفات کی عدت سے متعلق: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا(سورۂ بقرہ ٢٣٤) اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے آپ کو (نکاح وغیرہ سے) روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن (أیضاً)

حکمت عدت

اختلاط نسب سے حفاظت کے لئے عدت مشروع کی گئی۔

(جو شخص دخول سے پہلے اپنی زوجہ کو طلاق دے تو مطلقہ پر عدت نہیں ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا(سورۂ أحزاب) اے ایمان والو تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو (اور) پھر تم ان کو قبل ہاتھ لگانے کے (کسی اتفاق سے) طلاق دیدو تو تمہاری ان پر کوئی عدت (واجب) نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو(ترجمۂ قرآن)

(اور اگر دخول کے بعد طلاق دے تو مطلقہ پر عدت لازم ہے چاہے میاں بیوی دونوں چھوٹے ہوں) اگر چہ مراہق ہوں (یا بالغ) ہوں (یا دونوں میں سے ایک بالغ ہو اور دوسرا چھوٹا) ہو اس لئے کہ وطی رحم کے لئے شاغل ہے (اور دخول سے مراد وطی ہے، اگر کسی نے زوجہ کے ساتھ خلوت کی اور اس سے وطی نہیں کی پھر طلاق دی تو) اس پر (عدت نہیں ہے) جدید قول کے مطابق [اس لئے کہ مشروطہ وطی نہیں پائی گئی] (اور جب) کسی عورت پر (عدت واجب ہو تو) اس میں تفصیل ہے: (اگر وہ عورت حاملہ ہو تو وضع حمل سے عدت پوری ہو گی دو شرطوں کے ساتھ ان دو میں سے ایک) شرط (یہ ہے کہ حمل مکمل جدا ہو جائے یہاں تک کہ اگر حمل دو ہوں یا) دو سے (زیادہ) تب بھی حمل کا (مکمل جدا ہونا شرط قرار دیا گیا ہے چاہے) حمل (زندہ جدا ہو یا مردہ) چاہے حمل (کامل الخلقہ) جدا ہو، کامل الخلقہ: یعنی جس کی خلقت مکمل ہو چکی ہو (یا گوشت کا ٹکڑا جس کی صورت ظاہر نہ ہو لیکن دایا گواہی دے کہ یہ گوشت کا ٹکڑا انسانی تخلیق کا مبدأ ہے) یعنی انسانی تخلیق کا ابتدائی جزء ہے اگر مزید رکتا تو صورت ظاہر ہوتی تو اس صورت میں اور مذکورہ بالا تمام صورتوں میں بھی حمل جدا ہونے سے عدت پوری ہو گی۔

(اور جب) پیدا شدہ (دو بچوں کے درمیان) فاصلہ (چھ ماہ سے کم ہو تو) وہ پیدا شدہ (دو بچے جڑواں) کے حکم میں (ہوں گے) مطلب یہ ہیکہ ایک حمل شمار ہو گا لہٰذا دونوں بچوں کا وضع حمل ہونے سے عدت پوری ہو گی، اور اگر دو بچوں کے درمیان فاصلہ چھ ماہ یا چھ ماہ سے زیادہ کا ہو تو ہر ایک بچہ کا مستقل الگ الگ حمل شمار ہو گا لہٰذا ایک بچہ کے وضع حمل سے عدت پوری ہو گی اس لئے کہ چھ ماہ کی مدت حمل کی مدت ہے۔

(اور حمل کے عدد کی کوئی حد نہیں ہے لہٰذا ممکن ہیکہ ایک حمل میں چار بچے یا چار سے زیادہ پیدا ہوں) حاملہ کی وضع حمل سے عدت پوری ہونے کی دو شرطوں میں سے (دوسری)

شرط (یہ ہیکہ) بچہ کا (حمل اس شخص کی طرف منسوب ہو جس کی وہ عدت گزار رہی ہے) مطلب یہ ہیکہ حمل شوہر کا ہو تو طلاق دینے والے اس شوہر کی عدت وضع حمل سے پوری ہو گی (اگر عورت کو حمل زنا سے ہو یا وطی شبہہ) سے ہو (تو مطلق کی عدت وضع حمل سے ختم نہ ہو گی بلکہ وطئ شبہہ کے حمل میں مطلق کی تکمیل عدت کو شروع کرے گی وضع حمل کے بعد اسی طرح) عدت طلاق کو شروع کرے گی وضع حمل کے بعد (حملِ زنا میں اگر زمانۂ حمل میں حیض نہ آوے اگر حمل کے ساتھ حیض آوے تو تین طہر سے عدت ختم ہو جائے گی)

اب آگے مصنف حمل کی مدت بیان فرمارہے ہیں:

(حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینے ہیں اور اس کی زیادہ سے زیادہ) مدت (چار سال) ہیں اور غالب مدت نو ماہ ہیں (قناع ج ۱ ص ۸۵) (اور اگر حاملہ نہ ہو) اور طلاق دی گئی ہو (تو) اس میں تفصیل ہے: (اگر مطلقہ حیض والی عورتوں میں سے ہو) یعنی مطلقہ کو حیض آتا ہو (تو وہ مطلقہ تین قروء عدت گزارے گی) قروء: قرء کی جمع ہے (اور قرء پاکی کو کہتے ہیں) بعض نسخہ میں: "القروء الأطهار" ہے دونوں کا معنی ایک ہی ہے (اور معتدہ) یعنی پاکی کے اعتبار سے عدت گزارنے والی (عورت کے لئے بعض طہر مکمل طہر شمار ہو گا) آگے خود مصنف اس کی مثال بیان فرمارہے ہیں:

(لہٰذا اگر شوہر) طہر کے دوران (زوجہ کو طلاق دے پھر ایک لحظہ) یعنی ایک منٹ یا سیکنڈ (کے بعد زوجہ حائضہ ہو جائے تو دوسرے دو طہر کے گزرنے) سے (اور تیسرا حیض شروع ہونے سے) مطلقہ کی (عدت پوری ہو گی اور اگر شوہر حیض) کی حالت (میں طلاق دے تو ضروری ہے) مطلقہ کے لئے حیض سے فراغت کے بعد (مکمل تین طہر) گزارنا (پھر جب چوتھا حیض شروع ہو تو) مطلقہ کی (عدت پوری ہو گی اور) وہ معتدہ جو قروء سے عدت

گزار رہی ہے اس کے بارے میں (کوئی فرق نہیں ہے اس بات کے درمیان کہ معتدہ کا حیض متقارب ہو یا متباعد) آگے مصنفؒ تقارب کی مثال بیان فرمارہے ہیں:

(تقارب کی مثال یہ ہے کہ: حیض) ایک (دن اور) ایک (رات آئے) اور بند ہو جائے (اور پاکی پندرہ دن رہے) دنوں میں راتیں بھی شامل ہیں، مطلب یہ ہیکہ جس عورت کو عادت کے طور پر حیض ایک دن اور ایک رات آتا ہو، یہ حیض کی کم سے کم مقدار ہے اور پاکی پندرہ دن باقی رہتی ہو یہ پاکی کی کم سے کم مقدار ہے اور (پھر) اس عورت کو (اس صورت میں جب طہر کے آخر میں طلاق دی گئی ہو تو) اس (مطلقہ کی عدت بتیس دن اور دو لحظہ سے پوری ہو گی) بتیس دن اور دو لحظہ کس طرح ہوئے ملاحظہ فرمائیں:

جس طہر کے آخر میں طلاق دی گئی اس طہر کا ایک لحظہ تو یقینی پایا گیا لہٰذا یہ ایک لحظہ شمار ہوا پھر آنے والے حیض کی مدت ایک دن ہے لہٰذا یہ ایک دن شمار ہوا پھر پاکی کی مدت پندرہ دن ہے لہٰذا یہ پندرہ دن شمار ہوئے پھر آنے والے حیض کی مدت ایک دن ہے لہٰذا یہ ایک دن شمار ہوا پھر پاکی کی مدت پندرہ دن ہے لہٰذا یہ پندرہ دن شمار ہوئے اور پھر شروع ہونے والے حیض کا ایک لحظہ لہٰذا یہ بھی ایک لحظہ شمار ہوا اس طرح مکمل بتیس دن اور دو لحظہ ہو گئے۔ (یا) مذکورہ معتدہ کو (حیض کے آخر میں) طلاق دی گئی ہو (تو سینتالیس دن اور دو لحظہ) سے عدت پوری ہو گی، سینتالیس دن اور دو لحظہ کس طرح ہوئے ملاحظہ فرمائیں:

جس حیض کے آخر میں طلاق دی گئی اس حیض کا ایک لحظہ تو یقینی پایا گیا لہٰذا یہ ایک لحظہ شمار ہوا پھر پاکی کی مدت پندرہ دن ہے لہٰذا یہ پندرہ دن شمار ہوئے پھر آنے والے حیض کی مدت ایک دن ہے لہٰذا یہ ایک دن شمار ہوا پھر پاکی کی مدت پندرہ دن ہے لہٰذا یہ پندرہ دن شمار ہوئے پھر آنے والے حیض کی مدت ایک دن ہے لہٰذا یہ ایک دن شمار ہوا پھر پاکی کی مدت پندرہ دن ہے لہٰذا یہ پندرہ دن شمار ہوئے اور پھر چوتھا شروع ہونے والے حیض کا ایک لحظہ

لہٰذا یہ بھی ایک لحظہ شمار ہوا اس طرح مکمل سینتالیس دن اور دو لحظہ ہو گئے (اور) یہ مذکورہ (آزاد عورت کے لئے ممکن عدت میں کم سے کم مقدار ہے)

اب آگے مصنف تباعد کی مثال بیان فرمارہے ہیں:

(اور تباعد کی مثال یہ ہے کہ پندرہ دن حیض آئے) دنوں میں راتیں بھی شامل ہیں (اور پاکی مثلاً ایک سال یا) ایک سال سے (زیادہ باقی رہے تو) اس مطلقہ کے لئے (تین طہر) عدت گزارنا (ضروری ہے اگرچہ مطلقہ کو) عدت ختم ہونے کے انتظار میں (کئیں سال ٹھہرنا پڑے اور اگر مطلقہ چھوٹی) ہونے کی بنا پر (یا آیسہ ہونے کی بنا پر حیض نہ آنے والی عورتوں میں سے ہو تو تین مہینے عدت گزارے گی، اور اگر مطلقہ حیض آنے والی عورتوں میں سے ہو لیکن اس کا حیض کسی وجہ سے بند ہو جائے جیسے دودھ پلانا) اس وجہ سے بند ہو جائے (اور اس کے مانند) کسی اور وجہ سے بند ہو جائے جیسے نفاس یا بیماری [وغیرہ] کی وجہ سے (یا کسی ظاہری عارض و مانع کے بغیر) اس کا حیض بند ہو جائے (تو مطلقہ حیض سے ناامید ہونے کے وقت تک صبر کرے) واجب ہے مطلب یہ ہیکہ حائضہ ہونے کے باوجود حیض بند ہو جائے تو ایسی صورت میں مطلقہ آیسہ کی عمر ہونے تک صبر کرے (پھر) صبر کے بعد حیض نہ آئے تو اب مطلقہ (تین مہینے سے عدت گزارے) صبر کے دوران اگر حیض آجائے تو اب مطلقہ پر حائضہ کا حکم لاگو ہو گا لہٰذا تین طہر کے اعتبار سے عدت گزارے گی اور صبر کی مدت کے دوران اگر طلاق رجعی ہو تو احکام رجعیہ باقی رہیں گے لہٰذا شوہر کے لئے اس مدت میں رجعت جائز ہو گی اور اس پر زوجہ کا نفقہ وغیرہ واجب ہو گا۔

(مذکورہ بالا تمام احکام طلاق کی عدت کے بارے میں ہیں)

(اگر کسی عورت کا شوہر اس سے وفات پائے اگرچہ عدت رجعیہ کے دوران) مطلب یہ ہیکہ شوہر کے طلاق رجعی دینے کی بنا پر زوجہ رجعی عدت میں ہو اور شوہر وفات پائے (تو) اس میں

تفصیل ہے: (اگر مطلقہ زوجہ حاملہ ہو تو وضع حمل تک عدت گزارے گی جیسا کہ گزر گیا) مطلب یہ ہیکہ وضع حمل تک عدت کا گزارنا دو شرطوں کے ساتھ ہے اور وہ دو شرطیں ماقبل میں مذکور ہیں (ورنہ) یعنی اگر متوفی عنھا زوجھا یعنی جس کا شوہر وفات پاگیا وہ حاملہ نہ ہو تو (چار مہینے اور دس دن) راتوں کے ساتھ عدت گزارے گی (چاہے متوفی عنھا زوجھا حیض آنے والی) عورتوں میں سے ہو (یا) حیض (نہ آنے والی عورتوں میں سے ہو) یا چاہے دخول سے پہلے شوہر وفات پاگیا ہو مطلب یہ ہیکہ بہر صورت متوفی عنھا زوجھا کو چار مہینے اور دس دن عدت گزارنا ضروری ہے چونکہ آیت مطلق ہے جو اس باب کے شروع میں مذکور ہے (مذکورہ بالا تمام احکام آزاد عورت کے بارے میں ہیں) چاہے شوہر آزاد ہو یا غلام۔

عورت کو چار مہینے اور دس دن سوگ منانے کی وجہ

واضح ہو کہ خاوند کا سوگ تابع عدت کے ہے اور یہ سوگ عدت کے مقتضاؤں اور اس کے مکملات میں سے ہے کیونکہ عورت کو اپنے خاوند کی زندگی میں اپنی زینت و تجمل و تعطر کی ضرورت پڑتی ہے کہ اپنے خاوند کی محبوب و مرغوب رہے اور ان دونوں میں حسن معاشرت ہو پس جب خاوند مرجائے تو وہ اس کی عدت میں رہے اور دوسرے شوہر کے پاس نہیں پہنچے پس پہلے خاوند کے حقوق کا اتمام اور دوسرے شوہر کو میعاد عدت کامل ہونے سے پہلے نکاح سے روکنا یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ عورت کو ان امور سے منع کیا جاوے جو عورتیں اپنے خاوندوں کے لئے کیا کرتی ہیں نیز اس میں اس بات کا مسدود کرنا ہے [یعنی راستہ بند کرنا ہے] (حاشیۂ ھذا) کہ عورت کو مردوں کی طمع ہو اور اس کی زینت و خضاب و عطر کے ملاحظہ سے اس کی طرف مردوں کی چشم طمع دراز ہو پس جب عدت ختم ہو جائے تو وہ ان امور کی محتاج ہوئی جو محرک و مرغب فی النکاح ہیں [یعنی نکاح میں رغبت دلانے والے ہیں] (أیضاً) پس اس عورت کو وہ امور مباح ہوئے جو خاوند والی عورت کے لئے مباح

ہوا کرتے ہیں پس یہ ممانعت اور اباحت نہایت حسن و مناسبت پر واقع ہوئی ہے تمام عالم کی عقلیں بھی اس سے بہتر تجویز نہیں کر سکتیں (أحکام سلام)

(بہر حال جب کسی کی زوجہ باندی ہو اگرچہ مبعضہ تو) اس میں تفصیل ہے: (وہ حاملہ ہو تو وضع حمل سے) اس کی عدت پوری ہو گی (اور حاملہ کے علاوہ) یعنی حاملہ نہ ہو لیکن (حیض آنے والی عورتوں میں سے ہو تو دو طہر سے) اس کی عدت پوری ہو گی (اور جس کو حیض نہ آتا ہو) یعنی (وہ) حیض نہ آنے والی عورتوں میں سے ہو تو (ایک ماہ اور نصف) ماہ (سے) یعنی ڈیڑھ مہینے سے عدت پوری ہو گی (اور) شوہر کے (وفات) پانے کی صورت (میں دو مہینے اور پانچ دن سے) اس کی عدت پوری ہو گی (اور جو شخص شبہہ کی وجہ سے وطی کرے تو موطوء ہ) شبہہ سے (وطی کرنے والے کی عدت گزارے گی مطلقہ کی طرح) مطلب یہ ہیکہ مطلقہ کی عدت کی طرح موطوءۃ بالشبھۃ کی عدت ہو گی، اس لئے کہ وطئ شبہہ نکاح صحیح کے مانند ہے نسب وغیرہ میں لہٰذا مطلقہ کی عدت کی طرح اس کی عدت کا اعتبار کیا گیا ہے،

(اور معتدہ پر لازم ہے گھر میں رہنا) معتدہ چاہے طلاق بائن یا رجعی کی وجہ سے ہوئی ہو یا لعان یا وفات کی یا وطئ بالشبہہ یا نکاح فاسد کی وجہ سے ہوئی ہو کوئی فرق نہیں ہے یعنی گھر میں رہنا لازم ہے، نہ شوہر کے لئے جائز ہے اور نہ شوہر کے گھر والوں کے لئے جائز ہے معتدہ کو گھر سے باہر نکالنا اور نہ معتدہ کے لئے جائز ہے باہر نکلنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ** (سورۂ طلاق) ان عورتوں کو ان کے (رہنے کے) گھروں سے مت نکالو (کیونکہ سکنی مطلقہ کا مثل منکوحہ کے واجب ہے) اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں (ترجمۂ قرآن)

(بہر حال رجعیہ) یعنی طلاق رجعی کی عدت گزارنے والی زوجہ (شوہر کے حکم میں ہے لہٰذا) رجعیہ اپنے گھر سے (نہ نکلے مگر شوہر کی اجازت سے، بائنہ) یعنی وہ عورت جس کو طلاق بائن

پڑ گئی ہو اس کے لئے (اور متوفی عنھا زوجھا کے لئے جائز ہے کہ اپنی حاجت پوری کرنے) کے لئے (اور حقوق ادا کرنے کے لئے دن میں) عدت کے دوران گھر سے باہر (نکلے اور عدت اس گھر میں) گزارنا (واجب ہے جس گھر میں) رہتے ہوئے (طلاق ہوئی) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: أَسۡكِنُوهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنتُم مِّن وُجۡدِكُمۡ (سورۂ طلاق ٦)

ان صورتوں میں طلاق بائن ہو گی

(۱) غیر مدخولہ کو طلاق دے یعنی جس سے صحبت نہ کی ہو (۲) عورت مال دے کر خلع لے (۳) طلاق دینے کے بعد عدت گزر جائے (۴) نکاح فسخ ہو جائے (۵) تین طلاق دے۔

طلاق بائن: اگر عورت کو اپنی زوجیت میں رکھنا ہو تو دوبارہ نکاح کرنا لازم ہو گا۔

(اور جائز نہیں ہے معتدہ کو جس گھر میں طلاق ہوئی اس گھر سے) کسی دوسرے گھر میں (منتقل کرنا) مطلب یہ ہیکہ منتقل کرنا نہ شوہر کے لئے جائز ہے نہ اس کے گھر والوں کے لئے جائز ہے اور نہ معتدہ کے گھر والوں کے لئے جائز ہے اور نہ خود معتدہ کے لئے جائز ہے منتقل ہونا (مگر ضرورت کی بنا پر) جائز ہے معتدہ کو منتقل کرنا یا خود معتدہ کا منتقل ہونا،

اب آگے مصنف ضرورت سے متعلق کچھ چیزیں بیان فرمارہے ہیں:

(یا تو) جان ومال کا (خوف ہونے کی بنا پر) یا بے عزتی کا خوف ہونے کی بنا پر منتقل کرانا یا اس کا منتقل ہونا جائز ہے (یا مالک مکان کے منع کرنے کی بنا پر) مطلب یہ ہیکہ کرایہ کا گھر ہونے کی صورت میں اس کی مدت ختم ہو چکی ہو اور مالک دوبارہ دینے پر راضی نہ ہو تو منتقل کرانا یا اس کا منتقل ہونا جائز ہے (یا معتدہ کے پڑوسیوں) سے (یا معتدہ کے شوہر کے رشتہ داروں سے) یعنی سسرال والوں سے (معتدہ کو زیادہ تکلیف پہنچتی ہو یا معتدہ سے ان کو) زیادہ (تکلیف پہنچتی ہو تو) مذکورہ تمام صورتوں میں (جس گھر میں) رہتے ہوئے (طلاق ہوئی اس گھر سے زیادہ قریب گھر کی طرف معتدہ کا منتقل ہونا) یا اس کو منتقل کرانا (جائز ہے اور عدت

میں معتدہ کے ساتھ خلوت کرنا) یعنی تنہائی میں ملنا (مطلّق پر حرام ہے) جیسا کہ اجنبیہ کے ساتھ خلوت کرنا حرام ہے (اور) مطلق پر (معتدہ کے) اس (گھر میں رہنا) بھی حرام ہے جس گھر میں معتدہ عدت گزارر ہی ہے (مگر یہ کہ دونوں میں سے ہر ایک گھر کے الگ الگ کمرہ میں ہو) مطلب یہ ہیکہ ایک ہی گھر کے الگ الگ کمرہ میں رہے تو جائز ہے بشر طیکہ دونوں کے کمروں کے درمیان دیوار حائل ہو یعنی پاٹیشن ہو اور ہر ایک کا مطبخ یعنی کیچن اور نل ہر ایک کے کمرہ میں ہو اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ ہر ایک کے آمدورفت کاراستہ الگ الگ ہو، (اور وفات کی عدت میں احداد واجب ہے) احداد کی تشریح مصنف نے بیان کی ہے عنقریب آئے گی (اور بائنہ) کی عدت (میں) احداد (مستحب ہے اور شوہر کے علاوہ میت پر) یعنی شوہر کے علاوہ انتقال ہونے والا شخص عورت کا رشتہ دار ہو یا نہ ہو اس پر (تین دن سے زیادہ) احداد عورت کے لئے (حرام ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے حلال نہیں یہ کہ [شوہر کے علاوہ] کسی میت پر تین روز سے زیادہ احداد کرے [یعنی سوگ منائے] مگر شوہر پر چار ماہ اور دس روز [احداد کرے] (ترمذی شریف ج۱ ص۲۲۷) شوہر کے علاوہ کسی میت پر تین دن یا کم دن احداد ہو تو جائز ہے (اور احداد یہ ہے کہ معتدہ زینت کو چھوڑ دے) مطلب یہ ہیکہ زینت کے لئے رنگین کپڑا نہ پہنے سادہ کپڑا پہنے یا ایسا رنگین کپڑا پہنے جس میں زینت نہ ہو، اور معتدہ (زیور نہ پہنے) یعنی زیور پہننا چھوڑ دے چاہے نقلی ہو، اور (خضاب نہ کرے) جیسے مہندی نہ لگائے (اور سرمہ کے طور پر) آنکھوں میں (اثمد اور اس کے مانند) جیسے ایلوا (نہ ڈالے) اس لئے کہ ان سے صورت حسین ہو جاتی ہے، اثمد: یعنی ایک قسم کا پتھر جس سے سرمہ بنتا ہے (اگر سرمہ لگانے کی حاجت ہو تو رات میں لگائے اور دن میں اس کو دور

کرے) یعنی دھو کر یا پونچھ کر صاف کرے، لیکن ضرورت ہو تو دن میں بھی لگانا جائز ہے (اور خالص نیلگوں رنگ) کا کپڑا اور (خالص سبز رنگ) کا کپڑا اور (خالص سرخ رنگ) کا کپڑا (اور خالص زرد رنگ کا کپڑا نہ پہنے) اس لئے کہ غالباً اس سے زینت کا قصد ہوتا ہے، اور (بال کو تیل نہ لگائے) اور تیل چاہے خوشبو دار ہو یا نہ ہو، [مجبوری کی بنا پر لگانا جائز ہو گا] اور (خوشبو استعمال نہ کرے بدن) میں (کپڑے) میں (اور کھانے کی چیز میں) بدن میں خوشبو استعمال نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خوشبو دار تیل وغیرہ نہ لگائے، کپڑے میں استعمال نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عطر وغیرہ نہ لگائے اور کھانے کی چیز میں استعمال نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گلاب وغیرہ اس میں نہ ڈالے،

(اور معتدہ کے لئے روئی کا کپڑا پہننا جائز ہے) اس لئے کہ اس میں زینت نہیں ہے جیسا کہ کتان کے کپڑے میں زینت نہیں ہے،

(اور صاف ستھرائی کے لئے سر دھونا اور ناخن تراشنا) بھی معتدہ کے لئے جائز ہے اس لئے کہ یہ زینت میں سے نہیں ہے،

معتدہ کے لئے فرش میں اور گھر کے آلات میں زینت کرنا جائز ہے اس لئے کہ احداد کا تعلق بدن سے ہے فرش اور مکان سے نہیں ہے (اور جب شوہر معتدہ سے) طلاق کی عدت کے دوران (رجوع کرے پھر) رجوع کرنے کے بعد (اس کو دخول سے پہلے) دوسری (طلاق دے تو مطلقہ دوسری طلاق کی عدت از سر نو پوری کرے گی) اس لئے کہ شوہر کے رجوع کی وجہ سے معتدہ نکاح اول کی طرف لوٹ آئی مطلب یہ ہیکہ طلاقِ رجعی کی عدت میں تھی لہٰذا رجوع کی وجہ سے اسی پہلے نکاح میں لوٹ آئی جس نکاح میں شوہر نے اس سے دخول کیا تھا لہٰذا پہلی طلاق کی عدت منقطع ہو گئی اور دوسری طلاق کی عدت شروع ہوئی،

(اور اگر کوئی آدمی عورت سے خلع کرنے کے بعد عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کرے) یعنی دوبارہ نکاح کرے اور (پھر) دوسری مرتبہ نکاح کے بعد (وہ آدمی اس کو دخول سے

پہلے طلاق دے تو مطلقہ پہلی عدت پر بنا کرے گی) مطلب یہ ہیکہ کوئی آدمی اپنی زوجہ سے خلع کرے پھر خلع کی عدت ختم ہونے سے پہلے اس سے نکاح کرے اور دخول سے پہلے اس کو طلاق دے تو اب یہ مطلقہ طلاق کی عدت نہیں گزارے گی بلکہ پہلی عدت پر یعنی خلع کی عدت پر بنا کرے گی یعنی خلع کی عدت ختم ہونے کے لئے جتنی مدت باقی تھی مطلقہ اتنی مدت گزارے گی،

(اور جب عورت عدت ختم ہونے کا دعویٰ کرے اس وقت میں جس میں عدت کا ختم ہونا ممکن ہو تو عورت کی بات قبول کی جائے گی) لیکن عورت اس وقت میں عدت ختم ہونے کا دعویٰ کرے جس وقت میں ختم ہونا ممکن نہ ہو تو عورت کی بات قبول نہیں کی جائے گی،

(اور جب شوہر کے موت کی خبر متوفی عنہا زوجہا کو چار مہینے اور دس دن) گزرنے (کے بعد ملے تو عدت ختم ہو گی) مطلب یہ ہیکہ گزرے ہوئے چار مہینے اور دس دن عدت کے سمجھے جائیں گے اس لئے کہ شوہر کے موت کی خبر کا علم ہونا عدت ختم ہونے کے لئے شرط نہیں ہے اور چار مہینے اور دس دن کا انتظار کرنا جو فرض ہے وہ حاصل ہو چکا جیسا کہ عدت کا وقت گزرنے کے بعد طلاق پہنچے تو اس پر اور عدت نہیں ہوتی،

شوہر لاپتہ ہو جائے تو بیوی کے لئے دوسرا نکاح کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

والمفقود بسفر أو غيره لا تنكح زوجته حتى يثبت موته بما مر في الفرائض أو طلاقه بحجة فيه ثم تعتد فلو حكم بنكاحها قبل ثبوته نقض ولو نكحت قبل ثبوته وبان ميتا قبل نكاحها بمقدار العدة صح النكاح (منهج مع فتح الوهاب ج۲ص۱۰۷) گمشدہ آدمی کی بیوی نکاح نہ کرے گی [جائز نہیں] یہاں تک کہ موت ثابت ہو جائے یا طلاق ثابت ہو جائے پھر عدت گزارے اگر ثبوت سے پہلے نکاح کا فیصلہ کیا تو فیصلہ رد ہوگا اگر ثبوت سے پہلے نکاح کیا اور نکاح سے اتنی مدت پہلے موت ظاہر ہوئی کہ عدت ختم ہو جائے تو نکاح صحیح ہوگا لیکن پھر شوہر کے زندہ ہونے کا علم ہو جائے تو یہ پہلے کے نکاح میں رہے گی

لیکن پہلا شوہر صحبت نہ کرے یہاں تک کہ دوسرے کی عدت گزارے **ولو بان الزوج حیا بعد أن نکحت فهو علی القدیم علی زوجته کالجدید لتبین الخطأ فی الحکم لکن لایطؤها حتی تعتد للثانی**(شرح محلی علی منهاج الطالبین فی حاشیتان القلیوبی وعمیرة ج٤ص٥١) **قد تغیرت أحکامها لتغیر الزمان**(رسم المفتی) احکام بدل جاتے ہیں تبدیل زمانہ کی بناپر۔ لہٰذا اس ترقی یافتہ دور میں شوہر کی موت وزندگی سے واقفیت کے لئے زیادہ سے زیادہ جتناوقت درکار ہو سکتا ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

(فصل)

(مَنْ مَلَکَ أَمَةً حَرُمَ عَلَیْهِ وَطْؤُهَا وَالْاِسْتِمْتَاعُ بِهَا حَتّٰی یَسْتَبْرِئَهَا بَعْدَ قَبْضِهَا بِالْوَضْعِ اِنْ کَانَتْ حَامِلًا وَبِحَیْضَةٍ اِنْ کَانَتْ حَائِلًا تَحِیْضُ وَاِلَّا فَبِشَهْرٍ وَاِنْ کَانَتْ زَوْجَتُهُ أَمَةً فَاشْتَرَاهَا انْفَسَخَ النِّکَاحُ وَحَلَّتْ لَهُ بِمِلْکِ الْیَمِیْنِ مِنْ غَیْرِ اسْتِبْرَاءٍ وَمَنْ زَوَّجَ أَمَتَهُ أَوْ کَاتَبَهَا ثُمَّ زَالَ النِّکَاحُ وَالْکِتَابَةُ لَمْ یَطَأْهَا حَتّٰی یَسْتَبْرِئَهَا وَلَهُ الْاِسْتِمْتَاعُ بِالْمَسْبِیَّةِ فِیْ مُدَّةِ الْاِسْتِبْرَاءِ بِغَیْرِ الْجِمَاعِ وَمَنْ وَطِئَ أَمَتَهُ حَرُمَ عَلَیْهِ أَنْ یُزَوِّجَهَا حَتّٰی یَسْتَبْرِئَهَا)

(فصل)

استبراء کے بیان میں

استبراء کا اعتبار باندی کے حق میں کیا گیا ہے جیسا کہ عدت کا اعتبار آزاد عورت کے بارے میں کیا گیا ہے۔

استبراء کی تعریف

لغت میں: براءت طلب کرنے کو استبراء کہتے ہیں،

شرعاً : باندی میں نئی ملکیت کے پیدا ہونے یا اس سے ملکیت ختم ہونے کے سبب تعبداً یا براءۃ رحم[یعنی حاملہ ہے یا نہیں واقف ہونے] کے لئے باندی کا ایک مدت تک انتظار کرنے کو استبراء کہتے ہیں۔

نئی ملکیت کا پیدا ہونا سبب اول ہے اور اس کا زوال سبب ثانی ہے۔

اب مصنف سبب اول سے فصل کی ابتدا کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:
(جو آدمی باندی کا مالک بنے اس پر حرام ہے اس سے وطی کرنا اور) جس طرح اس سے وطی حرام ہے استبراء سے پہلے اسی طرح استبراء سے پہلے (اس سے استمتاع) بھی حرام ہے (یہاں تک کہ مالک باندی سے استبراء کرے باندی پر قبضہ کرنے کے بعد) مطلب یہ ہیکہ مالک بننے کے بعد باندی سے وطی اور استمتاع نہ کرے بلکہ استبراء کی مدت رکا رہے یعنی (اگر باندی حاملہ ہو تو وضع حمل سے) استبراء حاصل ہو گا (اور اگر حاملہ نہ ہو اور حیض آتا ہو) یعنی باندی حیض آنے والی عورتوں میں سے ہو (تو) ایک (حیض سے) استبراء حاصل ہو گا (ورنہ) یعنی اگر حیض شروع ہی نہ ہوا ہو یا آیسہ ہو چکی ہو تو ایک، (ماہ سے) استبراء حاصل ہو گا،

(اور اگر کسی آدمی کی زوجہ باندی ہو پھر وہ آدمی باندی کو) دوسرے کی ملکیت سے (خریدے تو نکاح فسخ ہو گا) اس لئے کہ زوجیت اور ملکیت دونوں کو جمع نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دونوں کے احکام متناقض ہیں اور فسخ نکاح کی دوسری وجہ یہ ہے کہ زوجیت پر جو چیز واقع ہوئی وہ زوجیت سے اقویٰ ہے اور وہ ہے ملکیت لہٰذا نکاح فسخ قرار دیا گیا (لیکن مشتری) خریدنے والے (کے لئے زوجہ استبراء کے بغیر ملک یمین) یعنی اس پر ملکیت حاصل ہونے (کی وجہ سے حلال ہو گی) یعنی اس صورت میں استبراء شرط نہیں ہے،

(اور جو شخص اپنی باندی کا نکاح کرادے یا باندی کو مکاتبہ بنادے پھر نکاح ختم ہو جائے) طلاق دینے سے (اور کتابت) ختم ہو جائے فسخ کرنے سے یا اداء نجوم سے عجز کی بنا پر (تو) اس کا (آقا باندی سے) زوال نکاح اور زوال کتابت کے بعد (وطی نہ کرے یہاں تک کہ اس سے استبراء کرے اور میدان جنگ سے قید کی ہوئی باندی سے) یہ (نئ ملک حاصل ہونے والے آقا کے لئے جماع کے بغیر استبراء کی مدت میں استمتاع جائز ہے)۔

مصنفؒ سبب اول کے ذکر سے فارغ ہوئے اب آگے سبب ثانی شروع فرمارہے ہیں:

(اور جو شخص اپنی باندی سے وطی کرے اس پر حرام ہے کہ باندی کا نکاح کرائے یہاں تک کہ باندی سے استبراء کرے) اور پھر نکاح کرائے اس لئے کہ مقصود نکاح وطی ہے اس کے برخلاف اگر باندی کو فروخت کرنا ہو تو اگرچہ استبراء نہ کرے جائز ہے اس لئے کہ خریدنے سے کبھی تو وطی کا قصد ہوتا ہے اور کبھی خدمت کا تو خلاصہ یہ ہوا کہ مشتری کو احتیاط کرنا چاہیئے اگر قصد وطی کا ہو۔

(فصل)

(وَمَنْ أَتَتْ أَمَتُهُ بِوَلَدٍ فَإِنْ ثَبَتَ أَنَّهُ وَطِئَهَا لَحِقَهُ سَوَاء كَانَ يَعْزِلُ مَنِيَّهُ عَنْهَا أَمْ لاَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ وَطِئَهَا لَمْ يَلْحقْهُ وَمَنْ أَتَتْ زَوْجَتُهُ بِوَلَدٍ لَحِقَهُ نَسَبُهُ إِنْ أَمْكَنَ أَنْ يَكُوْنَ مِنْهُ بِأَنْ تَأْتِيَ بِهِ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ وَ لَحْظَةٍ مِنْ حِيْنِ الْعَقْدِ وَدُوْنَ أَرْبَعِ سِنِيْنَ مِنْ حِيْنِ اِمْكَانِ الْإِجْتِمَاعِ مَعَهَا اِذَا أَمْكَنَ وَطْؤُهَا وَلَوْ عَلَى بُعْدٍ وَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ أَنَّهُ وَطِئَ بِخِلاَفِ مَا سَبَقَ فِيْ أَمَتِهِ بِشَرْطِ أَنْ يَكُوْنَ لِلزَّوْجِ تِسْعُ سِنِيْنَ وَنِصْف وَلَحْظَة تَسَعُ الْوَطْئَ فَإِنْ لَمْ يُمْكِنْ أَنْ يَكُوْنَ مِنْهُ بِأَنْ أَتَتْ بِهِ لِدُوْنِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ أَوْ لِأَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِ سِنِيْنَ أَوْ مَعَ الْقَطْعِ بِأَنَّهُ لَمْ يَطَأْهَا أَوْ كَانَ لِلزَّوْجِ مِنَ السِّنِّ دُوْنَ مَا تَقَدَّمَ أَوْ كَانَ مَقْطُوْعَ الذَّكَرِ وَالْأُنْثَيَيْنِ جَمِيْعًا لَمْ يَلْحقْهُ وَمَتَى تَحَقَّقَ الزَّوْجُ أَنَّ الْوَلَدَ الَّذِيْ أَلْحَقَهُ الشَّرْعُ بِهِ لَيْسَ مِنْهُ بِأَنْ عَلِمَ هُوَ أَنَّهُ لَمْ يَطَأْهَا أَبَدًا لَزِمَهُ نَفْيُهُ بِاللِّعَانِ وَإِنْ لَمْ يَتَحَقَّقْ أَنَّهُ مِنْ غَيْرِهِ حَرُمَ عَلَيْهِ نَفْيُهُ وَقَذْفُهَا وَإِنْ كَانَ الْوَلَدُ أَسْوَدَ وَهُوَ أَبْيَضُ أَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ وَمَنْ لَحِقَهُ نَسَب فَأَخَّرَ نَفْيَهُ بِلاَعُذْرٍ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَنْفِيَهُ بِاللِّعَانِ لَمْ نُجِبْهُ اِلَى ذٰلِكَ وَإِنْ أَرَادَ نَفْيَهُ عَلَى الْفَوْرِ أَجَبْنَاهُ اِلَيْهِ)

(فصل)

نسب کو ثابت کرنے اور نہ کرنے والی چیزوں کے بیان میں

(اور جس کی باندی بچہ جنے) اس میں تفصیل ہے: (اگر ثابت ہو جائے کہ اس نے) یعنی مالک نے (باندی سے وطی کی تھی تو وہ بچہ مالک کے ساتھ لاحق ہو گا) یعنی مالک کی طرف منسوب ہو گا (چاہے مالک نے باندی سے عزل کیا ہو یا نہ کیا ہو) مطلب یہ ہیکہ اصل وطی پائی گئی

لہذا عزل کی صورت میں بھی کبھی غیر محسوس طریقہ پر منی سبقت کر سکتی ہے (اور اگر مالک نے باندی سے وطی نہ کی ہو تو وہ بچہ مالک کے ساتھ لاحق نہ ہو گا) صرف ملکیت سے بچہ ہونا ثابت نہ ہو گا اس لئے کہ باندی فقط ملکیت سے فراش نہیں بنتی،

(اور جس کی زوجہ بچہ جنے بچہ کا نسب اس سے لاحق ہو جائے گا۔) یہ مسئلہ اجماعی ہے (اگر بچہ اسکا ہونا ممکن ہو اور اسکی صورت یہ ہے کہ بچہ چھ ماہ اور ایک لحظہ کے بعد اور چار سال سے کم میں ہوا ہو، اور یہ مدت عورت کے ساتھ ملنے سے شمار ہو گی اگر وطی ممکن ہو اگرچہ دونوں کے درمیان دوری ہو اور وطی کا علم نہ ہو۔ یہ مسئلہ اس مسئلہ کے خلاف ہے جو باندی کے سلسلے میں گزرا۔ اس شرط کے ساتھ کہ زوج کی عمر ہو ساڑھے نو سال اور لحظہ جس میں وطی کی گنجائش ہو) یہ اقل مدت ہے امکان ولد کی۔ صحیح قول کے مطابق بلوغ کی اقل مدت نو سال پھر وطی کا لحظہ پھر بچہ پیدا ہونے کی اقل مدت چھ ماہ اس طرح کل مقدار ساڑھے نو سال اور لحظہ ہو گی۔ (اگر بچہ کا اس سے ہونا ممکن نہ ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بچہ جنے چھ ماہ سے کم میں یا چار سال سے زیادہ مدت کے بعد) اخیری اجتماع کے بعد (یا بچہ ہو اس یقین کے ساتھ کہ اس سے وطی نہیں کی، یا شوہر کی عمر ذکر کردہ) یعنی ساڑھے نو سال اور لحظہ (عمر سے کم ہو یا زوج کا ذکر اور خصیتین سب کٹا ہوا ہو تو بچہ کا نسب زوج سے لاحق نہ ہو گا اور جب ثابت ہو جائے اور یقین ہو جائے کہ وہ بچہ جسکو شریعت نے اس کے ساتھ لاحق کر دیا ہے) امکان کی طرف نظر کر کے (اس کا نہیں ہے اس کی صورت یہ ہے کہ زوج کو علم و یقین ہو کہ اس کے ساتھ کبھی وطی ہی نہیں کی) یا وطی کے بعد چھ ماہ سے کم میں یا چار سال کے بعد (تو شوہر کے ذمہ لازم ہے بچہ کی نفی کرنا لعان کے ذریعہ) فوراً، اس لئے کہ ولد کی نفی فوری ہے رد بالعیب کی طرح۔ اس کی صورت یہ ہے کہ قاضی کے پاس آکر کہے یہ ولد میرا نہیں اگر تاخیر کی تو نفی صحیح نہ ہو گی۔ (اور اگر ثابت نہ ہو) یعنی علم یا ظن

نہ ہو (اس کا غیر سے ہونا) بلکہ احتمال ہو اپنا ہونے کا یا دوسرے سے ہونے کا (تو حرام ہے اس پر بچہ کی نفی کرنا) خود کا ہونے کے احتمال کی وجہ سے اور فراش کی رعایت کرتے ہوئے، اور شک کا فی نفسہ اعتبار نہیں (اور عورت پر تہمت لگانا) حرام ہے، اور حرام ہے ولد کی نفی کرنا (اگرچہ بچہ اسود) کالا (ہو اور وہ گورا یا اس کے علاوہ امور کی وجہ سے) یعنی حسین و بد صورت، کامل الخلقت و ناقص الخلقت ہونے میں اختلاف کی وجہ سے (اور جس سے نسب لاحق ہوتا ہو اور وہ نفی میں تاخیر کرے بلا عذر پھر لعان کے ذریعے نفی کرنا چاہے تو ہم اس کی خواہش پوری نہ کریں گے) اس لئے کہ تاخیر سے نفی کا حق ساقط ہو گیا جیسے رد بالعیب کا حق ساقط ہو جاتا ہے اور اگر تاخیر عذر کی وجہ سے ہو جیسے کہ حاکم نہ ملے حاضر نہ ہونے کی وجہ سے یا حاکم تک پہنچنا دشوار ہو یا خبر رات میں پہنچی اور صبح تک صبر کیا یا نماز کا وقت ہو گیا اور نماز اداء کی یا بھوکا تھا کھانا کھایا یا ننگا تھا کپڑے پہنے یا بیمار تھا یا اس کے مانند کوئی اور عذر رد بالعیب میں گزرے ہوئے اعذار میں سے تو تاخیر سے حق باطل نہ ہو گا۔ اور جب گواہ بنانا ممکن ہو تو اس کے ذمہ گواہ بنانا لازم ہے نفی پر۔ ورنہ حق باطل ہو جائے گا (اور اگر فوری طور پر نفی کا ارادہ ہو تو ہم اس کی خواہش پوری کریں گے) طوق نسب کے ضرر کو دور کرنے کے لئے۔

(فصل)

(مَنْ قَذَفَ زَوْجَتَهُ بِالزِّنَا فَطُوْلِبَ بِحَدِّ الْقَذْفِ فَلَهُ أَنْ يُسْقِطَهُ بِاللِّعَانِ بِشَرْطِ أَنْ يَكُوْنَ الزَّوْجُ بَالِغًا عَاقِلًا مُخْتَارًا وَّأَنْ تَكُوْنَ الزَّوْجَةُ عَفِيْفَةً يُمْكِنُ أَنْ تُوْطَأَ فَلَوْ قَذَفَ مَنْ ثَبَتَ زِنَاهَا أَوْ طِفْلَةً كَبِنْتِ شَهْرٍ عُزِّرَ وَلَمْ يُلَاعِنْ وَاللِّعَانُ أَنْ يَأْمُرَهُ الْحَاكِمُ أَنْ يَقُوْلَ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ أَشْهَدُ بِاللّٰهِ إِنِّيْ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ فِيْمَا رَمَيْتُهَا مِنَ الزِّنَا وَإِنَّ هٰذَا الْوَلَدَ لَيْسَ مِنِّيْ إِنْ كَانَ هُنَاكَ وَلَدٌ ثُمَّ يَقُوْلُ فِي الْخَامِسَةِ بَعْدَ أَنْ يَعِظَهُ الْحَاكِمُ وَيُخَوِّفَهُ وَيَضَعَ يَدَهُ عَلَى فِيْهِ وَعَلَيَّ لَعْنَةُ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ سَقَطَ عَنْهُ حَدُّ الْقَذْفِ وَانْتَفَى عَنْهُ نَسَبُ الْوَلَدِ وَبَانَتْ مِنْهُ وَحَرُمَتْ عَلَى التَّأْبِيْدِ وَلَزِمَهَا حَدُّ الزِّنَا وَلَهَا أَنْ تُسْقِطَهُ عَنْ

نَفْسِهَا بِاللِّعَانِ فَتَقُوْلُ بِأَمْرِ الْحَاكِمِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ أَشْهَدُ بِاللّٰہِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ فِيْمَا رَمَانِيْ بِهِ ثُمَّ تَقُوْلُ فِي الْخَامِسَةِ بَعْدَ الْوَعْظِ كَمَا سَبَقَ وَعَلَيَّ غَضَبُ اللّٰہِ إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ فَإِذَا فَعَلَتْ هٰذِهِ سَقَطَ عَنْهَا حَدُّ الزِّنَا)

(فصل)

قذف اور لعان کے بیان میں

قذف اور لعان کی تعریف

لغت میں: قذف پھینکنے کو کہتے ہیں۔

شرعاً : عار دلانے کے طور پر زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہتے ہیں۔(اقناع ج۲ ص۱۸۳)

لغت میں: لعان لاعن کا مصدر ہے اور یہ دور کرنے کو کہتے ہیں۔ اس لئے کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لئے دور ہوتا ہے۔

شرعاً : وہ معین کلمات ہیں جو حجت بنائے گئے ہیں اس آدمی کے لئے جو مضطر و مجبور ہو اس آدمی پر تہمت لگانے کا جس نے اس کے فراش کو ملوث کیا اور اس کو عار لاحق کی یا مجبور ہو نفی ولد پر اسے لعان کہتے ہیں۔

لعان کو لعان کیوں کہتے ہیں

لعان لعن کے کلمہ پر مشتمل ہے، اس لئے لعان کو لعان کہتے ہیں۔

آیت: قذف اور لعان سے متعلق: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ.....تا.....إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ(سورۂ نور ۶ تا ۹) اور جو لوگ اپنی (منکوحہ) بی بیوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے (ہی دعوی کے) اور کوئی گواہ نہ ہوں (جن کا عدد میں چار ہونا چاہئے) تو ان کی شہادت (جو کہ دافع حبس یا حد قذف ہو) یہی ہے کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہدے کہ بے شک میں سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں اور (اس کے بعد) اس عورت سے سزا (ئے حبس یا حد زنا) اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار قسم کھا کر کہے کہ بے شک یہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب ہو اگر یہ سچا ہو۔

(جو شخص اپنی زوجہ پر زنا کی تہمت لگائے پھر اس سے حد قذف) یعنی زنا کی تہمت لگانے کی حد (کا مطالبہ کیا جائے تو شوہر کے لئے جائز ہے کہ حد قذف کو لعان سے ساقط کرے بشرطیکہ شوہر بالغ) ہو اور (عاقل) ہو اور (مختار ہو) لہٰذا بچہ، مجنون اور مکرہ کا لعان صحیح نہ ہو گا (اور یہ) شرط ہے (کہ زوجہ پاک دامن ہو اور اس سے صحبت ممکن ہو اگر) زوجہ پاک دامن نہ ہو اس طور پر کہ (اس کا زنا ثابت ہو) گواہ سے یا اسی کے اقرار سے، یہ ایک صورت (یا) اتنی (چھوٹی بچی پر) زنا کی تہمت لگائے جس سے صحبت ممکن نہ ہو (جیسے) ایک (ماہ کی بیٹی) یہ دوسری صورت (تو) مذکورہ دونوں صورتوں میں تہمت لگانے والے کی (تعزیر کی جائے گی لعان نہیں کیا جائے گا) پہلی صورت میں زوجہ کا زنا ثابت ہونے کی بنا پر اور دوسری صورت میں قاذف یعنی تہمت لگانے والے کا جھوٹ ظاہر ہونے کی بنا پر،

لعان کی ابتداء شوہر سے ہو گی آگے مصنف اس کی کیفیت بیان فرما رہے ہیں:

(اور لعان یہ ہے کہ حاکم) یا نائب (لعان کا حکم دے) ملاعن یعنی لعان کرنے والے شوہر کو (کہ ملاعن) اس طرح (چار مرتبہ کہے: أَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّیْ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ فِيْمَا رَمَيْتُهَا مِنَ الزِّنَا وَاِنَّ هٰذَا الْوَلَدَ لَيْسَ مِنِّیْ میں اللہ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ میں نے اس عورت پر زنا کی جو تہمت لگائی ہے اس میں یقینا میں سچا ہوں اور یہ بچہ مجھ سے نہیں ہے" اگر بچہ وہاں حاضر ہو تو) اور اگر حاضر نہ ہو تو اس طرح کہے: اور اس نے جو بچہ جنی ہے وہ زنا کا ہے (پھر پانچویں) مرتبہ (میں ملاعن کہے اس کے بعد کہ حاکم) یا نائب (ملاعن کو نصیحت کرے اور اس کو) اللہ کا (خوف دلائے) اور اس بات کا یاد دلائے کہ آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے بہت ہی سخت ہے (اور اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھے) تاکہ جھوٹا ہو تو رک جائے اور باز آجائے یعنی حاکم کے نصیحت وغیرہ کرنے کے بعد ملاعن کو پانچویں مرتبہ میں جو کہنا ہے وہ یہ: (وَعَلَیَّ لَعْنَةُ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ اگر میں الزام میں

جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت، پھر جب شوہر اس طرح کرے)یعنی مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق لعان کرے(تو) یہ چیزیں ثابت ہوں گی:(شوہر سے حد قذف ساقط ہو گی)اور(بچہ کا نسب اس سے ثابت نہ ہو گا)اور(زوجہ اس سے جدا ہو جائے گی)اور(ہمیشہ کے لئے) شوہر پر(حرام ہو جائے گی اور زوجہ پر زنا کی حد لازم ہو گی۔ ملاعنہ)یعنی لعان کرنے والی زوجہ(کے لئے جائز ہے کہ اپنی حد زنا ساقط کرے لعان سے)آگے مصنف اس کی کیفیت بیان فرمارہے ہیں:

(لہٰذا ملاعنہ) بھی (حاکم) یا نائب (کے حکم سے چار مرتبہ کہے: أَشْهَدُ بِاللهِ اِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ فِيْمَا رَمَانِي بِهِ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ رکھ کر کہتی ہوں کہ ملاعن نے مجھ پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں یقینا وہ جھوٹا ہے پھر پانچویں) مرتبہ (میں ملاعنہ) حاکم کے (نصیحت) کرنے اور اللہ تعالیٰ کا خوف دلانے (کے بعد کہے جیسا کہ) اوپر (گزر گیا) ملاعن کے بارے میں کہ حاکم کے نصیحت وغیرہ کے بعد پانچویں مرتبہ میں کہے اسی طرح ملاعنہ پانچویں مرتبہ میں حاکم کے نصیحت وغیرہ کے بعد کہے: (وَعَلَيَّ غَضَبُ اللهِ اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ) ملاعن نے مجھ پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں (اگر وہ سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب پھر جب زوجہ اس طرح کرے)یعنی مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق لعان کرے(تو زوجہ سے زنا کی حد ساقط ہو جائے گی)لعان کے کہے جانیں والے پانچ کلمات کا پے درپے ہونا شرط ہے لہٰذا فاصلہ طویل ہو تو مضر ہو گا[یعنی لعان صحیح نہ ہو گا] شوہر اور زوجہ دونوں کے لعان کا پے درپے ہونا شرط نہیں ہے، اور یہ بھی شرط ہے کہ حاکم یا نائب لعان کے کلمات کی تلقین کرائے مطلب یہ ہیکہ جو کلمات شوہر کو کہنا ہے پہلے وہ کلمات حاکم یا نائب شوہر کو تلقین کرائے اور پھر اس سے کہے کہ اس طرح کہہ اسی طرح زوجہ کے بارے میں بھی شرط ہے۔

واللہ تعالی أعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ الرَّضَاعِ)

(إِذَا ثَارَ لِبِنْتِ تِسْعِ سِنِيْنَ لَبَن مِنْ وَطْيءٍ فَأَرْضَعَتْ طِفْلًا لَهُ دُوْنَ الْحَوْلَيْنِ خَمْسَ رَضَعَاتٍ مُتَفَرِّقَاتٍ صَارَ ابْنَهَا فَيَحْرُمُ عَلَيْهَا هُوَ وَ فُرُوْعُهُ فَقَطْ وَصَارَتْ أُمَّهُ فَتَحْرُمُ عَلَيْهِ هِيَ وَأُصُوْلُهَا وَفُرُوْعُهَا وَاِخْوَتُهَا وَأَخَوَاتُهَا وَاِنْ ثَارَ اللَّبَنُ مِنْ حَمْلٍ مِنْ زَوْجٍ صَارَ الرَّضِيْعُ ابْنًا لِلزَّوْجِ فَيَحْرُمُ عَلَيْهِ الرَّضِيْعُ وَفُرُوْعُهُ فَقَطْ وَصَارَ الزَّوْجُ أَبَاهُ فَيَحْرُمُ عَلَى الرَّضِيْعِ هُوَ وَأُصُوْلُهُ وَفُرُوْعُهُ وَاِخْوَتُهُ وَأَخَوَاتُهُ فَيَحْرُمُ النِّكَاحُ وَيَحِلُّ النَّظَرُ وَالْخَلْوَةُ كَالنَّسَبِ دُوْنَ سَائِرِ أَحْكَامِهِ كَالْمِيْرَاثِ وَالنَّفَقَةِ)

(رضاع کا بیان)

رضاع کی تعریف

لغت میں: پستان کو چوسنے اور اس کا دودھ پینے کو رضاع کہتے ہیں۔

شرعاً : مخصوصہ عورت کا دودھ مخصوص آدمی کے پیٹ میں مخصوص طریقہ پر پہنچنے کو رضاع کہتے ہیں۔

آیت: وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ(سورۂ نساء ۲۳) اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے ہیں(ترجمۂ قرآن)

حدیث: جو نسب کی وجہ سے حرام ہے وہ رضاعت کی وجہ سے حرام ہے۔

سببِ حرمت

مرضعہ کا دودھ جو منی کے مشابہ ہے وہ رضیع کا جزء بن گیا[رضیع کے پینے کی وجہ سے] لہٰذا سببِ حرمت بن گیا۔

رضاع کے ارکان

(۱)مرضع[یعنی دایہ دودھ پلانے والی عورت](۲)رضیع[یعنی دودھ پینے والا](۳)دودھ۔

(جب) قمری اعتبار سے (نو سال کی لڑکی کا دودھ ظاہر ہو) اس کے پستان میں نکاح کے ذریعہ (صحبت کی وجہ سے اور وہ لڑکی) اس (بچہ کو جس کی عمر دو سال سے کم ہو الگ الگ پانچ مرتبہ دودھ پلائے) دودھ کسی چیز میں ملا کر پلایا جائے چاہے تھوڑا ہو یا نکال کر پلایا جائے یا ناک میں ڈالا جائے (فتح المعین مع ترشیح ص ٣٠٤) (تو وہ بچہ) یعنی رضیع (اس کا بیٹا ہو جائے گا) مراد رضاعی بیٹا ہو گا (لہٰذا وہ) یعنی رضیع (مرضعہ) یعنی دودھ پلانے والی (پر حرام ہو گا اور رضیع کی فروع) یعنی اولاد مرضعہ پر حرام ہوں گے (نسب اور رضاعت کے اعتبار سے) "قولہ فقط" نسبا و رضاعا (تعلیقات مفیدۃ فی فیض ج٢ ص٢٨٢) صاحب تعلیقات فرماتے ہیں: مصنفؒ کا قول: "فقط" یہ نسب اور رضاعت کے اعتبار سے ہے اور فقط سے اصول اور حواشی کی نفی ہے یعنی مرضعہ اصول اور حواشی پر حرام نہ ہو گی لہٰذا رضیع کا باپ مرضعہ اور اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے (اور مرضعہ رضیع کی ماں ہو گی لہٰذا مرضعہ رضیع پر حرام ہو گی اور مرضعہ کے اصول) اور مرضعہ کی (فروع) اور مرضعہ کے (بھائی اور) مرضعہ کی (بہنیں) رضیع پر حرام ہوں گی نسب اور رضاعت کے اعتبار سے، مرضعہ کے اصول رضیع کے دادا اور نانا، دادی اور نانی ہوں گے لہٰذا حرام ہوئیں مرضعہ کی فروع رضیع کے بھائی بہن ہوں گے لہٰذا حرام ہوئیں، مرضعہ کے بھائی رضیع کے ماموں ہوں گے لہٰذا حرام ہوئے اور مرضعہ کی بہنیں رضیع کی خالہ ہوئیں لہٰذا حرام ہوئیں۔

لڑکی کا دودھ نو سال سے پہلے ظاہر ہو اور پلائے تو رضاعت ثابت نہ ہو گی یعنی دودھ پینے والا بچہ اس کا بیٹا شمار نہ ہو گا اور اس کے لئے حرام نہ ہو گا۔ اسی طرح مرد اور خنثٰی کا دودھ پلانے سے رضاعت اور حرمت ثابت نہ ہو گی۔

بچہ کی عمر دو سال یا زیادہ ہو تو رضاعت و حرمت ثابت نہ ہو گی۔

پانچوں مرتبہ میں ہر مرتبہ دودھ معدہ تک پہنچا ہو اگر معدہ تک نہ پہنچا ہو تو رضاعت ثابت نہ ہو گی۔ اور اگر پہنچا ہو اور قے کرے تو رضاعت ثابت ہو گی۔

بچہ زندہ ہو مردہ کے معدہ تک پہنچانے سے رضاعت ثابت نہ ہو گی(ألفاظ أبی شجاع مع اقناع ج۲ ص۱۳۷) اسی طرح میتہ کے پستان سے دودھ پلائے تو رضاعت ثابت نہ ہو گی۔

اور جانور کا دودھ پلانے سے بھی حرمت ثابت نہ ہو گی۔

پانچ مرتبہ سے کم مرتبہ دودھ پلایا ہو تو رضاعت ثابت نہ ہو گی۔

(اور اگر شوہر کے حمل کی وجہ سے) لڑکی کے پستان میں (دودھ ظاہر ہو تو رضیع) جس طرح مرضعہ کا بیٹا ہو گا اسی طرح (شوہر کا بیٹا ہو گا) یعنی اب دونوں باپ بیٹے ہوں گے (لہٰذا رضیع شوہر پر) یعنی باپ پر (حرام ہو گا) یعنی رضیع دودھ پینے والی بچی ہو تو شوہر پر یعنی اپنے باپ پر حرام ہو گی (اور رضیع کی فروع) شوہر پر حرام ہوں گی (نسب اور رضاعت کے اعتبار سے) اس لئے کہ رضیع کی فروع[اولاد] شوہر کی احفاد یعنی اولاد کی اولاد شمار ہوں گی لہٰذا حرام قرار دی گئیں۔

(اور) جس طرح رضیع شوہر کا بیٹا ہو گا اسی طرح (شوہر رضیع کا باپ ہو گا لہٰذا رضیع پر) یعنی دودھ پینے والی پر (حرام ہو گا باپ اور باپ کے اصول) اور باپ کی (فروع) اور باپ کے (بھائی اور) باپ کی (بہنیں) رضیع پر حرام ہوں گے، باپ کے اصول یعنی دادا اگرچہ اوپر تک ہو حرام ہوں گے چاہے نسب کے اعتبار سے اصول ہو یا رضاعت کے اعتبار سے، باپ کی فروع حرام قرار دی گئیں۔

باپ کے بھائی رضیع کے چچا ہوں گے لہٰذا حرام قرار دئے گئے اور باپ کی بہنیں رضیع کی پھوپھیاں ہوں گی لہٰذا حرام قرار دی گئیں۔

رضاعت کے مذکورہ بالا تمام مسائل اس وقت ثابت ہوں گے جبکہ زواج یا استیلاء کے سبب دودھ ظاہر ہوا ہو اور پلایا گیا ہو۔ زواج سے مراد: نکاح اور استیلاء سے مراد: وطی ٔشبہہ، اگر زنا کے سبب دودھ ظاہر ہوا ہو اور پلایا گیا ہو تو مذکورہ بالا مسائل ثابت نہیں ہوں گے۔

(لہذا نکاح حرام ہو گا) چونکہ رضاعت کی وجہ سے حرمت ثابت ہونے سے محرمیت ثابت ہو جاتی ہے (اور) رضیع کی طرف (دیکھنا حلال ہو گا اور) رضیع کے ساتھ (خلوت) حلال ہو گی (نسب کی طرح) یعنی جس طرح نسبی رشتہ کی وجہ سے مذکورہ دو چیزیں شرائط کے ساتھ حلال ہوتی ہیں اسی طرح رضاعی رشتہ کی وجہ سے بھی حلال ہوتی ہیں [تفصیل کتاب النکاح میں ملاحظہ فرمائیں] (نہ کہ نسب کے تمام احکام میں) مطلب یہ ہیکہ جس طرح نسبی رشتہ کی مذکورہ بالا دو حلال چیزیں نظر اور خلوت رضاعی رشتہ کی وجہ سے بھی حلال ہوئیں اس طرح نسبی رشتہ کے دیگر تمام احکام رضاعی رشتہ میں ثابت و نافذ نہ ہوں گے (جیسے میراث اور نفقہ) مطلب یہ ہیکہ جس طرح نسبی رشتہ کی وجہ سے آدمی نفقہ کا حقدار اور مرحوم کا وارث بنتا ہے اس طرح رضاعی رشتہ کی وجہ سے آدمی نہ نفقہ کا حقدار بنے گا اور نہ مرحوم کا وارث بنے گا۔

واللہ تعالیٰ أعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(كِتَابُ الْجِنَايَاتِ)

(يَجِبُ الْقِصَاصُ عَلَى مَنْ قَتَلَ اِنْسَانًا عَمْدًا مَحْضًا عُدْوَانًا لٰكِنْ لَايَجِبُ عَلَى صَبِيٍّ وَمَجْنُوْنٍ مُطْلَقًا وَلاَ عَلَى مُسْلِمٍ بِقَتْلِ كَافِرٍ مُعَاهِدٍ أَوْ ذِمِّيٍّ أَوْ حَرْبِيٍّ أَوْ مُرْتَدٍّ وَلاَ عَلَى حُرٍّ بِقَتْلِ عَبْدٍ وَلاَ عَلَى ذِمِّيٍّ بِقَتْلِ مُرْتَدٍّ وَلاَ عَلَى الْأَبِ وَالْأُمِّ وَاٰبَائِهِمَا وَأُمَّهَاتِهِمَا بِقَتْلِ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الْوَلَدِ وَلاَبِقَتْلِ مَنْ يَثْبُتُ الْقِصَاصُ فِيْهِ لِلْوَلَدِ مِثْلُ أَنْ يَقْتُلَ الْأَبُ الْأُمَّ ثُمَّ الْجِنَايَاتُ ثَلاَثَةٌ خَطَأٌ وَعَمْدُ خَطَأٍ وَعَمْدٌ مَحْضٌ فَالْخَطَأُ مِثْلُ أَنْ يَرْمِيَ اِلَى حَائِطٍ سَهْمًا فَيُصِيْبَ اِنْسَانًا أَوْ يَزْلِقَ مِنْ شَاهِقٍ فَيَقَعُ عَلَى اِنْسَانٍ وَضَابِطُهُ أَنْ يَقْصِدَ الْفِعْلَ وَلاَيَقْصِدَ الشَّخْصَ أَوْ لَايَقْصِدَهُمَا وَعَمْدُ الْخَطَإِ أَنْ يَقْصِدَ الْجِنَايَةَ بِمَا لاَيَقْتُلُ غَالِبًا مِثْلَ أَنْ يَضْرِبَه بِعَصًا خَفِيْفَةٍ فِيْ غَيْرِ مَقْتَلٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَالْعَمْدُ أَنْ يَقْصِدَ الْجِنَايَةَ بِمَا يَقْتُلُ غَالِبًا سَوَاءٌ كَانَ مُثَقَّلاً أَوْ مُحَدَّدًا فَإِنْ كَانَتِ الْجِنَايَةُ عَمْدًا عَلَى النَّفْسِ أَوِ الْأَطْرَافِ وَجَبَ الْقِصَاصُ فَيَجِبُ فِي الْأَعْضَاءِ حَيْثُ أَمْكَنَ مِنْ غَيْرِ حَيْفٍ كَالْعَيْنِ وَالْجِفْنِ وَمَارِنِ الْأَنْفِ وَهُوَ مَا لَانَ مِنْهُ وَالْأُذُنِ وَالسِّنِّ وَاللِّسَانِ وَالشَّفَةِ وَالْيَدِ وَالرِّجْلِ وَالْأَصَابِعِ وَالْأَنَامِلِ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَيَيْنِ وَالْفَرْجِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ بِشَرْطِ الْمُمَاثَلَةِ فَلاَتُؤْخَذُ يَمِيْنٌ بِيَسَارٍ وَلاَ أَعْلٰى بِأَسْفَلَ وَبِالْعَكْسِ وَلاَصَحِيْحٌ بِأَشَلَّ وَلاَ قِصَاصَ فِي عَظْمٍ فَلَوْ قَطَعَ الْيَدَ مِنْ وَسَطِ الذِّرَاعِ اقْتُصَّ مِنَ الْكَفِّ وَفِي الْبَاقِيْ حُكُوْمَةٌ وَيُقْتَصُّ لِلْأُنْثَى مِنَ الذَّكَرِ وَلِلطِّفْلِ مِنَ الْكَبِيْرِ وَلِلْوَضِيْعِ مِنَ الشَّرِيْفِ فِي النَّفْسِ وَالْأَعْضَاءِ وَلاَيَجُوْزُ أَنْ يَسْتَوْفِيَ الْقِصَاصَ اِلاَّ بِحَضْرَةِ السُّلْطَانِ أَوْ نَائِبِهِ فَإِنْ كَانَ مَنْ لَهُ الْقِصَاصُ يُحْسِنُهُ مَكَّنَهُ مِنْهُ وَاِلَّا أُمِرَ بِالتَّوْكِيْلِ وَاِنْ كَانَ الْقِصَاصُ لِاثْنَيْنِ لَمْ يَجُزْ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَنْفَرِدَ بِهِ فَإِنْ تَشَاحَّا فِيْمَنْ يَسْتَوْفِيْهِ أُقْرِعَ بَيْنَهُمَا وَلاَيُقْتَصُّ مِنْ حَامِلٍ حَتَّى تَضَعَ وَيَسْتَغْنِيَ الْوَلَدُ بِلَبَنِ غَيْرِهَا وَمَنْ قَطَعَ الْيَدَ ثُمَّ قَتَلَ تُقْطَعُ يَدُهُ ثُمَّ يُقْتَلُ فَإِنْ قَطَعَ الْيَدَ فَمَاتَ مِنْ ذٰلِكَ قُطِعَتْ يَدُهُ فَإِنْ مَاتَ فَهُوَ وَاِلَّا قُتِلَ وَمَتَى عَفَا مُسْتَحِقُّ الْقِصَاصِ عَلَى الدِّيَةِ سَقَطَ الْقِصَاصُ وَوَجَبَتِ الدِّيَةُ بَلْ لَوْ عَفَا بَعْضُ الْمُسْتَحِقِّيْنَ مِثْلُ أَنْ كَانَ لِلْمَقْتُوْلِ أَوْلاَدٌ فَيَعْفُوْ أَحَدُهُمْ سَقَطَ الْقِصَاصُ وَوَجَبَتِ الدِّيَةُ وَمَنْ قَتَلَ جَمَاعَةً أَوْ قَطَعَ عُضْوًا مِنْ جَمَاعَةٍ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ اقْتُصَّ مِنْهُ لِلْأَوَّلِ وَلِلْبَاقِيْنَ الدِّيَةُ فَإِنْ جَنَا عَلَيْهِمْ دَفْعَةً أُقْرِعَ وَاِنِ اشْتَرَكَ جَمَاعَةٌ فِيْ قَتْلِ وَاحِدٍ قُتِلُوْا بِهِ سَوَاءٌ اسْتَوَتْ جِنَايَتُهُمْ أَوْ

تَفَاوَتَتْ حَتّٰی لَوْجَرَحَهُ وَاحِد جِرَاحَةً وَآخَرُ مِائَةَ جِرَاحَةٍ وَمَاتَ وَكَانَتْ تِلْكَ الْجِرَاحَةُ الْمُفْرَدَةُ أَوْ تِلْكَ الْجِرَاحَاتُ مِمَّا لَوِ انْفَرَدَتْ لَقَتَلَتْ لَزِمَهُمَا الْقِصَاصُ اَللّٰهُمَّ اِلَّا أَنْ يَقْطَعَ الثَّانِيْ جِنَايَةَ الْأَوَّلِ بِأَنْ يَقْطَعَ الْأَوَّلُ يَدَهُ وَنَحْوَهَا وَيَقْطَعَ الثَّانِيْ رَقَبَتَهُ أَوْ يَقُدَّهُ نِصْفَيْنِ فَالْأَوَّلُ جَارِح وَ الثَّانِيْ قَاتِل وَلَوْ شَارَكَ الْعَامِدُ مُخْطِئًا فَلاَقِصَاصَ عَلٰى أَحَدٍ وَلَوْ شَارَكَ الْأَجْنَبِيُّ أَبًا اقْتُصَّ مِنَ الْأَجْنَبِيِّ وَيَجِبُ الْقِصَاصُ أَيْضًا فِيْ كُلِّ جُرْحٍ انْتَهٰی اِلٰی عَظْمٍ كَالْمُوْضِحَةِ فِی الرَّأْسِ وَالْوَجْهِ وَجُرْحِ الْعَضُدِ وَالسَّاقِ وَالْفَخِذِ اِذَا انْتَهَی الْجُرْحُ اِلَی الْعَظْمِ وَالْمُرَادُ بِالْمُوْضِحَةِ بِانْتِهَاءِ الْجُرْحِ اِلَی الْعَظْمِ أَنْ يَعْلَمَ وُصُوْلَ السِّكِّيْنِ أَوِ الْمِسَلَّةِ مَثَلاً اِلَی الْعَظْمِ وَلَا يُشْتَرَطُ ظُهُوْرُ الْعَظْمِ وَرُؤْيَتُهُ)

(جنایات کا بیان)

جنایات: جمع ہے: جنایۃ کی،

جنایت کی تعریف

لغت میں: جنایت گناہ کو کہتے ہیں۔

شرعاً : کسی کے بدن پر ایسی زیادتی کرنا جس سے قصاص یا مال واجب ہو اسے جنایت کہتے ہیں(تحقیق علی عمدۃ ص۲۱۰)

قتل کرنا کیسا ہے

کسی کو ناحق قتل کرنا کفر کے بعد بہت بڑا گناہ ہے۔

آیت: وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ(سورۂ بنی سرائیل۳۳) اور جس شخص(کے قتل) کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر۔(ترجمۂ قرآن)

حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا کے زوال سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک کسی مومن کو قتل کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے(آمین)

(قصاص واجب ہو گا اس شخص پر جو کسی انسان کو عمداً قتل کرے ایسا قتل جو خالص عمد اور ظلم ہو) اس میں تین قیود ہیں: (۱) عمد (۲) محض (۳) عدوان۔ پہلی قید سے قتل خطا نکل گیا لہٰذا خطأً کسی انسان کو قتل کرے تو اس قاتل پر قصاص واجب نہ ہو گا۔

دوسری قید سے عمد خطأ نکل گیا لہٰذا عمد خطأ کی صورت میں کسی انسان کو قتل کرے تو اس قاتل پر قصاص واجب نہ ہو گا۔

اور تیسری قید سے قتل بحق نکل گیا لہٰذا کسی انسان کو کسی حق کی وجہ سے قتل کرے جیسے قصاص میں تو اس قاتل پر قصاص واجب نہ ہو گا۔

(لیکن بچہ) پر اگرچہ مراہق ہو (اور مجنون پر) قصاص (مطلقاً واجب نہ ہو گا) اس لئے کہ وہ مرفوع القلم ہے یعنی احکام کے مکلف نہیں اور ان میں احکام لازم ہونے کی اہلیت نہیں ہے، مطلقا کا مطلب یہ ہے کہ بچہ اور مجنون دونوں چاہے مسلم ہوں یا کافر، آزاد ہوں یا غلام۔ (اور مسلمان پر) قصاص واجب (نہ ہو گا کافر معاہد) کو قتل کرنے کی وجہ سے (یا ذمی) کو قتل کرنے کی وجہ سے (یا کافر حربی یا مرتد کو قتل کرنے کی وجہ سے) اس لئے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: مسلمان کو کافر کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا،

[**معاهد:** اس کی تعریف کتاب الفرائض میں ملاحظہ فرمائیں

ذمی: اس کی تعریف باب الوقف میں ملاحظہ فرمائیں

حربی: اس کی تعریف کتاب الفرائض میں ملاحظہ فرمائیں]

(اور آزاد پر) قصاص واجب (نہ ہو گا غلام کو قتل کرنے کی وجہ سے) اس لئے کہ اس میں مثل و نظیر نہیں ہے (اور ذمی پر) قصاص واجب (نہ ہو گا مرتد کو قتل کرنے کی وجہ سے) اس لئے کہ ذمی معصوم ہے اور مرتد مہدر مباح ہے (باپ) پر اور (ماں) پر اور (ان دونوں کے باپ) پر یعنی دادا اور نانا پر (اور ان دونوں کی ماں پر) یعنی دادی اور نانی پر قصاص

واجب (نہ ہو گا لڑکے کو) قتل کرنے کی وجہ سے (یا لڑکے کے لڑکے کو) یعنی پوتے کو (قتل کرنے کی وجہ سے) اگرچہ نیچے تک یعنی پوتے کے لڑکے کو قتل کرنے کی وجہ سے بھی ان پر قصاص نہ ہو گا اس طرح نیچے تک۔

(اور اس شخص کو قتل کرنے کی وجہ سے) قصاص واجب (نہ ہو گا جس کو قتل کرنے سے لڑکے کے لئے قصاص ثابت ہوتا ہو مثلاً یہ کہ باپ ماں کو قتل کرے) مطلب یہ ہے کہ آدمی نے اپنے لڑکے کی ماں کو قتل کیا تو اب قصاص کا حق اس کے لڑکے کو حاصل ہو گا تو لڑکے کے باپ پر قصاص واجب نہ ہو گا،

(پھر جنایات تین) قسم کی (ہیں: ان میں پہلی قسم کی (خطأ) ہے (اور) دوسری قسم کی (عمد خطأ) ہے (اور) تیسری قسم کی (عمد محض) ہے اب آگے مصنف ہر ایک کی تعریف بیان فرمارہے ہیں:

(مثلاً یہ کہ تیر دیوار کی طرف پھینکے اور کسی انسان کو لگ جائے) اور وہ مر جائے اسی طرح کسی متعین انسان کی طرف پھینکے لیکن دوسرے انسان کو لگ جائے اور وہ مر جائے (یا) مثلاً یہ کہ (اونچی جگہ سے پھسل جائے اور کسی انسان پر گر جائے) اور مر جائے (اور اس خطأ) والی قسم (کا ضابطہ یہ ہے کہ فعل کا تو قصد ہو کسی شخص کا قصد نہ ہو) مثلاً یہ کہ تیر دیوار کی طرف پھینکے اور کسی انسان کو لگ جائے اس میں فعل کا قصد ہے وہ یہ کہ دیوار کی طرف پھینکنا کسی شخص کی طرف پھینکنے کا قصد نہیں ہے (یا دونوں کا قصد نہ ہو) یعنی نہ فعل کا قصد ہو اور نہ کسی شخص کا مثلاً یہ کہ اونچی جگہ سے پھسلنا اس میں نہ فعل کا قصد ہے اور نہ کسی شخص کا (اس کو خطأ کہتے ہیں۔ اور عمد خطأ یہ ہے کہ ایسی چیز سے جنایت کا) یعنی کسی پر زیادتی کا (قصد کرے جس سے غالبا قتل نہ ہوتا ہو مثلاً یہ کہ کسی کو ہلکی لکڑی سے مارے غیر مقتل میں اور) اسی طرح (لکڑی کے مانند) کسی ایسی چیز سے مارے جس سے غالباً قتل نہ ہوتا ہو

اور وہ مر جائے (اور قتل عمد یہ ہے کہ ایسی چیز سے جنایت کا قصد کرے جس سے غالباً قتل ہوتا ہو چاہے) پھر (وہ) چیز جس سے غالباً قتل ہوتا ہو (وزنی چیز ہو) مثلاً بڑا پتھر وغیرہ (یا دھاردار) چیز ہو مثلاً چاقو وغیرہ، آگے مصنف فروعی مسائل بیان فرمارہے ہیں:

(اگر کوئی آدمی عمداً کسی نفس) پر جنایت کرے (یا اطراف پر جنایت کرے) مطلب یہ ہیکہ کوئی آدمی عمداً کسی کو قتل کرے یا عمداً کسی کے اعضاء میں سے کوئی عضو کاٹ دے (تو) اس صورت میں جانی پر (قصاص واجب ہو گا لہٰذا اعضاء میں) قصاص (واجب ہو گا جبکہ اعضاء میں قصاص کا استیعاب زیادتی کے بغیر ممکن ہو) زیادتی کے بغیر ممکن نہ ہو تو قصاص واجب نہ ہو گا مطلب یہ ہے کہ جانی مجنی علیہ کے مثلاً بازو کو کاٹ دے تو اب مجنی علیہ کے لئے جانی کے بازو کو قصاصاً کاٹنا زیادتی کے بغیر ممکن ہو تو جانی کے اس عضو میں قصاص واجب ہو گا اور اگر زیادتی کے بغیر ممکن نہ ہو تو اس عضو میں قصاص واجب نہ ہو گا، آگے مصنف ان چیزوں کو بیان فرمارہے ہیں جن میں قصاص واجب ہوتا ہے:

(جیسے آنکھ) اور (پلکیں) اور (مارن انف: ناک کے اگلے نرم حصے کو مارن انف کہتے ہیں) اور (کان) اور (دانت) اور (زبان) اور (ہونٹ) اور (ہاتھ) اور (پاؤں) اور (انگلیاں) اور (پورے) اور (عضو تناسل) اور (خصیتین) اور (شرمگاہ اور ان کے مانند) جیسے سرینیں، کہنیاں اور گھٹنے (بشرطیکہ) اعضاء میں (برابری ہو) یعنی جانی نے جس عضو پر جنایت کی ہو مجنی علیہ کے بھی اسی عضو میں قصاص ہو گا جیسے جانی نے مجنی علیہ کے دائیں ہاتھ پر جنایت کی ہو تو مجنی علیہ کے بھی دائیں ہاتھ میں قصاص ہو گا (لہٰذا بائیں) ہاتھ یا بائیں پاؤں (کے بدلے میں دایاں) ہاتھ یا دایاں پاؤں (نہیں کاٹا جائے گا) یعنی جنایت بائیں پر کی ہو تو قصاص میں دایاں نہیں لیا جائے گا (اور اسفل کے بدلہ میں اعلی نہیں) لیا جائے گا یعنی جنایت مثلاً نچلے پلک پر کی ہو تو قصاص میں بالائی پلک نہیں کاٹا جائے گا (اور برعکس)

یعنی دائیں کے بدلے میں بایاں اور اعلی کے بدلہ میں اسفل نہیں لیا جائے گا (اور شل) عضو (کے بدلہ میں صحیح) عضو (نہیں) لیا جائے گا اگرچہ جانی راضی ہو (اور ہڈی میں قصاص نہیں ہے) یعنی کسی کی ہڈی توڑے تو اس کا قصاص نہیں ہے اس لئے کہ اس میں بالوثوق مماثلت نہیں ہوتی۔

(اگر کوئی شخص کلائی کے بیچ سے ہاتھ کاٹے تو ہتھیلی سے قصاص لیا جائے گا) مطلب یہ ہیکہ کوئی شخص کلائی کے بیچ سے کسی کا ہاتھ کاٹے تو اس کے قصاص میں جانی کی ہتھیلی کاٹ دی جائے گی مجنی علیہ کی طرح ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اس لئے کہ اس میں مماثلت ممکن نہیں ہے (اور باقی میں حکومت) واجب (ہو گی) یعنی ہتھیلی سے اوپر کلائی کے کٹے ہوئے حصے میں حکومت واجب ہو گی،

حکومت کی تعریف: زخم کے پہلے کی قیمت اور بعد کی قیمت کے درمیان جو فرق ہو اس کے مطابق دیت کا حصہ ہو گا اس کو حکومت کہتے ہیں۔ مثلاً اگر وہ شخص غلام ہوتا اور زخم کے پہلے اس کی قیمت ایک سو روپیہ ہوتی اور زخم کے بعد نوے روپیہ ہوتی ہے تو فرق دسوے حصہ کا ہوا لہذا دس اونٹ لازم ہوں گے۔ (كفاية الأخيار ص ٦١١)

مجنی علیہ مذکر ہو یا مؤنث، عالم ہو یا جاہل وغیرہ تب بھی جان اور عضو کا قصاص واجب ہو گا، آگے مصنف اس کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں:

(اور مؤنث کے لئے مذکر سے نفس اور اعضاء میں قصاص لیا جائے گا) اور (بچے کے لئے بڑے سے) نفس اور اعضاء میں قصاص لیا جائے گا (اور کمتر کے لئے شریف سے) نفس اور اعضاء میں قصاص لیا جائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: **كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ** (سورۂ بقرہ ۱۷۸) عام ہے اور اسی کے مانند باقی ادلہ ہیں۔ شریف سے مراد وہ آدمی ہے جو مرتبہ کی وجہ سے بڑا ہو یا کثرت مال کی وجہ سے بڑا ہو یا جس کا تعلق بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خاندان سے ہو۔

(اور) کسی کے لئے (جائز نہیں ہے کہ قصاص لے مگر بادشاہ یا اس کے نائب کی موجودگی میں) مطلب یہ ہیکہ قصاص کو لینا بادشاہ یا اس کے نائب کی اجازت پر موقوف رہے گا اس لئے کہ اس کی اجازت کے بغیر لینے میں اندیشہ ہے (اگر ایسا شخص جس کے لئے پہلے قصاص کا ذکر ہوا اچھی طرح قصاص لینا جانتا ہو) یعنی مجنی علیہ قوی ہو اور قصاص کی کیفیت کو جانتا ہو (تو اس سے) یعنی جانی سے (مجنی علیہ کو قصاص لینے کی قدرت) یعنی موقع (دے) تا کہ اسے تشفی حاصل ہو (ورنہ) یعنی اگر قصاص اچھی طرح لینا نہ جانتا ہو جیسے بوڑھا ہو تو (توکیل کا حکم دے) یعنی وکیل بنانے کا حکم دے (اور اگر قصاص دو آدمی کے لئے) ثابت (ہو تو دو میں سے کسی ایک کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اکیلا) دوسرے کی اجازت کے بغیر (قصاص کو وصول کرے) اس لئے کہ اس میں دوسرے کا حق ضائع ہو گا اور اگر دونوں متفق ہوں اس بات پر کہ دونوں میں سے کوئی ایک قصاص کو لے تو جائز ہے ایک کا قصاص لینا اور قصاص لینے والا دوسرے کی طرف سے وکیل ہو گا، دونوں کے لئے ایک ساتھ قصاص وصول کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس میں تعذیب وتکلیف ہے۔

(اگر قصاص لینے والے کے بارے میں دونوں میں سے ہر ایک بخل کرے) یعنی ایک کہے میں قصاص لوں گا اور دوسرا کہے میں لوں گا (تو دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی) جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ دوسرے کی اجازت سے قصاص وصول کرے گا (اور حاملہ سے) جان یا عضو کا (قصاص نہیں لیا جائے گا یہاں تک کہ وضع حمل ہو اور) پیدا شدہ (بچہ ماں کے دودھ سے مستغنی ہو جائے اس کے علاوہ کے دودھ کی وجہ سے) مطلب یہ ہیکہ وضع حمل کے بعد اگر بچہ ماں کے دودھ کے علاوہ یعنی دوسری عورت یعنی مرضعہ یا حیوان کے دودھ سے زندہ رہتا ہو تو ماں سے قصاص لیا جائے گا (اور جو جانی کسی کا ہاتھ کاٹے پھر اس کو قتل کرے تو جانی کا ہاتھ کاٹا جائے گا پھر اس کو قتل کیا جائے گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَيْكُمْ (سورۂ بقرۃ ۱۹۴)

سو جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے(ترجمۂ قرآن) (اگر جانی کسی کا ہاتھ کاٹے اور مجنی علیہ ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے مر جائے تو جانی کا ہاتھ کاٹا جائے گا پھر اگر جانی مر جائے) ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے (تو قصاص کامل ہو گیا ورنہ) یعنی اگر ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے جانی نہ مرے تو وہ (قتل کیا جائے گا) تاکہ برابری ہو جائے (اور جب قصاص کا مستحق) یعنی مجنی علیہ یا دوسرے حقدار (دیت) کی شرط (پر) قصاص کو (درگزر کرے تو قصاص ساقط ہو گا) جانی سے (اور) اس پر (دیت واجب ہو گی بلکہ اگر بعض مستحقین درگزر کرے) آگے مصنف اس کی مثال بیان فرمارہے ہیں:

(مثلاً یہ کہ مقتول کی اولاد ہوں اور ان میں سے کوئی ایک) قصاص کو دیت کی شرط پر (درگزر کرے تو قصاص ساقط ہو گا اور دیت واجب ہو گی) مطلب یہ ہے کہ بعض مستحقین بھی اگر قصاص کو دیت کی شرط پر چھوڑ دے تو ساقط ہو گا دوسروں کا درگزر کرنا سقوطِ قصاص کے لئے شرط نہیں ہے اور اگر کوئی مطلقاً یعنی قصاص اور دیت دونوں سے درگزر کرے تو اس کا حق ساقط ہو گا اور باقی مستحقین کے لئے دیت واجب ہو گی۔

(اور جو جانی کسی جماعت کو یکے بعد دیگرے قتل کرے یا جماعت کے) ہر فرد کے (عضو کو) یکے بعد دیگرے (کاٹ دے تو جانی سے پہلے کا قصاص لیا جائے گا اور باقی لوگوں کے لئے) قصاص کے بدلہ میں (دیت) ہو گی اس لئے کہ اب ان کے لئے قصاص لینا ممکن نہیں ہے، مطلب یہ ہیکہ جانی نے جماعت میں سے سب سے پہلے جس کو قتل کیا ہے اس کے قصاص میں جانی کو قتل کریں گے اور اس کے ترکہ میں باقی لوگوں کے لئے دیت لازم ہو گی یا جماعت میں سے سب سے پہلے جانی نے جس کے عضو کو کاٹا ہے اس کے قصاص میں جانی کے عضو کو کاٹیں گے اور باقی لوگوں کے لئے قصاص کے بدلہ میں جانی کے ذمہ دیت لازم ہو گی (اور اگر جانی نے جماعت پر بیک وقت جنایت کی تو قرعہ اندازی کی جائے گی) مطلب یہ ہیکہ جانی نے

جماعت پر بیک وقت حملہ کر کے ان کو قتل کیا یا ہر ایک کے عضو کو کاٹا اور اب معلوم نہیں کہ پہلے کس کا قتل ہوا یا پہلے کس کا عضو کاٹا گیا تو قتل کی صورت میں قرعہ اندازی کریں گے جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ جانی کو قصاص میں قتل کرے گا اور باقی لوگوں کے لئے جانی کے ترکہ میں دیت لازم ہوگی۔ اسی طرح عضو کاٹنے کی صورت میں بھی قرعہ اندازی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

(اور اگر ایک شخص کو قتل کرنے میں جماعت شریک ہوں تو اس کے قصاص میں جماعت کو قتل کیا جائے گا) جیسا کہ حضرت عمرؓ سے ثابت ہے (چاہے جماعت میں سے ہر ایک کی جنایت برابر ہو یا فرق ہو یہاں تک کہ اگر) جماعت میں سے (ایک نے مجنی علیہ کو ایک زخم لگایا ہو اور دوسرے نے سو زخم لگائے ہوں اور مجنی علیہ مر گیا ہو اور وہ ایک زخم ایسا ہو یا وہ سو زخم ایسے ہوں کہ ان میں سے اگر ہر ایک زخم تنہا ہوتا تو وہ ضرور قتل کرتا) مطلب یہ ہیکہ ایک زخم کرنے والے کا زخم ایسا ہو کہ اس کے ساتھ دوسرے کے سو زخم نہ ہوتے تو وہ ایک زخم بھی مجنی علیہ کے قتل کا سبب بنتا اسی طرح سو زخم کرنے والے کے زخم ایسے ہوں کہ ان کے ساتھ دوسرے کا ایک زخم نہ ہوتا اور وہ سو زخم بھی مجنی علیہ کے قتل کا سبب بن جاتے (تو) اب آگے مصنف حتی کے بعد جو لفظِ ''لو'' مذکور ہے اس کا جواب بیان فرمارہے ہیں:

(دونوں پر) یعنی ایک زخم کرنے والے اور سو زخم کرنے والے پر (قصاص لازم ہوگا) مطلب یہ ہیکہ دونوں کو قصاصاً قتل کیا جائے گا، **اللھم** کے معنی یا اللہ ہے لیکن ایسے مواقع میں اس سے مراد نعم ہوتا ہے (ہاں مگر یہ کہ دوسرا جانی) اپنی جنایت سے (پہلے جانی کی جنایت کو ختم کر دے اس طرح کہ پہلا جانی مجنی علیہ کا ہاتھ کاٹے اور اس کے مانند) مثلاً پاؤں کاٹے (اور دوسرا جانی مجنی علیہ کی گردن کاٹے یا اس کے) یعنی مجنی علیہ کے (نصف نصف دو ٹکڑے کرے تو پہلا جانی جارح) یعنی مجنی علیہ کا ہاتھ یا پیر کاٹنے

والا شمار (ہو گا) لہٰذا اس پر ہاتھ یا پیر کا قصاص یا اس کی دیت لازم ہو گی (اور دوسرا جانی قاتل ہو گا) اس لئے کہ اس نے پہلے جانی کی جنایت کو ختم کر دیا اس طرح کہ دوسرے جانی نے اسے قتل کر دیا لہٰذا اس پر قتل کا قصاص لازم ہو گا (اور اگر عامد) یعنی عمداً قتل کرنے والے (کے ساتھ مخطی شریک ہو جائے) جنایت میں، مطلب یہ ہے کہ عامد عمداً مجنی علیہ پر تیر پھینکے اور مخطی پرندہ کی طرف پھینکے لیکن مجنی علیہ کو لگ جائے بہر حال مجنی علیہ کا قتل ہو جائے (تو) اب دونوں میں سے (کسی پر قصاص نہ ہو گا) عامد اور مخطی میں مخطی کی جنایت کو غلبہ دیتے ہوئے لہٰذا عامد کے مال میں عمد کی نصف دیت واجب ہو گی اور مخطی کے عاقلہ پر خطاٗ کی نصف دیت واجب ہو گی،

(اور اگر) عامد (اجنبی) یعنی عمداً قتل کرنے والا اجنبی (کے ساتھ باپ شریک ہو جائے) بیٹے کو قتل کرنے میں (تو) صرف (اجنبی سے قصاص لیا جائے گا) لہٰذا قصاصاً اجنبی کو قتل کیا جائے گا، باپ سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اس لئے کہ بیٹے کا قصاص باپ پر واجب نہیں ہوتا (اور ہر اس زخم میں بھی قصاص واجب ہوتا ہے جو زخم ہڈی تک پہنچا ہو جیسے موضحہ زخم سر اور چہرہ میں) موضحہ کی تفصیل آگے مذکور ہے (اور) جیسے (بازو) کا زخم اور (پنڈلی) کا زخم (اور ران کا زخم) کہ ان میں قصاص واجب ہو گا (جب کہ زخم ہڈی تک پہنچے اور موضحہ اور زخم کے ہڈی تک پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ جارح) زخم کرنے والے (کو چھری) کے ہڈی تک پہنچنے کا علم ہو (یا مثلاً سُوا کے ہڈی تک پہنچنے کا علم ہو۔)

مسلة کا معنی: سوا۔[جس آلہ کے ذریعہ برف پھوڑا جاتا ہے اس آلہ کو ہمارے یہاں سُوا کہتے ہیں] بڑی سوئی [جس آلہ کے ذریعہ تھیلی کا منہ بند کیا جاتا ہے اس آلہ کو ہمارے یہاں دابن کہتے ہیں اور بڑی سوئی سے مراد یہ ہی ہے] ج:۔مسال (بیان اللسان ص ۷۵۹) (اور) قصاص واجب ہونے کے لئے (ہڈی کا ظاہر ہونا اور نظر آنا شرط نہیں ہے)

واللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالی

(فصل)

(إذَا كَانَ الْقَتْلُ خطَأً أَوْ عَمْدَ خطإ أَوْ آلَ الْأَمْرُ فِى الْعَمْدِ بِالْعَفْوِ اِلَى الدِّيَةِ وَجبتِ الدِّيَةُ وَدِيَةُ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ الذَّكَرِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ فَإِنْ كَانَ عَمْدًا فَهِىَ مُغَلَّظَةٌ مِنْ ثَلاثَةِ أَوْجهٍ كَوْنُهَا حَالَّةً وَعَلَى الْجَانِىْ وَمُثَلَّثَةً ثَلَاثِيْنَ حِقَّةً وَثَلاثِيْنَ جَذَعَةً وَأَرْبَعِيْنَ خِلْفَةً أَىْ حَوَامِلَ فِىْ بُطُوْنِهَا أَوْلَادُهَا وَاِنْ كَانَ عَمْدَ خَطإٍ فَهِىَ مُغَلَّظَةٌ مِنْ وَجْهٍ وَاحِدٍ كَوْنِهَا مُثَلَّثَةً مُخَفَّفَةً مِنْ وَجْهَيْنِ كَوْنِهَا مُؤَجَّلَةً وَعَلَى الْعَاقِلَةِ وَاِنْ كَانَ خَطأً فَهِىَ مُخَفَّفَةٌ مِنْ ثَلاثَةِ أَوْجهٍ كَوْنِهَا مُؤَجَّلَةً وَعَلَى الْعَاقِلَةِ وَمُخَمَّسَةً عِشْرِيْنَ بِنْتَ مَخَاضٍ وَعِشْرِيْنَ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِشْرِيْنَ ابْنَ لَبُوْنٍ وَعِشْرِيْنَ حِقَّةً وَعِشْرِيْنَ جَذَعَةً. اَللّٰهُمَّ اِلاَّ أَنْ يَقْتُلَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ أَوْ فِى الْحَرَمِ أَوْ فِىْ أَشْهُرِ الْحُرُمِ وَهِىَ ذُو الْقَعْدَةِ وَ ذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ فَإِنَّهَا تَكُوْنُ مُثَلَّثَةً خَطأً كَانَ أَوْ عَمْدًا وَلاَيُؤْخَذُ فِى الْإِبِلِ مَعِيْبٌ فَإِنْ تَرَاضَوْا عَلَى الْعِوَضِ عَنِ الْإِبِلِ جَازَ وَدِيَةُ الْمَرْأَةِ فِى النَّفْسِ وَغَيْرِهَا نِصْفُ دِيَةِ الرَّجُلِ وَدِيَةُ الْيَهُوْدِىِّ وَالنَّصْرَانِىِّ ثُلُثُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ وَدِيَةُ الْمَجُوْسِىِّ ثُلُثَا عُشْرِ دِيَةِ الْمُسْلِمِ وَدِيَةُ الْعَبْدِ قِيْمَتُهُ وَأَعْضَاؤُهُ وَجِرَاحَاتُهُ مَانَقَصَ مِنْهَا وَفِيْمَا اِذَا ضَرَبَ بَطْنَهَا فَأَلْقَتْ جَنِيْنًا مَيِّتًا غُرَّةٌ وَهِىَ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ سَلِيْمٌ بِقِيْمَةِ نِصْفِ عُشْرِ دِيَةِ الْأَبِ أَوْ عُشْرِ دِيَةِ الْأُمِّ وَالْعَاقِلَةُ هِىَ الْعَصَبَاتُ مَا عَدَا الْأَبَ وَالْجَدَّ وَالْإِبْنَ وَابْنَ الْإِبْنِ وَلاَيَعْقِلُ فَقِيْرٌ وَلاَصَبِىٌّ وَلاَ مَجْنُوْنٌ وَلاَ كَافِرٌ عَنْ مُسْلِمٍ وَعَكْسُهُ فَيَجِبُ عَلَيْهِمْ دِيَةُ النَّفْسِ الْكَامِلَةُ أَعْنِى الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ فِىْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ فَيَجِبُ عَلَى كُلِّ غَنِىٍّ عِنْدَ الْحَوْلِ فِىْ كُلِّ سَنَةٍ نِصْفُ دِيْنَارٍ وَعَلَىٰ كُلِّ مُتَوَسِّطٍ رُبُعُ دِيْنَارٍ فَإِذَا بَقِىَ شَيْئٌ أُخِذَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ وَاِنْ كَانَ الْوَاجِبُ أَقَلَّ مِنْ دِيَةِ النَّفْسِ الْكَامِلَةِ كَوَاجِبِ الْجِرَاحَاتِ وَدِيَةِ الْجَنِيْنِ وَالْمَرْأَةِ وَالذِّمِّىِّ فَمَا كَانَ قَدْرَ ثُلُثِ الْكَامِلَةِ أَوْ أَقَلَّ فَفِىْ سَنَةٍ وَاِنْ كَانَ الثُّلُثَانِ أَوْ أَقَلَّ فَالثُّلُثُ فِىْ سَنَةٍ وَالْبَاقِىْ فِى الثَّانِيَةِ فَإِنْ زَادَ عَلَى الثُّلُثَيْنِ فَالثُّلُثَانِ فِىْ سَنَتَيْنِ وَالْبَاقِىْ فِى الثَّالِثَةِ وَكُلُّ عُضْوٍ مُفْرَدٍ فِيْهِ جَمَالٌ وَمَنْفَعَةٌ اِذَا قُطِعَ وَجَبَتْ فِيْهِ دِيَةٌ كَامِلَةٌ مِثْلُ دِيَةِ صَاحِبِ الْعُضْوِ لَوْ قَتَلَهُ وَكَذَا كُلُّ عُضْوَيْنِ مِنْ جِنْسٍ فَفِيْهِمَا الدِّيَةُ وَفِىْ أَحَدِهِمَا نِصْفُهَا وَكَذَا الْمَعَانِى وَاللَّطَائِفُ فَفِىْ كُلِّ مَعْنًى مِنْهَا الدِّيَةُ فَفِىْ قَطْعِ الْأُذُنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِىْ أَحَدِهِمَا نِصْفُهَا وَمِثْلُهُمَا الْعَيْنَانِ وَالشَّفَتَانِ وَاللَّحْيَانِ وَالْكَفَّانِ بِأَصَابِعِهِمَا وَالْقَدَمَانِ بِأَصَابِعِهِمَا وَالْأَلْيَتَانِ وَالْأُنْثَيَانِ

وَالْأَجْفَانُ وَحَلَمَتَا الْمَرْأَةِ وَشُفْرَاهَا وَمَارِنُ الْأَنْفِ وَاللِّسَانُ وَالْحَشَفَةُ وَجَمِيعُ الذَّكَرِ وَكَذَا فِيْ شَلَلِ هٰذِهِ الْأَعْضَاءِ وَالْإِفْضَاءِ وَسَلْخِ الْجِلْدِ وَكَسْرِ الصُّلْبِ وَإِذْهَابِ الْعَقْلِ وَالسَّمْعِ أَوِ الضَّوْءِ أَوِ النُّطْقِ أَوِ الشَّمِّ أَوِ الذَّوْقِ وَفِيْ كُلِّ إِصْبَعٍ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ وَفِيْ كُلِّ سِنٍّ خَمْس وَأَمَّا الْجِرَاحَاتُ فِي الْبَدَنِ فَالْحُكُوْمَةُ وَفِي الرَّأْسِ وَالْوَجْهِ فَمَا دُوْنَ الْمُوْضِحَةِ فِيْهِ الْحُكُوْمَةُ وَأَمَّا الْمُوْضِحَةُ وَهِيَ مَا أَوْضَحَتِ الْعَظْمَ فَفِيْهَا خَمْس مِنَ الْإِبِلِ وَبَقِيَتْ جِنَايَات أُخَرُ آثَرْتُ تَرْكَهَا لِئَلاَّ يَطُوْلَ الْكَلَامُ وَلَاتَجِبُ الدِّيَةُ بِقَتْلِ الْحَرْبِيِّ وَالْمُرْتَدِّ وَمَنْ وَجَبَ رَجْمُهُ بِالْبَيِّنَةِ أَوْ تَحَتَّمَ قَتْلُهُ فِي الْمُحَارَبَةِ وَلاَ عَلَى السَّيِّدِ بِقَتْلِ عَبْدِهِ)

(فصل)

دیات کے بیان میں

دیات جمع ہے: دیت کی۔

دیت کی تعریف

جنایت کی وجہ سے جو مال واجب ہوتا ہے اس کو دیت کہتے ہیں (کفایة ص ۶۰۳)

(قتل خطأً ہو یا عمد خطأً) [شبہہ عمد] ہو (یا عمد میں معاملہ دیت کی طرف لوٹے گا قصاص کو معاف کرنے کی وجہ سے) یا مانع قصاص پائے جانے کی وجہ سے (اور آزاد، مسلم، مرد کی دیت سو اونٹ ہیں) آزاد سے غلام نکل گیا، مسلم سے کافر اپنی انواع کے ساتھ نکل گیا اور مذکر سے مؤنث نکل گیا۔ ان کا ذکر عنقریب آئے گا آگے مصنف دیت کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں:

(اگر) قتل (عمد ہو تو اس کی دیت مغلظہ ہوگی تین اعتبار سے) (۱) (دیت فوری ہوگی) یعنی دیت فوراادا کرنی ہوگی (اور) (۲) (جانی پر) دیت ہوگی یعنی اس کے عاقلہ پر نہ ہوگی (اور) (۳) (مثلثہ) ہوگی تثلیث کے معنی ہے (تیس حقہ اور تیس جذعہ اور چالیس خلفہ) خلفہ (یعنی حاملہ جن کے پیٹوں میں اولاد ہوں۔ اور اگر) قتل (عمد خطأً ہو تو اس کی

دیت مغلظہ ہو گی ایک اعتبار سے) اور (وہ ہے دیت کا مثلثہ ہونا) اور اس کی دیت (مخففہ ہو گی دو اعتبار سے) اور (وہ ہے دیت کا مؤجل ہونا) یعنی فوراً ادا کرنا نہیں ہے بلکہ تین سال میں ادا کرے گا، [وضاحت آگے آئے گی] (اور) جانی کے (عاقلہ پر واجب ہونا) دلیل: دو عورتوں میں لڑائی ہو گئی ایک نے پتھر مارا اور عورت اور اس کے حمل کو قتل کر دیا اور حمل کو ساقط کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے قاتلہ کے عاقلہ پر دیت لازم کی (اور اگر) قتل (خطأً ہو تو اس کی دیت مخففہ ہو گی تین اعتبار سے) اور (وہ ہے دیت کا مؤجل ہونا اور عاقلہ پر واجب ہونا (اور مخمسہ) ہونا تخمیس کے معنی ہے (بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس ابن لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ) [ان کی تعریف جلد دوم باب صدقۃ المواشی میں ملاحظہ فرمائیں]

(ہاں مگر یہ کہ محرم رشتہ دار کو قتل کرے) مطلب یہ ہیکہ نسبی رشتہ کی وجہ سے جو حرام ہے اس کو قتل کرے تو دیت مخففہ مغلظہ ہو جاتی ہے۔ رضاعی اور سسرالی رشتہ کی وجہ سے جو حرام ہو اس کو قتل کرنے سے دیت مخففہ مغلظہ نہیں ہوتی۔ (یا حرم) مکہ (میں) قتل کرے نہ کہ حرم مدینہ میں (یا اشہر حرم میں) قتل کرے (اور اشہر حرم یہ ہیں): (۱) (ذو القعدہ اور) (۲) (ذوالحجہ اور) (۳) (محرم اور) (۴) (رجب تو مذکورہ) تینوں (صورتوں میں دیت مثلثہ ہو گی) یعنی مغلظہ ہو گی چاہے قتل (خطأً ہو یا عمد، اور دیت کے اونٹوں میں عیب دار) اونٹ (نہیں لیا جائے گا) مطلب یہ ہیکہ اس عیب والا اونٹ نہیں لیا جائے گا جس عیب کی وجہ سے بیع میں رد ہو (اگر اونٹ کے بدلہ عوض پر راضی ہو جائیں تو جائز ہے) اس لئے کہ یہ حق ذمہ میں مستقر اور ثابت ہے لہٰذا اس کے بدلہ عوض لینا جائز قرار دیا گیا (اور عورت کے جان) کی دیت (اور جان کے علاوہ کی دیت مرد کی نصف دیت ہے) مطلب یہ ہیکہ مرد کے جان کی جو دیت ہے اس کی نصف دیت عورت کے جان کی ہو گی اسی طرح جان کے علاوہ مثلاً عضو کی جو دیت ہے اس کی نصف دیت عورت کی جان کے علاوہ کی ہو گی،

(یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی تہائی دیت ہو گی) یعنی مسلمان کی دیت کا تیسرا حصہ یہودی اور نصرانی کی دیت ہو گی (اور مجوسی کی دیت مسلمان کی دیت کے دسویں حصہ کے دو ثلث ہیں۔ اور غلام) یا باندی (کی دیت اس کی قیمت ہے) یعنی غلام یا باندی کی قیمت اگر نو سو درہم ہو تو نو سو درہم لازم ہوں گے دیت میں،

(اور غلام کے اعضاء اور زخموں کی) دیت (جو قیمت میں کمی آئے) مطلب یہ ہیکہ غلام پر جنایت کی وجہ سے اس کی قیمت میں جو کمی آئی وہ دیت ہو گی مثلاً جنایت سے پہلے غلام کی قیمت دس ہزار روپے تھی اور جنایت کی وجہ سے نو ہزار روپے ہو گئی تو ایک ہزار روپے جو قیمت میں کمی آئی وہ دیت ہو گی۔

(اور جب کوئی آدمی) حاملہ (عورت کے پیٹ پر مارے) یا پیٹ کے علاوہ کسی اور جگہ پر مارے یا مارے نہیں بلکہ صرف دھمکائے (اور اس سبب سے) اس کا (حمل مردہ ہونے کی حالت میں گر جائے تو اس صورت میں غرہ واجب ہو گا) چاہے حمل مذکر ہو یا مؤنث یا خنثیٰ، کامل الاعضاء ہو یا ناقص الاعضاء، معلوم النسب ہو یا مجہول النسب کوئی فرق نہیں یعنی تب بھی غرہ واجب ہو گا اور اگر زندہ حمل گر جائے اور پھر مر جائے تو اس صورت میں دیت واجب ہو گی غرہ واجب نہ ہو گا۔ (اور غرہ وہ غلام یا باندی ہے جو) ایسے عیب سے (محفوظ ہو) جس کی وجہ سے بیع میں رد کیا جائے (اور غرہ باپ کی دیت کے بیسویں حصے کی قیمت کے برابر ہو گا یا ماں کی دیت کے دسویں حصے کی قیمت کے برابر ہو گا) اس میں کفر کے مطابق اختلاف ہو گا، یہ جنین کے آزاد ہونے کی صورت میں ہے اگر جنین رقیق ہو تو قیمت لازم ہو گی (اور عاقلہ) جو قتل خطأ اور شبہہ عمد میں دیت اٹھاتے ہیں (سے مراد عصبات ہیں) چاہے نسب کے ہوں یا ولاء کے (باپ اور دادا) چاہے عالی ہو مثلاً پر دادا (اور بیٹا اور پوتا) چاہے نیچے کے ہوں مثلاً پر پوتا (کے علاوہ) یعنی جانی کے اصول اور فروع دیت سے

مستثنٰی ہیں۔ یہ دیت ادا نہ کریں گے (اور فقیر دیت ادا نہ کرے گا) اگرچہ کماتا ہو اس لئے کہ دیت دینا مواسات اور ہمدردی ہے اور فقیر اس کا اہل نہیں ہے (اور دیت نہیں دے گا بچہ اور نہ مجنون) نہ عورت نہ خنثٰی، اس لئے کہ عقل [دیت دینے] کی بناء نصرت و مدد پر ہے اور ان کے مال سے مدد درست نہیں (اور کافر دیت نہیں دیگا مسلمان کی طرف سے اور نہ عکس ہوگا) یعنی مسلمان کافر کی طرف سے دیت نہیں دے گا۔ ان میں موالات اور تعلق نہیں لہٰذا نصرت و مدد بھی نہ ہوگی۔ یہودی نصرانی کی اور نصرانی یہودی کی دیت ادا کریں گے اس لئے کہ کفر ایک ملت ہے اور اس لئے بھی کہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔ معاہد ذمی کی طرح ہے۔ لہٰذا ایک دوسرے کی طرف سے ادا کرے گا اگر مدت عہد وقت دیت سے زیادہ ہو۔ حربی ذمی کی طرف سے ادا نہیں کرے گا اور نہ ذمی حربی کی طرف سے۔ مناصرت و مدد آپس میں نہ ہونے کی وجہ سے۔

آگے مصنف دیت کی تفصیل بیان کررہے ہیں جس کو عاقلہ ادا کریں گے،

(لہٰذا ان پر) یعنی عصبات پر، نفس میں کامل دیت واجب ہوگی (میری مراد ہے سو اونٹ تین سال میں) اور تاجیل میں تین سال اجماع سے ثابت ہے (لہٰذا ہر غنی پر ہر سال کے آخر میں نصف دینار واجب ہوگا) زکوت میں واجب ہونے والی مقداروں میں یہ اقل مقدار ہے (اور ہر متوسط پر ربع) پاؤ (دینار) واجب ہوگا (اگر باقی رہ جائے) واجب میں سے سال کے آخر میں (کچھ تو بیت المال میں سے لیا جائے گا) اگر جانی مسلمان ہو اس لئے کہ مسلمان کے مرنے کی صورت میں وارث نہ ہو تو بیت المال وارث ہوتا ہے بس اسی طرح دیت بھی اٹھائے گا۔ (اور اگر واجب) جنایت سے (نفس کی کامل دیت سے کم ہو جیسے جراحات میں واجب ہونے والے) دیت (اور جنین، اور عورت اور ذمی کی دیت تو اس میں سے جو ثلث کے بقدر ہو یا اس سے کم ہو تو) دونوں صورتوں میں (سال کے اخیر میں لی جائے گی اور اگر

دو ثلث کے بقدر ہو یا دو ثلث سے کم ہو تو اس میں سے ایک ثلث پہلے سال کے آخر میں اور باقی حصہ) یعنی ثلثین والی صورت میں ثلث اور دو ثلث سے کم والی صورت میں ثلث سے کم (دوسرے سال کے آخر میں لیا جائے گا اور اگر) واجب (دو ثلث سے زیادہ ہو تو دو ثلث دو سالوں میں) یعنی ہر سال کے آخر میں ثلث (اور باقی ماندہ حصہ تیسرے سال کے آخر میں) لیا جائے گا۔ (اور ہر مفرد) "اکیلا" (عضو جس میں جمال) خوبصورتی (اور منفعت ہو) جیسے زبان ناطق اور ذکر عامل (جب اس کو جانی کاٹ دے تو اس میں کامل دیت واجب ہو گی اور یہ دیت صاحب عضو کی دیت کے مثل ہو گی اگر اس کو قتل کرتا۔) لہٰذا عورت کی زبان میں پچاس اونٹ لازم ہوں گے اس کی دیت کے مثل اور یہودی اور نصرانی کی زبان میں تینتیس اونٹ اور ثلث اونٹ لازم ہوں گے اور مجوسی کی زبان میں چھ اونٹ اور دو تہائی اونٹ لازم ہوں گے (اور اسی طرح ہر دو عضو جو ایک جنس کے ہوں تو ان دونوں میں کامل دیت ہو گی اور ان میں سے ایک میں نصف) آدھی (دیت ہو گی۔ اور اسی طرح معانی اور لطائف) یعنی منافع (میں) کامل دیت ہو گی، اور منافع: عقل، سمع، بصر، شم، نطق، صوت، ذوق، مضغ، امنائ، احبال، جماع (ان معانی میں ہر معنی میں کامل دیت لازم ہو گی۔ لہٰذا دونوں کانوں کے کاٹنے میں کامل دیت ہے اور ان میں سے ایک کاٹنے میں نصف دیت) لازم ہو گی، عمرو بن حزم کی روایت کی وجہ سے کہ ایک کان میں پچاس اونٹ لازم ہے جب ایک کان میں پچاس اونٹ ہوں گے تو دو میں پوری دیت ہو گی۔ اور دو کانوں میں دیت کاملہ کے قائل عمر بن خطاب اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہے اور کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی (اور کانوں کے مانند ہے) اس حکم میں (آنکھیں) لہٰذا دونوں آنکھوں میں کامل دیت لازم ہو گی اور ایک میں نصف۔ اور کانوں کے مانند ہے اس حکم میں (شفتین) یعنی ہونٹ ، لہٰذا دونوں میں پوری دیت اور ایک میں نصف دیت لازم

ہو گی، اور کانوں کے مانند ہے (دونوں جبڑے) لہٰذا دونوں میں پوری دیت اور ایک میں آدھی دیت لازم ہو گی۔ اور کانوں کے مانند ہے (دونوں ہتھیلیاں مع انگلیوں کے) لہٰذا دونوں میں کامل دیت اور ایک میں نصف دیت لازم ہو گی، اور کانوں کے مانند ہے (دونوں پاؤں انگلیوں کے ساتھ) لہٰذا دونوں میں کامل دیت اور ایک میں نصف دیت ہو گی۔ انگلیاں تابع ہیں ہاتھ پیر کی ان میں علیحدہ دیت نہ ہو گی۔ اور (سرین کی دونوں چکتیاں) دونوں کانوں کے مانند ہیں، لہٰذا دونوں میں کامل دیت اور ایک میں نصف دیت لازم ہو گی اور (خصیتین) کانوں کے مانند ہیں، لہٰذا دونوں میں کامل دیت اور ایک میں نصف دیت لازم ہو گی اور (چاروں پپوٹے) دونوں کانوں کے مانند ہیں۔ لہٰذا چاروں میں کامل دیت اور ایک میں ربع دیت لازم ہو گی اور (عورت کے سرپستان) کانوں کے مانند ہیں، دونوں میں کامل دیت اور ایک میں نصف دیت لازم ہو گی اور (عورت کے شفران) یعنی شرمگاہ کے کنارے کے گوشت جو منفذ شرمگاہ کو چھپالیتے ہیں جیسے شفتین منہ کو چھپالیتے ہیں کانوں کے مانند ہیں۔ دونوں میں کامل دیت اور ایک میں نصف دیت لازم ہو گی اور (مارن انف) میں کامل دیت ہو گی، اور کانوں کے مانند ہے (زبان) لہٰذا اس میں کامل دیت لازم ہو گی، اور (حشفہ) کانوں کے مانند ہے لہٰذا اس میں کامل دیت ہو گی (اور پورا ذکر) دونوں کانوں کے مانند ہے لہٰذا اس میں کامل دیت ہو گی (اور اسی طرح ان اعضاء کو شل) بیکار (کر دینے میں) کامل دیت واجب ہو گی یعنی جیسے ان اعضاء میں سے کسی عضو کو کاٹنے سے دیت لازم ہوتی ہے شل کر دینے کی صورت میں بھی کامل دیت لازم ہو گی مقصود کے فوت ہو جانے کی وجہ سے۔ اور اسی طرح کامل دیت واجب ہو گی (افضاء) میں مطلب یہ ہیکہ قبل اور دبر کے درمیان کے حاجز وحائل کو زائل کر دینا کہ محل غائط اور مدخل ذکر ایک ہو جائے۔ زید بن ثابت سے وجوب دیت مروی ہے افضاء میں، اور اسی طرح کامل

دیت لازم ہو گی (پوری کھال کے اتارنے میں) اور اسی طرح کامل دیت لازم ہو گی (ریڑھ کی ہڈی توڑنے میں) اور اسی طرح کامل دیت لازم ہو گی (ازالۂ عقل میں) اور اسی طرح (سمع) سننے کی صلاحیت کے ازالہ میں کامل دیت لازم ہو گی۔ اور آنکھوں کی (روشنی) کے ازالہ میں دیت کامل لازم ہو گی اگر ایک روشنی زائل ہو جائے تو نصف دیت لازم ہو گی۔ اور (بولنے) کی صلاحیت ختم کر دے مکمل تو دیت کاملہ لازم ہو گی، اس پر امام شافعی نے اجماع نقل کیا ہے۔ اور زبان میں پوری دیت لازم ہوتی ہے تو اس کی منفعت میں بھی پوری دیت لازم ہو گی اور (سونگھنے) کی صلاحیت ختم کر دینے میں پوری دیت لازم ہو گی (اور چکھنے) کی صلاحیت ختم کر دینے میں پوری دیت لازم ہو گی (اور) واجب ہوں گے (ہر انگلی میں دس اونٹ اور ہر دانت میں پانچ اونٹ اور بدن میں ہونے والے زخموں میں حکومت واجب ہو گی) اس میں ارش کی مقدار متعین نہیں وارد نہ ہونے کی وجہ سے اور قصاص بھی واجب نہ ہو گا اگر زخم ہڈی تک نہ پہنچا ہو (اور بہر حال سر اور چہرے میں ہونے والے) زخم (ان میں سے جو موضحہ سے کم ہو) یعنی ہڈی تک نہ پہنچا ہو (تو اس میں حکومت ہے، اور بہر حال موضحہ "اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دے" میں پانچ اونٹ ہے۔ ان کے علاوہ اور جنایتیں باقی ہیں جن کے ترک کو میں نے اختیار کیا تا کہ کلام طویل نہ ہو جائے۔ اور دیت واجب نہ ہو گی حربی کو قتل کرنے سے) اس کے دم کے مباح ہونے کی وجہ سے (اور) دیت واجب نہ ہو گی (مرتد کو) قتل کرنے سے۔ اس کے دم کے باطل ہونے کی وجہ سے (اور اس آدمی کو قتل کرنے سے) دیت واجب نہ ہو گی (جس کا رجم واجب ہوا ہو گواہوں سے۔ اور اس آدمی کو قتل کرنے سے) دیت واجب نہ ہو گی (جس کا قتل کرنا واجب ہو گیا ہو جنگ میں) اور، دیت واجب (نہ ہو گی آقا پر اپنے غلام کو قتل کرنے سے) اس لئے کہ اگر واجب ہو گی تو خود اسی کے لئے واجب ہو گی اور آدمی پر خود اپنے لئے کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔

(فصل)

(تَجِبُ الْكَفَّارَةُ عَلَى مَنْ قَتَلَ مَنْ يَحْرُمُ قَتْلُهُ لِحَقِّ اللّٰهِ تَعَالَى خَطَأً كَانَ أَوْ عَمْدًا سَوَاء لَزِمَهُ قِصَاص أَوْ دِيَة أَوْ لَمْ يَلْزَمْهُ شَيْئٌ مِنْهُمَا وَهُوَ عِتْقُ رَقَبَةٍ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ فَلَوْ قَتَلَ نِسَاء أَهْلِ الْحَرْبِ وَأَوْلَادَهُمْ فَلَا كَفَّارَةَ لِأَنَّهُمْ وَإِنْ حَرُمَ قَتْلُهُمْ لٰكِنْ لَا لِحَقِّ اللّٰهِ تَعَالَى بَلْ لِحَقِّ الْغَانِمِيْنَ)

(فصل)

کفارۂ قتل کے بیان میں

(اللہ کے حق کی وجہ سے جس کو قتل کرنا حرام ہو) یعنی اللہ کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے جس کا قتل حرام ہو (اس کے قاتل پر کفارہ واجب ہو گا) چاہے قتل (خطأ ہو یا عمد) اور (چاہے قاتل پر قصاص یا) صرف (دیت لازم ہو یا اس پر دونوں میں سے) یعنی قصاص اور دیت ان دونوں میں سے (کچھ لازم نہ ہو) مطلب یہ ہیکہ اللہ کے حق کی وجہ سے جس کو قتل کرنا حرام ہو اس کو قتل کرنے سے قاتل پر قصاص یا دیت لازم ہو یا لازم نہ ہو دونوں صورتوں میں قاتل پر کفارہ واجب ہو گا (اور کفارہ) مومن (غلام کو آزاد کرنا ہے اگر یہ نہ ملے تو مسلسل دوماہ کے روزے رکھنا ہے) روزے پر قادر نہ ہو تو کفارۂ قتل میں اناج دینا کافی نہ ہو گا (اگر حربیوں کی عورتوں) کو (اور ان کی اولاد کو قتل کرے تو کفارہ نہیں ہے اس لئے کہ ان کا قتل اگرچہ حرام ہے لیکن) ان کا قتل کرنا (اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ غنیمت حاصل کرنے والوں کے حق کی وجہ سے)، قتل کرنا (ہے) مطلب یہ ہیکہ عورتوں اور اولاد کا قتل حرام ہونے کے باوجود کفارہ نہیں ہے اس لئے کہ ان کا قتل اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ غنیمت حاصل کرنے والوں کے حق کی وجہ سے ہے [اور مسلمانوں کی مصلحت کی وجہ سے ہے] اور فصل کے شروع میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے جس کا قتل حرام ہے اس کے قاتل پر کفارہ لازم ہو گا۔ اسی طرح ڈاکو اور زانی محصن کو قتل کرنے سے کفارہ واجب نہ ہو گا،

(فصل)

(اِذَا خَرَجَ عَلَی الْاِمَامِ طَائِفَۃٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَرَامُوْا خَلْعَہٗ اَوْ مَنَعُوْا حَقًّا شَرْعِیًّا کَالزَّکٰوۃِ وَامْتَنَعُوْا بِالْحَرْبِ بَعَثَ اِلَیْھِمْ وَاَزَالَ عِلَّتَھُمْ اِنْ اَمْکَنَ فَاِنْ اَبَوْا قَاتَلَھُمْ بِمَا لَا یَعُمُّ شَرُّہٗ کَالنَّارِ وَالْمَنْجَنِیْقِ وَلَا یُتْبَعُ مُدْبِرُھُمْ وَلَا یُقْتَلُ جَرِیْحُھُمْ وَمَا اَتْلَفُوْہُ عَلَیْنَا اَوْ اَتْلَفْنَاہُ عَلَیْھِمْ فِی الْحَرْبِ لَا ضَمَانَ فِیْہِ وَاَحْکَامُ الْاِسْلَامِ جَارِیَۃٌ عَلَیْھِمْ وَیَنْفُذُ مِنْ حُکْمِ قَاضِیْھِمْ مَا یَنْفُذُ مِنْ حُکْمِ قَاضِیْنَا وَاِنْ لَمْ یَمْتَنِعُوْا بِالْحَرْبِ لَمْ یُقَاتِلْھُمْ.

(فصل)

قتالِ بغاۃ اور دفع صائل کے بیان میں

یعنی باغی سے لڑنے اور حملہ آور کا دفع کرنے کے بیان میں

بغاۃ: باغی کی جمع ہے۔

باغی کی تعریف

لغت میں: حد سے تجاوز کرنے والے کو باغی کہتے ہیں (تحقیق علی عمدۃ)

شرعاً : مسلمانوں کی جماعت جو امام کی اطاعت سے خروج کرے اور امام کے اوامر میں سرکشی کرے یا حقوق میں سے کسی حق کو روکے چاہے حق اللہ کا ہو یا لوگوں کا اسے باغی کہتے ہیں (ایضاً)

آیت: بغاۃ سے متعلق: وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰھُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللہِ الخ (سورۂ حجرات ۹)

آیت: دفع صائل سے متعلق: فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ (سورۂ بقرۃ ۱۹۴)

(جب مسلمانوں کی جماعت امام کی اطاعت سے نکل جائے اور قصد کرے امام کو) امامت سے (برطرف کرنے کا یا) برطرف کرنے کا ارادہ نہ کرے لیکن (کسی) ایسے (شرعی حق کو روکے) جو جماعت پر واجب ہوتا ہو اور واجب شدہ حق چاہے اللہ کا ہو (جیسے زکات) یا بندہ

کا ہو جیسے قصاص (اور اطاعت نہ کرے اور) امام کے خلاف (لڑائی کا قصد کرے تو ان کی) یعنی جماعت کی (طرف) امین شخص کو (بھیجے اور وہ مبعوث شخص ان کے) یعنی جماعت کے (شبہ کو دور کرے اگر ممکن ہو) مطلب یہ ہیکہ امام کی اطاعت وغیرہ سے نکلنے کا جو شبہ ان کے دل میں پیدا ہوا ہے اس کے متعلق دریافت کرکے اگر ممکن ہو تو اس کو دور کرے (لیکن) اس کے باوجود (وہ) اپنی حالت پر بر قرار رہے اور امام کی طرف رجوع کرنے سے (انکار کرے تو ان سے قتال کرے) قتال (ایسی چیز سے) کرے (جس کا شر عام نہ ہو جیسے آگ) ظاہر ہے کہ اس کا شر عام ہو گا (اور منجنیق) اس لئے کہ قتال سے مقصد ان کو ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ ان کو روکنا ہے بغاوت سے،

منجنیق کا معنی: گوپھنا جس میں پتھر رکھ کر دشمن کی طرف پھینکتے ہیں (ظاہر ہے کہ اس کا بھی نقصان عام ہو گا) ج:۔ مجانق۔ مجانیق۔ منجنیقات (بیان اللسان ص۷۹۸) لیکن وہ سرکش جماعت چاروں طرف سے احاطہ کرے تو دفع کے خاطر آگ وغیرہ کا استعمال جائز ہو گا۔

(اور ان میں سے بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے اور ان کے زخمی آدمی کو قتل نہ کیا جائے) لیکن لڑائی سخت چل رہی ہو تو قتل کرنا جائز ہو گا، اسی طرح پلٹ کر حملہ کرنے کے لئے بھاگ رہا ہو یا اپنی جماعت سے ملنے کے لئے بھاگ رہا ہو تو قتل کرنا جائز ہو گا (اور لڑائی میں انھوں نے جو ہمارا نقصان کیا اور ہم نے ان کا جو نقصان کیا اس کا ضمان نہ ہو گا) ایک دوسرے پر، اس لئے کہ جنگ صفین اور جمل میں کسی کا ضمان طلب کرنا منقول نہیں (اور ان پر اسلام کے احکام جاری ہوں گے) مطلب یہ ہیکہ قتال میں ان کے جو لوگ مارے جائیں ان پر مسلمانوں کی طرح ہی نماز جنازہ وغیرہ کے احکام جاری ہوں گے کیونکہ وہ مسلمان ہی ہیں مرتد نہیں ہوئے صرف بغاوت پر اتر آئے ہیں،

(اور ان کے قاضی کا وہ حکم نافذ ہو گا جو ہمارے قاضی کا حکم نافذ ہو گا) یعنی جس شی اور امر میں ہمارے قاضی کا حکم قبول کیا جاتا ہے اس میں ان کے قاضی کا حکم قبول کیا جائے گا (اگر امام کی مخالفت اور عدم اطاعت جنگ کے ساتھ نہ ہو تو قتال و جنگ نہ کرے) اس لئے کہ یہ باغی نہیں اگر اس حالت میں مال و جان کو برباد کیا تو ضمان ساقط نہ ہو گا،

مذکورہ فصل میں مصنف نے دو شق بیان فرمائی ہیں:

(۱) قتال بغاۃ (۲) دفع صائل۔

مصنف پہلی شق کے ذکر سے فارغ ہوئے اب دوسری شق بیان فرمارہے ہیں:

(وَمَنْ قَصَدَهُ مُسْلِم یُرِیْدُ قَتْلَهُ جَازَ لَهُ دَفْعُهُ وَلَایَجِبُ وَاِنْ قَصَدَهُ کَافِر أَوْ بَهِیْمَة وَجَبَ دَفْعُهُ وَاِنْ قَصَدَ مَالَهُ جَازَ الدَّفْعُ وَلَایَجِبُ وَاِنْ قَصَدَ حَرِیْمَهُ وَجَبَ الدَّفْعُ وَیَدْفَعُ بِالْأَسْهَلِ فَالْأَسْهَلِ فَاِنْ عَرَفَ أَنَّهُ یَنْدَفِعُ بِالصِّیَاحِ فَلَیْسَ لَهُ ضَرْبُهُ بِالْیَدِ أَوْ بِالْیَدِ فَلَیْسَ لَهُ بِالْعَصَا أَوْ بِالْعَصَا فَلَیْسَ لَهُ السَّیْفُ أَوْ بِقَطْعِ الْیَدِ فَلَیْسَ لَهُ قَتْلُهُ فَاِنْ تَحَقَّقَ أَنَّهُ لَایَنْدَفِعُ اِلَّا بِقَتْلِهِ فَلَهُ قَتْلُهُ وَلَاشَیْئَ عَلَیْهِ وَاِذَا انْدَفَعَ حَرُمَ التَّعَرُّضُ لَهُ)

(اور مسلمان جس شخص کا قصد کرے قتل کرنے کے ارادہ سے اس شخص کے لئے اس کو) یعنی قتل کا ارادہ کرنے والے مسلمان کو (دفع کرنا جائز ہے واجب نہیں ہے) حضرت عثمان کی اقتداء میں (اور اگر کافر) مراد کافر حربی یا مرتد (یا جانور کسی کا قصد کرے) یعنی کسی کے قتل کا ارادہ کرے (تو) اس کے لئے (اس کو) یعنی قتل کا ارادہ کرنے والے کافر حربی یا مرتد یا جانور کو (دفع کرنا واجب ہے) اس لئے کہ کافر حربی اور مرتد ان دونوں کے لئے حرمت نہیں ہے۔ اور جانور کو جان کی حفاظت کے لئے ذبح کر دیا جاتا ہے تو اس صورت میں جان کی حفاظت کے لئے مارنا جائز ہو گا،

(اور اگر کوئی صائل) یعنی حملہ آور (کسی کے مال کا قصد کرے) یعنی مال لینے یا ضائع کرنے کا ارادہ کرے (تو دفع کرنا جائز ہے) مال کی وجہ سے اگرچہ مال تھوڑا ہو۔ آپ ﷺ نے

فرمایا: جو شخص مال کی وجہ سے دفع کرنے میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ دفع کرنا (واجب نہیں ہے) اس لئے کہ اپنی چیز دوسرے کے حق میں مباح قرار دینا جائز ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ مال حیوان نہ ہو حیوان ہو تو اس کی وجہ سے دفع کرنا واجب ہو گا،

(اور اگر کوئی صائل کسی کے حریم کا قصد کرے) حریم یعنی مثلاً زوجہ کے ساتھ فحش ارادہ کرے (تو) حریم کی جانب سے (دفع واجب ہو گا) دفع اس صورت میں ہے جبکہ جان کا خوف نہ ہو (اور الاخف فالاخف دفع کیا جائے گا) مطلب یہ ہیکہ دفع کس طریقہ سے کیا جائے اس کی انواع ہیں لہٰذا ایکے بعد دیگرے کیا جائے گا، اس کی تشریح خود مصنف نے آگے بیان فرمائی ہے:

(اگر دافع) دفع کرنے والا (جانے کہ صائل کا چیخ سے) یعنی دھمکی سے (دفع ہو جائے گا تو) دفع میں (دافع کے لئے صائل کو ہاتھ سے مارنا جائز نہ ہو گا یا) دافع جانے کہ صائل کا (ہاتھ) مارنے (سے) دفع ہو گا (تو) دفع میں (دافع کے لئے لکڑی سے) مارنا (جائز نہ ہو گا یا) دافع جانے کہ صائل کا (لکڑی) مارنے (سے) دفع ہو جائے گا (تو) دفع میں (دافع کے لئے تلوار سے) مارنا (جائز نہ ہو گا یا) دافع جانے کہ صائل کا (ہاتھ) یا اور کوئی عضو (کاٹنے سے) دفع ہو گا (تو) دفع میں (دافع کے لئے صائل کو قتل کرنا جائز نہ ہو گا) اس لئے کہ اس صورت میں اسہل طریقہ سے اصعب [سخت] طریقہ کی طرف عدول ہو گا۔

(اور اگر) صائل کی حالت سے (دافع کو یقین ہو کہ صائل کا دفع نہیں ہو گا مگر اس کو قتل کرنے سے تو دافع کے لئے اسے قتل کرنا جائز ہو گا اور دافع پر کوئی چیز) لازم (نہ ہو گی) یعنی دیت وغیرہ لازم نہ ہو گی، اس لئے کہ صائل کی ہی زیادتی ہے۔

تحقق سے مراد: "غلبۂ ظن" ہے۔

(اور جب صائل دفع ہو جائے تو دافع کے لئے صائل کے درپے ہونا اور طلب کرنا حرام ہو گا) اس لئے کہ اب اس کی حاجت نہ رہی لیکن اس کے باوجود درپے ہو تو حرام تو ہے ہی

لیکن نقصان کی صورت میں دافع ضامن بھی ہو گا جیسا کہ اگر اخف طریقہ سے دفع کا حصول ہوتے ہوئے اصعب طریقہ کی طرف عدول کرے[تو مطلب یہ ہیکہ جس طرح اس صورت میں زیادتی کا دافع ضامن ہو گا اسی طرح تعرض کی صورت میں نقصان کا ضامن ہو گا]

باغیوں سے قتال کے شرائط

(۱)باغیوں کو قوت وشوکت حاصل ہو(۲)امام کی اطاعت سے نکل گئے ہوں(۳)اطاعت سے نکلنے کے لئے ان کے پاس قرآن یاحدیث سے کوئی تاویل ہو۔اگر کوئی ایک بھی شرط نہ پائی جائے تووقت کے حالت کے اعتبار سے مناسب سزادیں گے(ألفاظ أبی شجاع مع قناع ج۲ ص۲۰۲)

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الرِّدَّةِ)

(مَنِ ارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ وَهُوَ بَالِغٌ عَاقِلٌ مُخْتَارٌ اسْتَحَقَّ الْقَتْلَ وَيَجِبُ عَلَى الْإِمَامِ اسْتِتَابَتُهُ فَإِنْ رَجَعَ إِلَى الْإِسْلَامِ قُبِلَ مِنْهُ وَإِنْ أَبَى قُتِلَ فِي الْحَالِ فَإِنْ كَانَ حُرًّا لَمْ يَقْتُلْهُ إِلَّا الْإِمَامُ أَوْ نَائِبُهُ فَإِنْ قَتَلَهُ غَيْرُهُ عُزِّرَ وَلَا دِيَةَ عَلَيْهِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا فَلِلسَّيِّدِ قَتْلُهُ وَإِنْ تَكَرَّرَتْ رِدَّتُهُ وَإِسْلَامُهُ قُبِلَ مِنْهُ وَيُعَزَّرُ)

(ردت کا بیان)

ردت کی تعریف

لغت میں: ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف رجوع کرنے کو ردت کہتے ہیں۔

شرعاً : اسلام سے کسی دوسرے دین کی طرف رجوع کرنے یا اسلام کے عقیدہ سے کسی دوسرے عقیدہ کی طرف رجوع کرنے کو ردت کہتے ہیں(تحقیق علی عمدہ ص۲۱۶)

آیت: وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ. (سورۂ بقرۃ۲۱۷) اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں (اور) یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے (ترجمۂ قرآن)

(جو شخص اسلام سے پھر جائے) چاہے قول سے پھر جائے یا فعل سے (درانحالیکہ وہ بالغ، عاقل) اور (مختار ہو تو قتل کا مستحق ہو گا) آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دین بدل دے اسے قتل کر دو، بچہ اور مجنون کی ردت کا اعتبار نہ ہو گا اسی طرح مکرہ کی ردت کا اعتبار نہ ہو گا جبکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو،

(اور امام پر) یعنی وقت کے بادشاہ پر (واجب ہو گا مرتد سے توبہ کرانا) کیونکہ ہو سکتا ہے توبہ کرے اور اسلام کی طرف لوٹ آئے (پھر اگر اسلام کی طرف لوٹ آئے تو اس کا

لوٹ آنا قبول کیا جائے گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْ لَھُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ (سورۂ أنفال۳۸) آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ (اپنے کفر سے) باز آجاویں گے تو ان کے گناہ سارے (جو اسلام سے) پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کردئے جاویں گے (ترجمۂ قرآن) (اور اگر) لوٹ آنے سے (انکار کرے تو) اس مرتد کو (فوراً) یعنی مہلت دئے بغیر (قتل کیا جائے گا اگر وہ مرتد آزاد ہو تو اسے قتل نہ کرے مگر امام یا اس کا نائب) اسے قتل کرے (اگر اسے امام) یا نائب (کے علاوہ) کوئی اور (قتل کرے تو) اس کی (تعزیر کی جائے گی) اس لئے کہ اس نے بادشاہ کے حق میں تعدی کی کیونکہ قتل کرنا بادشاہ کی ذمہ داریوں میں سے ہے،

(اور قاتل پر دیت نہ ہو گی) اور نہ کفارہ ہو گا کیونکہ وہ قتل کا مستحق ہو چکا تھا (اور اگر وہ مرتد غلام ہو تو آقا کے لئے اسے قتل کرنا جائز ہو گا) حد زنا پر قیاس کرتے ہوئے (اگر مرتد بار بار مرتد ہو جائے اور) بار بار (اسلام لے آئے تو) بھی (اس کا اسلام لانا قبول کیا جائے گا) قُلْ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ یہ مذکورہ بالا آیت کی بنا پر (لیکن) اس کی (تعزیر کی جائے گی) تاکہ کفر کی طرف رجوع کرنے سے رک جائے اور باز آجائے۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْجِهَادِ)

(اَلْجِهَادُ فَرْض كِفَايَةٍ إِذَا قَامَ بِهِ مَنْ فِيْهِ الْكِفَايَةُ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ وَ يَتَعَيَّنُ عَلَى مَنْ حَضَرَ الصَّفَّ وَ كَذَا عَلَى كُلِّ أَحَدٍ إِذَا أَحَاطَ بِالْمُسْلِمِيْنَ عَدُوٌّ وَ يُخَاطَبُ بِهِ كُلُّ ذَكَرٍ حُرٍّ بَالِغٍ عَاقِلٍ مُسْتَطِيْعٍ وَ لَا يُجَاهِدُ الْمَدْيُوْنُ اِلَّا بِاِذْنِ غَرِيْمِهِ وَ لَا الْعَبْدُ اِلَّا بِاِذْنِ سَيِّدِهِ وَ لَا مَنْ أَحَدُ أَبَوَيْهِ مُسْلِم اِلَّا بِاِذْنِهِ اِلَّا اِذَا أَحَاطَ الْعَدُوُّ فَيَجُوْزُ بِلَا اِذْنٍ وَ يُكْرَهُ الْغَزْوُ دُوْنَ اِذْنِ الْاِمَامِ وَ لَا يَسْتَعِيْنُ بِمُشْرِكٍ اِلَّا أَنْ يَقِلَّ الْمُسْلِمُوْنَ وَ تَكُوْنَ نِيَّتُهُ حَسَنَةً لِلْمُسْلِمِيْنَ وَ يُقَاتِلُ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى وَ الْمَجُوْسَ اِلَّا أَنْ يُسْلِمُوْا أَوْ يَبْذُلُوا الْجِزْيَةَ وَ يُقَاتِلُ مَنْ سِوَاهُمْ اِلَّا أَنْ يُسْلِمُوْا وَ لَا يَجُوْزُ قَتْلُ النِّسَاءِ وَ الصِّبْيَانِ اِلَّا أَنْ يُقَاتِلُوْا وَ لَا الدَّوَابِّ اِلَّا أَنْ يُقَاتِلُوْا عَلَيْهَا أَوْ نَسْتَعِيْنَ بِقَتْلِهَا عَلَيْهِمْ وَ يَجُوْزُ قَتْلُ الشُّيُوْخِ وَ الرُّهْبَانِ وَ مَنْ أَمَّنَهُ مِنَ الْكُفَّارِ مُسْلِم بَالِغ عَاقِل مُخْتَار وَ لَوْ عَبْدًا حَرُمَ قَتْلُهُ وَ مَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمْ قَبْلَ الْأَسْرِ حَقَنَ دَمَهُ وَ مَالَهُ وَ صِغَارَ أَوْلَادِهِ عَنِ السَّبْيِ وَ مَتٰى أُسِرَ مِنْهُمْ صَبِيٌّ أَوِ امْرَأَةٌ رَقَّ بِنَفْسِ الْأَسْرِ وَ يَنْفَسِخُ نِكَاحُهَا أَوْ بَالِغ تَخَيَّرَ الْاِمَامُ بِالْمَصْلَحَةِ بَيْنَ الْقَتْلِ وَ الْاِسْتِرْقَاقِ وَ الْمَنِّ وَ الْفِدَاءِ بِمَالٍ أَوْ بِأَسِيْرٍ مُسْلِمٍ فَإِنْ أَسْلَمَ سَقَطَ قَتْلُهُ وَ يُخَيَّرُ بَيْنَ الثَّلَاثِ الْبَاقِيَةِ وَ يَجُوْزُ قَطْعُ أَشْجَارِهِمْ وَ تَخْرِيْبُ دِيَارِهِمْ)

(جہاد کا بیان)

جہاد کی تعریف

کفار سے قتال کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔

تحقیق علی عمدۃ میں ہے: جہاد لغت میں جاہد کا مصدر ہے یعنی کسی نتیجہ تک پہنچنے کے لئے پوری طاقت صرف کرنا۔

شرعاً: پوری طاقت صرف کرنا اسلامی معاشرہ (سوسائٹی) قائم کرنے کے لئے اور تا کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے اور اللہ کی شریعت عالم میں غالب ہو جائے،

آیت: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ (سورۂ بقرۃ ۲۱۶) جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے (ترجمۂ قرآن)

(جہاد فرضِ کفایہ ہے) ان مسلمانوں پر جو مذکر، بالغ، عاقل، صحت مند اور آزاد ہوں (جب فرض کفایہ کو انجام دے اتنے افراد جن میں کفایت ہو) یعنی جہاد کو انجام دینے کے لئے کافی ہوں (تو باقی لوگوں سے) فرضِ کفایہ (ساقط ہو گا اور جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اس شخص پر جو صف جہاد میں حاضر ہو) لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ کفار کی تعداد مسلمانوں سے دوگنی سے زیادہ نہ ہو اور میدان جہاد میں حاضر ہونے کے بعد بھاگنے کا عدم جواز اس وقت ہے جب قتال پر قادر ہو اگر ہتھیار نہ ہونے یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے قتال سے عاجز ہو تو بھاگنا جائز ہو گا (اور اسی طرح) جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے (ہر ایک پر) چاہے مذکر ہو یا مؤنث بڑا ہو یا چھوٹا (جب کہ دشمن مسلمانوں کو گھیر لے) آگے مصنف وجوبِ جہاد کے شرائط بیان فرما رہے ہیں:

(اور ہر مذکر، آزاد، بالغ، عاقل اور) جہاد کی (قدرت رکھنے والے کو جہاد کا مخاطب بنایا جائے گا) فرضِ کفایہ میں، مزید شرط یہ ہے: مسلمان ہو، مؤنث اور غلام پر واجب نہیں، بچہ پر، مجنون اور غیر مستطیع پر واجب نہیں،

غیر مستطیع، یعنی وہ شخص جس کے ساتھ ایسا مانع پایا جائے جو اس کو قتال سے روک دے جیسے مرض لاحق ہو جو جانور پر سوار ہونے کے لئے مانع ہو یا نابینا یا اپاہج ہو۔

(اور) خوشحال (مقروض جہاد نہیں کرے گا) یعنی مقروض خوشحال ہو تو جہاد میں شرکت کرنا جائز نہیں (مگر اپنے قرض خواہ کی اجازت سے) جہاد میں شرکت جائز ہو گی، اگر مقروض تنگدست ہو تو قرض خواہ کا جہاد میں شرکت سے منع کرنا جائز نہیں اگر قرض کی ادائیگی مؤخر ہو تو مقروض کو اجازت لینے کی حاجت نہیں (اور غلام) جہاد (نہیں کرے گا مگر اپنے آقا کی اجازت سے) اس لئے کہ آقا کی خدمت مقدم ہے جہاد پر (اور جس کے والدین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو وہ) جہاد (نہیں کرے گا مگر اس مسلمان کی اجازت سے)

جہاد میں شرکت جائز ہوگی، جب جہاد فرضِ عین ہو تو اجازت پر موقوف نہیں اسی لئے آگے مصنف فرماتے ہیں:

(مگر جب دشمن نے) مسلمانوں کو (گھیر لیا ہو تو) قرض خواہ اور آقا اور والدین میں سے مسلمان کی (اجازت کے بغیر) جہاد کرنا (جائز ہوگا اور امام) یا اس کے نائب (کی اجازت کے بغیر جنگ کرنا مکروہ ہے) اس لئے کہ جنگ حاجت کے مطابق ہوتی ہے اور امام اس کو زیادہ جانتا ہے۔ یہ حرام نہیں ہے اس لئے کہ اس میں نفس کو خطرہ اور ہلاکت میں ڈالنے سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا اور یہ جہاد میں جائز ہے (اور) امام جہاد میں (مشرک سے مدد طلب نہ کرے مگر یہ کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہو اور مشرک کی نیت مسلمانوں سے متعلق اچھی ہو) مطلب یہ ہیکہ مسلمانوں کی تعداد کم ہونے کی صورت میں اس مشرک سے مدد طلب کرے جس کی نیت مسلمانوں کے متعلق اچھی ہو اور اس سے خیانت اور مکر کا اندیشہ نہ ہو،

(اور امام یہود و نصاریٰ اور مجوسی سے مقاتلہ کرے گا یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں یا جزیہ ادا کریں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَلَابِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَايُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ وَلَايَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ**(سورۂ توبہ۲۹) اہل کتاب جو کہ نہ خدا پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حرام بتلایا ہے اور نہ سچے دین (اسلام) کو قبول کرتے ہیں ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہوکر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں(ترجمۂ قرآن)

(اور یہود و نصاریٰ اور مجوسی کے علاوہ) جیسے وثنی اور ملحد (سے مقاتلہ کرے گا یہاں تک کہ اسلام لے آئیں) ان سے جزیہ کو قبول نہ کرے (اور) جنگ کے وقت (عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا جائز نہیں ہے) اس لئے کہ اس سے منع کیا گیا ہے (مگر یہ کہ وہ) بھی (قتال کریں)

تو ان کے شر سے بچنے کے خاطر ان کو قتل کرنا جائز ہو گا (اور جائز نہیں جانور کو) قتل کرنا (مگر یہ کہ وہ جانور پر قتال کریں) تو جانور کو بھی قتل کرنا جائز ہو گا (یا) وہ جانور پر قتال نہ کریں لیکن (جانور کو قتل کرنے سے ان کے مقابلہ میں ہمیں مدد حاصل ہو) تو اس صورت میں بھی جانور کو قتل کرنا جائز ہو گا، (اور شیوخ اور راہبوں کو قتل کرنا جائز ہے)

شیوخ: شیخ کی جمع ہے، جس کی عمر چالیس سال سے تجاوز کر گئی ہو اسے شیخ کہتے ہیں۔

رھبان: راہب کی جمع ہے، نصاریٰ کے عابد کو راہب کہتے ہیں۔

نابینا، اپاہج اور اجیر کو قتل کرنا جائز ہے۔

(اور کفار میں سے وہ فرد جس کو امن دیا ہو بالغ، عاقل اور مختار مسلمان نے اگرچہ وہ امن دینے والا مسلمان غلام ہو اس کو قتل کرنا حرام ہے اور کفار میں سے جو شخص قید ہونے سے پہلے اسلام لے آئے تو اسلام اس کے خون) کو (اور مال کو بچالے گا) محفوظ کر دے گا اب نہ اس کا خون بہانا جائز ہو گا نہ مال لوٹنا (اور) اسلام (اس کی چھوٹی اولاد کو) بچالے گا (قید سے) یعنی چھوٹی اولاد پر اسلام کا حکم لگایا جائے گا اور ان کو قید نہیں کیا جائے گا،

(اور کفار میں سے جب بچہ) کو قید کیا جائے (یا عورت قید کی جائے تو قید ہی سے فوراً وہ) بچہ یا عورت (غلامیت میں داخل ہو جائیں گے اور قید شدہ عورت کا نکاح) قید ہونے سے پہلے آزاد رہنے کی حالت میں کیا ہوا نکاح (فسخ ہو جائے گا) کیونکہ جب عورت غلام بننے سے اپنے آپ کی مالک نہ رہی تو شوہر کی ملکیت اس سے بدرجۂ اولیٰ زائل ہو گی۔

(اور) کفار میں سے جب (بالغ) عاقل اور آزاد کو قید کیا جائے (تو) بالغ، عاقل اور آزاد کے بارے میں (قتل کرنے) اور (غلام بنانے) اور (احسان کرنے) یعنی اس سے کوئی چیز لئے بغیر اس کو چھوڑنے (اور مال کے بدلہ میں یا کسی مسلمان کا قیدی کے بدلہ میں رہائی

کرنے کے درمیان امام کو) اسلام اور مسلمانوں کی (مصلحت کے پیشِ نظر اختیار رہے گا)
مطلب یہ ہیکہ امام مصلحت کے پیش نظر مذکورہ چاروں چیزوں میں سے جس چیز کو اختیار
کرے جائز ہے (پھر اگر) کفار میں سے جس کو قید کیا گیا (وہ) مذکورہ چار چیزوں میں سے
کسی ایک چیز کو امام کے اختیار کرنے سے پہلے (اسلام لے آئے تو) اب چار چیزوں میں سے
ایک چیز وہ یہ کہ (اس کا قتل ساقط ہو گا اور بقیہ تین چیزوں کے درمیان اختیار رہے گا) لہٰذا
اب امام ان تین چیزوں میں سے جس کو اختیار کرے جائز ہے،
(اور کفار کے درختوں کو کاٹنا اور گھروں کو ویران کرنا جائز ہے) اور یہ فساد نہ ہو گا۔

و اللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ الْغَنِيْمَةِ)

(اَلْغَنِيْمَةُ لِمَنْ حَضَرَ الْوَقْعَةَ اِلَى اٰخِرِهَا فَتُقْسَمُ بَيْنَهُمْ بَعْدَ اِخْرَاجِ السَّلَبِ وَ خُمُسِهَا لِلرَّاجِلِ سَهْم وَلِلْفَارِسِ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ اِذَا كَانَ ذَكَرًا حُرًّا بَالِغًا مُسْلِمًا عَاقِلاً وَيُرْضَخُ لِلْمَرْأَةِ وَالْعَبْدِ وَالصَّبِيِّ وَالْكَافِرِ اِنْ حَضَرُوْا بِاِذْنِ الْاِمَامِ مِنْ أَرْبَعَةِ أَخْمَاسِهَا وَاِنَّمَا تُمْلَكُ الْغَنِيْمَةُ بِالْقِسْمَةِ أَوِ اخْتِيَارِ التَّمَلُّكِ وَأَمَّا السَّلَبُ فَمَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا أَوْ كَفٰى شَرَّهُ وَكَانَ الْمَقْتُوْلُ مُمْتَنِعًا وَغَرَّرَ الْقَاتِلُ بِنَفْسِهِ فِيْ قَتْلِهِ اسْتَحَقَّ سَلَبَهُ وَهُوَ مَا احْتَوَتْ يَدُهُ عَلَيْهِ فِى الْوَقْعَةِ مِنْ فَرَسٍ وَثِيَابٍ وَسِلَاحٍ وَنَفَقَةٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، فَأَمَّا الْخُمُسُ فَيُقْسَمُ عَلٰى خَمْسَةٍ أَيْضًا سَهْم لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُصْرَفُ بَعْدَهُ فِى الْمَصَالِحِ مِنْ سَدِّ الثُّغُوْرِ وَأَرْزَاقِ الْقُضَاةِ وَالْمُؤَذِّنِيْنَ وَنَحْوِهِمْ وَسَهْم لِذَوِى الْقُرْبٰى مِنْ بَنِى هَاشِمٍ وَبَنِى الْمُطَّلِبِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَسَهْم لِلْيَتَامَى الْفُقَرَاءِ وَسَهْم لِلْمَسَاكِيْنِ وَسَهْم لِابْنِ السَّبِيْلِ)

(غنیمت کا بیان)

غنیمت کی تعریف

لغت میں: غنیمہ فائدہ اٹھانے کو کہتے ہیں (اقناع ج٢ ص٢١٦)

شرعاً : جو مال اہل حرب سے زبردستی لیا جائے اور وہ مال مسلمان کا نہ ہو اسے غنیمہ کہتے ہیں۔

آیت: وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ الخ (سورۂ أنفال ٤١) (تحقيق على عمدة ص٢١٨) اور اس بات کو جان لو کہ جو شے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا ہے اور (ایک حصہ) آپ کے قرابت داروں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے اور (ایک حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے (ترجمۂ قرآن)

(مالِ غنیمت اس آدمی کے لئے ہو گا جو لڑائی میں آخر تک حاضر رہے) لہٰذا جو جنگ میں شریک ہو لیکن جنگ ختم ہونے سے پہلے الگ ہو جائے یا جنگ ختم ہو جانے کے بعد اور مال غنیمت جمع کرنے سے پہلے حاضر ہو تو غنیمت کا حقدار نہ ہو گا (اور غنیمت کو تقسیم کیا جائے گا) اور یہ تقسیم واجب ہے (سلب اور خمس نکالنے کے بعد راجل) پیدل جنگ کرنے والے (کو ایک حصہ دیا جائے گا اور سوار کو تین حصے دئے جائیں گے جبکہ دونوں میں سے ہر ایک مذکر آزاد، بالغ، مسلمان اور عاقل ہو۔) ایک شرط اور ہے صحت مند ہو جس میں ان شرطوں میں سے کوئی ایک بھی شرط نہ ہو تو اس کو سہم نہیں دیا جائے گا بلکہ رضخ دیا جائے گا (اور رضخ دیا جائے گا عورت، غلام، صبی اور کافر کو اگر یہ لوگ جنگ میں امام کی اجازت سے حاضر ہوئے ہوں) اگر امام کی اجازت کے بغیر حاضر ہوئے ہوں تو رضخ نہیں دیا جائے گا (اور یہ رضخ اربعۃ اخماس میں سے دیا جائے گا) خمس نکالنے کے بعد غانمین کے لئے جو چار حصے بچتے ہیں اس کو اربعۃ اخماس $\frac{4}{5}$ کہتے ہیں۔ جو غانمین کا حق ہوتا ہے۔ **رضخ:** سہم سے کم مال جس کی مقدار میں امام اجتہاد کرے گا۔ (اور مال غنیمت ملکیت میں داخل ہو گا تقسیم سے یا تملک) [مالک ہونے] (کو اختیار کرنے سے) لہٰذا غانم کا ان دونوں چیزوں سے پہلے اپنے حق سے اعراض کرنا صحیح ہو گا، مذکورہ دونوں چیزوں سے مالک ہو جانے کے بعد اعراض درست نہ ہو گا (اور سلب کی تفصیل یہ ہے کہ جو آدمی کسی کافر کو قتل کر دے یا کافر کے شر سے مسلمانوں کو بچا لے اور مقتول قوی ہو اپنی حفاظت کر سکتا ہو) اگر مقتول زخمی ہو مدافعت کی قوت نہ رکھتا ہو اور اس کا کام تمام کر دے تو سلب کا مستحق نہ ہو گا، کفایہ شر سے مراد یہ ہے کہ اس کی قوت ختم کر دے مثلاً دونوں آنکھیں پھوڑ دے، یا دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ ڈالے۔ یا قید کر لے (اور قاتل اپنی جان کو خطرے میں ڈالے اس کو قتل کرنے کے لئے تو اس کے سلب کا مستحق ہو گا) مال سلب کو تقسیم نہیں کیا جاتا (سلب وہ

مال ہے جس پر مقتول کا ہاتھ حاوی اور مشتمل ہو جنگ میں۔ یعنی گھوڑا، کپڑے، ہتھیار اور نفقہ وغیرہ۔)

(اور خمس)[جسکو غنیمت سے نکالا گیا اس](کی تفصیل یہ ہے کہ اس کو پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ پہلا حصہ نبی کریم ﷺ کا ہے، یہ حصہ آپ ﷺ کی وفات سے ساقط نہ ہو گا بلکہ آپ ﷺ کے بعد مصالح عامہ میں صرف کیا جائے گا یعنی سرحدوں کی حفاظت، قاضیوں، مؤذنوں اور ان کے مانند لوگوں کی روزی میں صرف کیا جائے گا۔ دوسرا حصہ آپ ﷺ کے رشتہ داروں کا ہے یعنی بنو ہاشم اور بنو مطلب کا۔ مذکر کے لئے مؤنث کا دوگنا ہے) غنی و فقیر دونوں کو دیا جائے گا (تیسرا حصہ یتیم فقیروں کا ہے، چوتھا حصہ مساکین کا ہے) یہ لفظ فقیروں کو بھی شامل ہے (اور پانچواں حصہ مسافروں کا ہے) اور مسافر کو دینے کے لئے حاجت شرط ہے یعنی اتنا مال نہ پاتا ہو جو کفایت کرے غنیمت کے علاوہ، اسی طرح مسلمان ہونا اور سفر کا مباح ہونا بھی شرط ہے،

(فصل)

(تُعْقَدُ الذِّمَّةِ لِلْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوْسِ وَلِمَنْ دَخَلَ فِيْ دِيْنِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى قَبْلَ النَّسْخِ وَالتَّبْدِيْلِ وَالسَّامِرَةِ وَالصَّابِئَةِ إِنْ وَافَقُوْهُمْ فِي أَصْلِ دِيْنِهِمْ وَلِمَنْ تَمَسَّكَ بِدِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ أَوْ غَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَلَايُعْقَدُ لِوَثَنِيٍّ وَمَنْ لَاكِتَابَ لَهُ وَلَاشُبْهَةَ كِتَابٍ، وَلَايَصِحُّ إِلَّا بِشَرْطَيْنِ اِلْتِزَامِ أَحْكَامِ الْإِسْلَامِ وَبَذْلِ الْجِزْيَةِ وَأَقَلُّهَا دِيْنَار مِنْ كُلِّ شَخْصٍ وَأَكْثَرُهَا مَاتَرَاضَوْا عَلَيْهِ وَتُؤْخَذُ مِنْهُمْ بِرِفْقٍ كَسَائِرِ الدُّيُوْنِ وَلَاتُؤْخَذُ مِنِ امْرَأَةٍ وَصَبِيٍّ وَمَجْنُوْنٍ وَعَبْدٍ وَيُلْزَمُوْنَ بِأَحْكَامِنَا مِنْ ضَمَانِ النَّفْسِ وَالْعِرْضِ وَالْمَالِ وَيُحَدُّوْنَ لِلزِّنَا وَالسَّرِقَةِ لَالِلسُّكْرِ وَيَتَمَيَّزُوْنَ فِي اللِّبَاسِ وَالزَّنَانِيْرِ وَيَكُوْنُ فِي رِقَابِهِمْ جَرَس فِي الْحَمَّامِ وَلَايَرْكَبُوْنَ فَرَسًا بَلْ بِغَالًا أَوْ حِمَارًا عَرْضًا وَلَايُبْدَءُوْنَ بِسَلَامٍ وَيُلْجَئُوْنَ اِلَى أَضْيَقِ الطَّرِيْقِ وَلَايَعْلُوْنَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْبِنَاء وَلَايُسَاوُوْنَهُمْ فَإِنْ تَمَلَّكُوْا دَارًا عَالِيَةً لَمْ تُهْدَمْ وَيُمْنَعُوْنَ مِنْ اِظْهَارِ خَمْرٍ وَخِنْزِيْرٍ وَنَاقُوْسٍ وَجَهْرِ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَجَنَائِزِهِمْ وَأَعْيَادِهِمْ وَمِنْ

اِحْدَاثِ کَنِیْسَةٍ فَاِنْ صُوْلِحُوْا فِی بِلْدَانِهِمْ عَلَی الْجِزْیَةِ لَمْ یُمْنَعُوْا مِنْ ذٰلِکَ وَیُمْنَعُوْنَ مِنَ الْمُقَامِ بِالْحِجَازِ وَهِیَ مَکَّةُ وَالْمَدِیْنَةُ وَالْیَمَامَةُ وَقُرَاهَا أَکْثَرَ مِنْ ثَلَاثَةِ أَیَّامٍ اِذَا أَذِنَ لَهُمُ الْاِمَامُ فِی الدُّخُوْلِ لِحَاجَةٍ وَلَایُمَکَّنُ مُشْرِکٌ مِنَ الْحَرَمِ بِحَالٍ وَلَایَدْخُلُوْنَ مَسْجِدًا اِلَّا بِاِذْنٍ وَعَلَی الْاِمَامِ حِفْظُ مَنْ کَانَ مِنْهُمْ فِی دَارِنَا کَمَا یَحْفَظُ الْمُسْلِمِیْنَ وَاسْتِنْقَاذُ مَنْ أُسِرَ مِنْهُمْ فَاِنِ امْتَنَعُوْا مِنَ الْتِزَامِ أَحْکَامِ الْمِلَّةِ وَأَدَاءِ الْجِزْیَةِ انْتَقَضَ عَهْدُهُمْ مُطْلَقًا وَاِنْ زَنٰی أَحَدٌ مِنْهُمْ بِمُسْلِمَةٍ أَوْ أَصَابَهَا بِنِکَاحٍ أَوْ آوٰی عَیْنًا لِلْکُفَّارِ أَوْ فَتَنَ مُسْلِمًا عَنْ دِیْنِهِ أَوْ قَتَلَهُ أَوْ ذَکَرَ اللّٰهَ أَوْ رَسُوْلَهُ أَوْ دِیْنَهُ بِمَا لَایَجُوْزُ فَاِنْ شَرَطَ عَلَیْهِمُ الْاِنْتِقَاضَ بِذٰلِکَ انْتَقَضَ وَاِلَّا فَلَا وَمَنِ انْتَقَضَ عَهْدُهُ تَخَیَّرَ الْاِمَامُ فِیْهِ بَیْنَ الْخِصَالِ الْأَرْبَعِ فِی الْأَسِیْرِ)

(فصل)

عقد جزیہ کے بیان میں

(ذمہ کا معاہدہ کیا جائے گا یہودی، نصاری، مجوسی اور اس شخص سے جس کے اصول یہود و نصاری کے دین میں داخل ہوئے ہوں نسخ اور تبدیل)[ردوبدل](سے پہلے) اور اصح قول یہ ہے کہ نسخ سے پہلے اصول کا دین میں داخل ہونا اگرچہ تبدیل ہو چکی ہو عقد ذمہ میں کافی ہے، تبدیل عقد ذمہ سے مانع نہ ہو گی، جس کے اصول یہودیت میں عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے داخل ہوئے ہوں یا نصرانیت میں داخل ہوئے ہوں محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے یا وقت میں شک ہو تو عقد ذمہ صحیح ہو گا۔ (اور سامرہ)[یہ یہود کا ایک فرقہ ہے] (اور صابئہ)[یہ یہود کا ایک فرقہ تھا یا دین ابراہیم کو اختیار کرنے والا ایک فرقہ تھا](سے) ذمہ کا معاہدہ کیا جائے گا (اگر ان کے اصل دین میں موافق ہوں)[یعنی عقائد اصلیہ میں نہ کہ فروع میں](اور) عقد ذمہ کا معاہدہ کیا جائے گا (ابراہیم علیہ السلام یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی اور نبی علیہ السلام کے دین کی پیروی کرنے والے کے ساتھ اور عقد ذمہ کا معاہدہ نہیں کیا جائے گا بت پرست کے ساتھ اور نہ ان لوگوں کے ساتھ جن کے پاس نہ

کتاب ہو نہ شبہ کتاب) اور جن کے پاس شبہ کتاب ہو جیسے مجوسی تو ان کے ساتھ معاہدہ کیا جائے گا۔ (اور عقد ذمہ درست نہیں مگر دو شرطوں کے ساتھ) پہلی (احکام اسلام کی پابندی اور) دوسری شرط (جزیہ دینا) عقد ذمہ کی صورت یہ ہے میں تمہیں دارالاسلام میں بر قرار رکھتا ہوں بشرطیکہ تم لوگ جزیہ دو اور احکام اسلام کی پابندی کرو۔ (اور جزیہ کی کم سے کم مقدار ایک دینار ہے ہر ایک شخص سے اور زیادہ سے زیادہ مقدار وہ ہے جس پر دونوں باہم رضامند و متفق ہو جائیں۔ اور جزیہ ان سے نرمی کے ساتھ وصول کیا جائے اور قرضوں کی طرح) اور صغار و ذلت کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ ان احکام کے پابند ہیں جن احکام کے وہ قائل نہیں (اور جزیہ نہیں لیا جائے گا عورت، بچہ، مجنون اور غلام سے اور ان کو پابند کیا جائے گا ہمارے احکام کا یعنی نفس کے ضمان کا) قتل کرنے کی صورت میں (اور آبرو) کے ضمان کا جیسے وطی کی صورت میں مہر کا (اور مال) کے ضمان کا قیمت والی شی کو ضائع کرنے کی صورت میں مکلف کیا جائے گا (اور ان کو حد ماری جائے گی زنا اور سرقہ کی وجہ سے نہ کہ نشہ کی وجہ سے اور ان کو جدا کیا جائے گا لباس میں اور زنار) میں [وہ پٹی جسے نصرانی کمر اور پیٹ پر باندھتے ہیں۔] (اور ان کی گردنوں میں گھنٹی ہو گی حمام میں۔ اور سواری نہیں کریں گے گھوڑے پر، بلکہ سوار ہوں گے خچر پر یا گدھے) پر (اور عرض میں سوار ہوں گے) [اس طرح کہ سوار کے دونوں پیر جانور کے ایک جانب ہوں۔] (اور ابتداءً اسلام نہ کرے اور ان کو مجبور کیا جائے گا تنگ راستے پر ازدحام کے وقت) لیکن اتنا نہیں کہ تکلیف میں پڑ جائے (اور وہ مسلمانوں کی عمارت سے بلند عمارت نہیں بنائیں گے اور نہ برابر اگر بلند گھر کے مالک بنے تو گرایا نہیں جائے گا اور ان کو روکا جائے گا شراب، خنزیر اور ناقوس) [یعنی نصاری کا گھنٹہ جسے وہ اپنی نماز کے وقت بجاتے ہیں] (کے اظہار سے۔ اور تورات، انجیل، اپنے جنازوں اور عیدوں کے جہر سے) [یعنی اظہار و اعلان سے] (اور) ان

کو روکا جائے گا (نیا کنیسہ)[یہود و نصاریٰ کا عبادت خانہ، گرجا] (بنانے سے، ہاں اگر ان سے صلح کا معاہدہ کیا گیا ہو ان کے خطہ زمین)[ملک] (میں جزیہ پر)[اور اس بات پر کہ زمین ان ہی کی رہے گی] (تو ان میں سے کسی چیز سے نہیں روکا جائے گا۔ اور ان کو روکا جائے گا حجاز میں قیام و سکونت سے اور حجاز سے مراد مکہ، مدینہ اور ان کی بستیاں ہیں) جیسے طائف لہٰذا ان علاقوں میں رہنے نہیں دیا جائے گا (تین دن سے زیادہ اگر ان کو امام کسی حاجت و ضرورت کے لئے دخول کی اجازت دے اور موقع نہیں دیا جائے گا کسی بھی مشرک) و کافر (کو حرم مکہ میں آنے کا کسی بھی حال میں)[اگرچہ کتنی بڑی مصلحت کیوں نہ ہو، اگر قاصد ہو تو امام یا نائب حرم سے باہر نکلے] (اور مسجد میں داخل نہ ہوں گے مگر کسی مسلمان کی اجازت سے اور امام کے ذمہ ہے ان میں سے اس آدمی کی جو ہمارے وطن میں ہے جیسے مسلمانوں کی حفاظت کرتا ہے)[اس طرح جب وہ اپنے وطن میں ہوں، لہٰذا ان کو بچائے گا زیادتی کرنے والوں سے، چاہے زیادتی کرنے والے ذمی ہوں یا حربی یا مسلمان۔] (اور) امام پر واجب ہے (ان میں سے قید ہونے والے کو چھڑانا، اگر یہ لوگ چھوڑ دے احکام ملت کی پابندی یا اداء جزیہ کو تو ان کا عہد منسوخ ہو جائے گا چاہے منسوخی کی شرط ہو یا نہ ہو)[بہر صورت عہد منسوخ ہو جائے گا اسی طرح ہمارے ساتھ جنگ سے بھی عہد ختم ہو جائے گا۔] (اور اگر ان میں سے کوئی فرد زنا کرے مسلمان عورت سے یا وطی کرے نکاح کے ذریعہ یا کفار کے جاسوس کو پناہ دے، یا کسی مسلمان کو اس کے دین سے بھٹکا دے)[ہٹا دے یا کفر کی دعوت دے] (یا مسلمان کو قتل کر دے) [یا تہمت لگائے] (یا اللہ تعالیٰ کے متعلق یا اس کے رسول)[ﷺ] (یا اس کے دین کے متعلق ایسی بات زبان پر لائے جو جائز نہیں)[جس کے وہ اپنے دین میں معتقد نہیں، اگر اپنے دین میں معتقد ہوں جیسے کہ ان کا عقیدہ ہو کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ

کی کتاب نہیں یا اللہ تعالیٰ تین میں ایک ہے تو نقضِ عہد نہ ہو گا، اگرچہ انتقاض کی شرط ہو۔] (اگر عہد میں ان پر شرط لگائی گئی ہو ان امور سے انتقاض عہد) [عہد کے منسوخ ہونے] (کی تو عہد منسوخ ہو جائے گا) [پھر اس پر حربیوں کے احکام نافذ ہوں گے] (ورنہ) (یعنی انتقاض عہد کی شرط نہ ہو تو) (عہد منسوخ نہ ہو گا۔ اور جس کا عہد منسوخ ہو جائے اس کے معاملہ میں امام کو اختیار ہے ان چار امور میں جن کا ذکر اسیر کے متعلق ہوا) [پھر اگر امام کے ان چار امور میں سے کسی کو اختیار کرنے سے پہلے اسلام قبول کر لے تو غلام بنانا ممنوع ہو گا، اس کے بر خلاف اسیر کو اسلام کے بعد بھی غلام بنانا درست ہے]

واللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْحُدُوْدِ)

(إِذَا زَنَى أَوْ لَاطَ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ الْمُخْتَارُ مُسْلِمًا كَانَ أَوْ ذِمِّيًّا أَوْ مُرْتَدًّا حُرًّا كَانَ أَوْ عَبْدًا وَجَبَ عَلَيْهِ الْحَدُّ فَإِنْ كَانَ مُحْصَنًا رُجِمَ حَتّٰى يَمُوْتَ وَالْمُحْصَنُ مَنْ وَطِئَ فِي الْقُبُلِ فِي نِكَاحٍ صَحِيْحٍ وَهُوَ حُرٌّ بَالِغٌ عَاقِلٌ فَلَوْ وَطِئَ زَوْجَتَهُ فِي الدُّبُرِ أَوْ جَارِيَتَهُ فِي الْقُبُلِ أَوْ فِي نِكَاحٍ فَاسِدٍ أَوْ وَطِئَ زَوْجَتَهُ وَهُوَ عَبْدٌ ثُمَّ عَتَقَ أَوْ صَبِيٌّ أَوْ مَجْنُوْنٌ ثُمَّ أَفَاقَ وَزَنٰى فَلَيْسَ بِمُحْصَنٍ وَغَيْرُ الْمُحْصَنِ اِنْ كَانَ حُرًّا جُلِدَ مِائَةَ جَلْدَةٍ وَغُرِّبَ سَنَةً اِلٰى مَسَافَةِ الْقَصْرِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا جُلِدَ خَمْسِيْنَ وَغُرِّبَ نِصْفَ سَنَةٍ وَمَنْ وَطِئَ بَهِيْمَةً أَوِ امْرَأَةً مَيِّتَةً أَوْ حَيَّةً فِيْمَا دُوْنَ الْفَرْجِ أَوْ جَارِيَةً يَمْلِكُ بَعْضَهَا أَوْ أُخْتَهُ الْمَمْلُوْكَةَ لَهُ أَوْ وَطِئَ زَوْجَتَهُ فِي الْحَيْضِ أَوْ فِي الدُّبُرِ أَوِ اسْتَمْنٰى بِيَدِهِ أَوْ أَتَتِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ لَا حَدَّ عَلَيْهِ وَيُعَزَّرُ وَمَنْ زَنٰى وَقَالَ لَا أَعْلَمُ تَحْرِيْمَ الزِّنَا وَكَانَ قَرِيْبَ عَهْدٍ بِالْإِسْلَامِ أَوْ نَشَأَ بِبَادِيَةٍ بَعِيْدَةٍ لَمْ يُحَدَّ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ حُدَّ وَلَا يُجْلَدُ فِي حَرٍّ وَبَرْدٍ شَدِيْدَيْنِ وَمَرَضٍ يُرْجٰى بُرْؤُهُ حَتّٰى يَبْرَأَ وَلَا فِي الْمَسْجِدِ وَلَا الْمَرْأَةُ فِي الْحَبَلِ حَتّٰى تَضَعَ وَيَزُوْلَ أَلَمُ الْوِلَادَةِ وَلَا يُجْلَدُ بِسَوْطٍ جَدِيْدٍ وَلَا بَالٍ بَلْ بِسَوْطٍ بَيْنَ سَوْطَيْنِ وَلَا يُمَدُّ وَلَا يُشَدُّ وَلَا يُجَرَّدُ وَلَا يُبَالِغُ فِي الضَّرْبِ وَيُفَرِّقُهُ عَلٰى أَعْضَائِهِ وَيَتَوَقَّى الْمَقَاتِلَ وَالْوَجْهَ وَيُضْرَبُ الرَّجُلُ قَائِمًا وَالْمَرْأَةُ جَالِسَةً مَسْتُوْرَةً فَإِنْ كَانَ نَحِيْفًا أَوْ مَرِيْضًا لَا يُرْجٰى بُرْؤُهُ جُلِدَ بِعِثْكَالِ النَّخْلِ وَأَطْرَافِ الثِّيَابِ وَاِنْ كَانَ الْحَدُّ رَجْمًا رُجِمَ وَلَوْ فِي حَرٍّ أَوْ بَرْدٍ أَوْ مَرَضٍ مَرْجُوِّ الزَّوَالِ وَلَا تُرْجَمُ الْحَامِلُ حَتّٰى تَضَعَ وَيَسْتَغْنِيَ الْوَلَدُ بِلَبَنِ غَيْرِهَا وَلِلسَّيِّدِ أَنْ يُقِيْمَ الْحَدَّ عَلٰى رَقِيْقِهِ)

(حدود کا بیان)

حدود جمع ہے: حد کی۔

حد کی تعریف

لغت میں: حد منع کرنے کو کہتے ہیں۔

شرعاً : مخصوص افعال پر متعین کردہ سزا کو حد کہتے ہیں۔

آیت: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَآ اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا (سورۃ بنی سرائیل ۳۲)

حدیث: میں ابن مسعود سے منقول ہے فرماتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تیرا کسی کو اللہ کا ہمسر (ہم مرتبہ) قرار دینا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا میں نے کہا اس کے بعد کونسا گناہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا اپنے ولد (بچہ یا بچی) کو قتل کرنا تیرے ساتھ کھانے کے اندیشہ سے، میں نے کہا اس کے بعد کونسا گناہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔

حکمتِ حدود و کفارات

حدود و کفارے اس لئے بھی مقرر ہوئے کہ گناہوں پر زجر و توبیخ لوگوں کو ہوتی رہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ترجمہ: "تا کہ اپنے کئے کا مزہ چکھے" اگر حدود مقرر نہ ہوتے تو سرکش لوگ شرارتوں سے باز نہ آتے اور سرکشی میں بڑھتے (چنانچہ جہاں شرعی حدود و تعزیرات جاری نہیں وہاں جرائم کی کوئی انتہا ہی نہیں (حاشیۂ أحکام سلام) کفارات بھی اسی امر کے لئے ٹھہرائے گئے ہیں (أحکام سلام عقل کی نظر میں ج۳ ص۳۲۱)

(بالغ، عاقل، مختار، مسلمان ہو یا ذمی یا مرتد) ہو (آزاد ہو یا غلام جب) ایسا شخص (زنا) یعنی حشفہ داخل کرے ایسی عورت کے فرج میں جو حلال نہ ہو اور نہ شبہہ ہو (یا لواطت کرے تو اس پر حد واجب ہو گی) جبکہ زنا یا لواطت کی حرمت کو جانتا ہو، بچہ پر اور مجنون اور مکرہ پر حد واجب نہ ہو گی۔

لواطت: آدمی کے دبر میں حشفہ کا داخل کرنا لواطت کہلاتا ہے۔

(اگر زانی یا لائط محصن ہو) یعنی شادی شدہ ہو (تو اسے) معتدل پتھروں سے (رجم کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ مر جائے)

آگے مصنف محصن کی تعریف بیان فرمارہے ہیں:

(جس نے نکاح صحیح میں اگلی شرمگاہ میں) عامداً (وطی کی ہو اور وہ آزاد، بالغ) اور (عاقل ہو اسے محصن کہتے ہیں۔ اگر اپنی زوجہ سے) اس کی (پچھلی شرمگاہ میں وطی کرے) تو اسے محصن نہیں کہیں گے اس لئے کہ قبل کی شرط مفقود ہے (یا اپنی باندی سے اگلی شرمگاہ میں) وطی کرے تو اسے محصن نہیں کہیں گے اس لئے کہ نکاح صحیح کی شرط مفقود ہے وہ اس طرح کہ باندی سے وطی کرنا ملکیۃ ہے (یا نکاح فاسد میں) وطی کرے یعنی ولی یا گواہ کے بغیر نکاح ہو اور اس میں وطی کرے تو اسے محصن نہیں کہیں گے اس لئے کہ نکاح صحیح کی شرط مفقود ہے،

(یا اپنی زوجہ سے وطی کرے درانحالیکہ وہ) وطی کے وقت (غلام ہو پھر آزاد ہو جائے) وطی کرنے کے بعد تو اسے محصن نہیں کہیں گے، اس لئے کہ حریت کی شرط مفقود ہے (یا بچہ) وطی کرے پھر بالغ ہو جائے وطی کے بعد تو اسے محصن نہیں کہیں گے اس لئے کہ بلوغ کی شرط مفقود ہے (یا مجنون) وطی کرے (پھر) وطی کے بعد (اسے افاقہ ہو جائے اور) افاقہ ہونے کے بعد (زنا کرے تو اسے محصن نہیں کہیں گے) اس لئے کہ حالت جنون کی وطی محصن ہونے میں مؤثر نہ ہو گی کیونکہ عاقل کی شرط مفقود ہے لہٰذا رجم نہیں کیا جائے گا بلکہ حد جاری کی جائے گی،

(اور غیر محصن اگر آزاد ہو تو اسے سو کوڑے مارے جائیں گے اور مسافت قصر) کی مقدار (تک ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے گا) عورت کو جلاوطن نہیں کیا جائے گا مگر محرم یا شوہر کے ساتھ اگر اجرت کے بغیر نہ جائے تو اجرت عورت کے مال میں سے لازم ہو گی (کفایۃ) (اور اگر) غیر محصن (غلام) یا باندی (ہو تو پچاس کوڑے مارے جائیں گے اور نصف سال) تک کے لئے (جلاوطن کیا جائے گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ** (سورۂ نساء ۲۵)

(اور جو جانور سے وطی کرے یا مردہ عورت) سے وطی کرے تو اس پر حد جاری نہ ہو گی اس لئے کہ اس طرح کرنے سے طبعی طور پر شہوت پوری نہیں ہوتی بلکہ طبیعت سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے اور جب طبیعت سلیمہ کو نفرت ہو تو حد کے ذریعہ زجر کی حاجت نہیں ہوتی جیسا کہ پیشاب پینے میں طبیعت سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے اس لئے زجر کی حاجت نہیں ہوتی اسی طرح جانور یا مردہ عورت سے وطی کی صورت میں حد جاری نہیں ہوئی،

(یا زندہ عورت سے) وطی کرے (شرمگاہ کے علاوہ حصہ میں یا) ایسی (باندی سے) وطی کرے (جس کے بعض حصہ کا مالک ہو) یا ایسی باندی سے وطی کرے جس کے کل کا مالک ہو درانحالیکہ وہ باندی شادی شدہ ہو (یا اپنی مملوکہ بہن سے) وطی کرے یعنی اپنی بہن کو باندی کی صورت میں خریدے اور پھر اس سے وطی کرے (یا اپنی زوجہ سے وطی کرے حیض میں) یا نفاس میں یا احرام یا روزہ میں وطی کرے (یا) اپنی زوجہ سے وطی کرے (دبر میں۔ یا کوئی اپنے ہاتھ سے منی نکالے یا عورت عورت کے پاس آئے تو اس پر) یعنی و من وطی بھیمۃ سے لے کر یہاں تک کی تمام صورتوں میں کسی پر (حد نہ ہو گی) اور نہ کفارہ ہو گا (لیکن) مذکورہ تمام صورتوں میں (تعزیر کی جائے گی۔ اور کوئی شخص زنا کرے اور) اس پر حد قائم کرنے کے وقت (کہے میں زنا کی حرمت کو نہیں جانتا تھا اور وہ قریب زمانہ میں ہی اسلام لایا ہو) یعنی نو مسلم ہو (یا) علماء سے (دور جنگل میں زندگی گزارتا ہو تو) اس پر (حد نہ ہو گی) اس لئے کہ اس صورت میں اس کے صدق کا احتمال ہے (اور اگر اس طرح نہ ہو تو حد جاری کی جائے گی) مطلب یہ ہیکہ اسلام لانے کے بعد زمانہ گزر گیا ہو یا علماء سے قریب زندگی گزارتا ہو اور حرمت کا علم نہ ہونے کا دعوی کرے تب بھی اس صورت میں اس پر حد جاری کی جائے گی (سخت گرمی یا سردی میں کوڑے نہیں مارے جائیں گے) یعنی معتدل موسم کے آنے تک مؤخر کرنا واجب ہے (اور) ایسے ہی (مرض میں) کوڑے نہیں مارے

جائیں گے (جس) مرض (سے اچھاہونے کی امید ہو) بلکہ مؤخر کئے جائیں گے (یہاں تک کہ) اس مرض سے (صحت یاب ہوجائے) کہ کہیں مرض کی حالت میں کوڑے مارنا ہلاکت کا باعث نہ ہوجائے (اور نہ مسجد میں) مارے جائیں گے مسجد کی تعظیم کے پیش نظر (اور نہ حاملہ عورت کو) مارے جائیں گے بلکہ موقوف رکھیں گے تاکہ حمل اور ماں دونوں کے جان کی حفاظت ہو (یہاں تک کہ وضع حمل ہوجائے اور ولادت کی تکلیف دور ہوجائے) کہ کہیں ولادت کی تکلیف کی حالت میں کوڑے مارناماں کی ہلاکت کا باعث نہ ہو (اور نہ نئے کوڑے سے مارے) اس لئے کہ اس صورت میں تکلیف زیادہ ہوگی (اور نہ پرانے) کوڑے سے مارے اس لئے کہ اس صورت میں تکلیف نہ ہوگی اور زجر کا مقصد فوت ہوجائے گا (بلکہ دونوں کوڑوں کے درمیان کوڑے سے) مارے یعنی ایسے کوڑے سے مارے جو نئے اور پرانے کوڑوں کے مابین ہو (اور نہ مجلود کو دراز کیا جائے اور نہ مجلود کو باندھا جائے) بلکہ اس کے دونوں ہاتھوں کو چھوڑے رکھے تاکہ ہاتھ سے بچاؤ کرے،

مجلود: یعنی وہ شخص جس کو کوڑے مارے جائیں۔

(اور نہ) مجلود کو (برہنہ کیا جائے) بلکہ کپڑے باقی رکھے جائیں چاہے مرد ہو یا عورت (اور نہ ضرب میں مبالغہ کرے) اس طرح کہ خون نکل آئے (اور مختلف اعضاء پر مارے) ایک ہی جگہ پر نہ مارے (اور مقاتل اور چہرہ پر مارنے سے پرہیز کرے) مقاتل یعنی: وہ جگہیں جہاں مارنے سے آدمی ہلاک ہوجاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مارے تو چہرہ پر مارنے سے بچے۔

(اور مرد کو کھڑا ہونے کی حالت میں) کوڑے (مارے جائیں اور عورت کو کپڑا لپیٹ کر بیٹھنے کی حالت میں) مارے جائیں۔ عورت پر لپیٹا ہوا کپڑا اس کے حق میں زیادہ ستر کا سبب ہے (اگر مجلود کمزور ہو یا) ایسا (بیمار ہو جس) بیماری (سے اچھا ہونے کی امید نہ ہو تو کھجور کی سو

لکڑیوں کا گچھا مارا جائے) اس طرح مارا جائے کہ گچھے کی ہر ایک لکڑی مجلود کو مس ہو یا مس نہ ہو تو ہر ایک لکڑی کی تکلیف کا احساس ہو اگر پچاس لکڑیوں کا گچھا ہو تو دو مرتبہ مارا جائے مارتے وقت مس بھی نہ ہو اور تکلیف کا احساس بھی نہ ہو تو حد ساقط نہ ہو گی (یا) مجلود کمزور ہونے یا بیماری سے اچھا ہونے کی امید نہ ہونے کی صورت میں (کپڑوں کے کناروں سے) مارا جائے (اور اگر حد رجم ہو تو رجم کیا جائے اگرچہ) سخت (گرمی یا سردی میں یا) ایسی (بیماری) میں (جس کے زائل ہونے کی امید ہو) یعنی زائل ہونے والی بیماری میں اگر حد رجم ہو تو رجم کیا جائے (اور حاملہ کو رجم نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے اور پیدا شدہ بچہ کو ماں کے دودھ کی حاجت نہ رہے اور ماں کے علاوہ کا دودھ کافی ہو جائے، اور آقا کے لئے حق ہے کہ خود اپنے غلام پر حد جاری کرے) آپ ﷺ نے فرمایا: حدود قائم کرو اس پر جو تمہاری ملکیت میں ہے۔ اس سے مکاتب اور مبعض غلام مستثنیٰ ہے۔

واللہ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْقَذْفِ)

(إذَا قَذَفَ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ الْمُخْتَارُ وَهُوَ مُسْلِمٌ أَوْ ذِمِّيٌّ أَوْ مُرْتَدٌّ أَوْ مُسْتَأْمَنٌ مُحْصَنًا لَيْسَ بِوَلَدٍ لَهُ بِالزِّنَا أَوِ اللِّوَاطِ بِالصَّرِيحِ أَوْ بِالْكِنَايَةِ مَعَ النِّيَّةِ لَزِمَهُ الْحَدُّ وَالْمُحْصَنُ هُنَا هُوَ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ الْحُرُّ الْمُسْلِمُ الْعَفِيفُ فَيُجْلَدُ الْحُرُّ ثَمَانِيْنَ وَالْعَبْدُ أَرْبَعِيْنَ فَالصَّرِيحُ زَنَيْتَ أَوْ لُطْتَ أَوْ زَنَى فَرْجُكَ وَ نَحْوُهُ وَالْكِنَايَةُ نَحْوُ يَافَاجِرُ يَاخَبِيْثُ فَإِنْ نَوَى بِهِ الْقَذْفَ حُدَّ وَإلاَّ فَلاَ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْقَاذِفِ فِي النِّيَّةِ وَإِنْ قَالَتْ أَنْتَ أَزْنَى النَّاسِ أَوْ أَزْنَى مِنْ فُلاَنٍ فَهُوَ كِنَايَةٌ أَوْ فُلاَنٌ زَانٍ وَأَنْتَ أَزْنَى مِنْهُ فَصَرِيحٌ وَإِنْ قَذَفَ جَمَاعَةً يَمْتَنِعُ أَنْ يَكُوْنُوْا كُلُّهُمْ زُنَاةً كَقَوْلِهِ أَهْلُ مِصْرَ كُلُّهُمْ زُنَاةٌ عُزِّرَ وَإِنْ لَمْ يَمْتَنِعْ كَقَوْلِهِ بَنُوْ فُلاَنٍ زُنَاةٌ لَزِمَهُ لِكُلِّ وَاحِدٍ حَدٌّ وَلَوْ قَذَفَهُ بِزِنْيَتَيْنِ لَزِمَهُ حَدٌّ وَاحِدٌ وَإِنْ قَذَفَهُ فَحُدَّ ثُمَّ قَذَفَهُ ثَانِيًا بِذٰلِكَ الزِّنَا أَوْ بِغَيْرِهِ عُزِّرَ فَقَطْ وَلَوْ قَذَفَ مُحْصَنًا فَلَمْ يُحَدَّ حَتّٰى زَنَى الْمُحْصَنُ سَقَطَ الْحَدُّ وَلاَيُسْتَوْفَى إِلاَّ بِحَضْرَةِ الْحَاكِمِ وَبِمُطَالَبَةِ الْمَقْذُوْفِ فَإِنْ عَفَا سَقَطَ وَإِنْ مَاتَ انْتَقَلَ حَقُّهُ لِوَارِثِهِ وَلَوْ قَالَ لِرَجُلٍ اقْذِفْنِي فَقَذَفَهُ لَمْ يُحَدَّ وَلَوْ قَذَفَ عَبْدًا ثَبَتَ لَهُ التَّعْزِيْرُ)

(قذف کا بیان)

قذف کی تعریف

لغت میں: قذف پھینکنے کو کہتے ہیں۔

شرعاً : عار دلانے کے طور پر زنا یا لواطت کی تہمت لگانے کو قذف کہتے ہیں۔

قذف کا حکم

یہ گناہ کبیرہ ہے۔

(جب تہمت لگائے بالغ، عاقل اور مختار آدمی چاہے وہ مسلمان ہو یا ذمی یا مرتد یا مستأمن ایسے محصن پر جو اس کا بیٹا نہ ہو زنا کی یا لواطت) کی (صریح صیغہ سے یا کنایہ) سے (نیت کے ساتھ تو اس پر حد لازم ہو گی) لہٰذا بچہ اور مجنون پر حد لازم نہ ہو گی غیر مکلف ہونے کی وجہ سے اسی طرح مکرہ، حربی اور والد جب اپنے ولد پر تہمت لگائے تو حد لازم نہ ہو گی،

(اور محصن سے یہاں مراد: بالغ، عاقل، آزاد، مسلمان) اور (پاک دامن ہے۔ آزاد کو اسی کوڑے مارے جائیں گے اور غلام کو چالیس)

آگے مصنف قذف سے متعلق صریح اور کنایہ الفاظ کو بیان فرمارہے ہیں:

(پس صریح) لفظ (زنیت) ہے یعنی قاذف مقذوف کو کہے تونے زنا کیا (یا لطت) ہے یعنی کہے تونے لواطت کی (یازنی فرجک ہے) یعنی کہے تیری شرمگاہ نے زنا کیا (اور اس کے مانند) کوئی صریح لفظ کہے جیسے یازانی وغیرہ (اور کنایہ) لفظ (ہے جیسے یافاجر) یعنی قاذف مقذوف کو یا فاجر کہے (یا خبیث) یعنی یا خبیث کہے، ان کے علاوہ کنایہ الفاظ یہ ہیں: یا فاسق۔یا لوطی۔یامخنث (اگر اس سے) یعنی کنایہ لفظ سے (نیت قذف کی ہو) یعنی زنا کی طرف نسبت کی نیت ہو (تو) قاذف پر (حد جاری کی جائے گی ورنہ) یعنی قذف کی نیت نہ ہو تو حد (لاگو نہ ہوگی، اور نیت کے بارے میں قاذف کا قول) قسم کے ساتھ (مانا جائے گا) یعنی کنایہ لفظ استعمال کرنے پر قاذف کہے میری قذف کی نیت نہیں تھی اور مقذوف کہے تیری نیت قذف کی تھی تو ایسی صورت میں قاذف کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی،

(اور اگر قاذف) کسی شخص کو (کہے تو لوگوں میں سب سے بڑا زانی ہے یا تو فلاں سے بڑا زانی ہے) اور قاذف کو اقرار یا گواہ سے فلاں کے زنا کے ثبوت کا علم نہ ہو (تو یہ) یعنی قاذف کا "أنت أزنى الناس" یا "أزنى من فلان" کہنا (کنایہ ہے یا) قاذف کہے (فلاں زانی ہے اور تو اس سے بڑا زانی ہے تو یہ) کہنا (صریح ہے) اس لئے کہ اس صورت میں دونوں کی طرف زنا کی نسبت اس کے کلام میں ہے،

(اگر قاذف ایسی جماعت پر بہتان لگائے کہ پوری کے پوری جماعت کا زنا کار ہونا ممتنع ہو جیسے قاذف کہے اہل مصر سب کے سب زنا کار ہیں تو) ظاہر سی بات ہے کہ ان سب کا زنا کار ہونا مشکل ہے لہٰذا اس کی (تعزیر کی جائے گی) اس کے جھوٹا ہونے کی بنا پر اس پر حد جاری

نہ ہو گی (اور اگر ممتنع نہ ہو) یعنی ممکن ہو (جیسے قاذف کہے فلاں کی اولاد زناکار ہے تو قاذف پر) اولاد میں سے (ہر ایک کی) تہمت کے مقابلہ میں (حد لازم ہو گی) جس طرح انفرادی طور پر ہر ایک پر بہتان لگانے سے ہر ایک کے مقابلے میں حد لازم ہوتی اسی طرح مذکورہ صورت میں بھی ہر ایک کی طرف سے حد لازم ہو گی (اور اگر کسی پر دو زنا کی تہمت لگائے تو قاذف پر ایک ہی حد لازم ہو گی) تداخل پر عمل کرتے ہوئے مطلب یہ ہیکہ ایک زنا کی تہمت میں دوسری تہمت کے دخول کا اعتبار کرتے ہوئے ایک ہی حد لازم ہو گی (اگر کسی پر قاذف) زنا کی (تہمت لگائے تو) اس پر (حد جاری کی جائے گی پھر اسی) مقذوف (پر دوسری بار اسی زنا کی تہمت لگائے) جس زنا کی پہلی بار تہمت لگائی تھی (یا اس کے علاوہ کی) مطلب یہ ہیکہ پہلی بار جس زنا کی تہمت لگائی تھی دوسری بار پہلی کے علاوہ زنا کی تہمت لگائے (تو صرف) قاذف کی (تعزیر کی جائے گی) اس لئے کہ مقذوف کو اس سے عار لاحق نہیں ہوتی ہاں البتہ ایذاء ہے اس لئے تعزیر ہو گی،

(اور اگر قاذف نے کسی محصن پر تہمت لگائی اور) اس پر (حد جاری نہیں کی گئی یہاں تک کہ محصن زنا میں مبتلا ہو گیا تو) قاذف سے (حد ساقط ہو جائے گی) اس کے بر خلاف جب محصن مرتد ہو جائے اسلام چھوڑ بیٹھے تو حد قذف قاذف سے ساقط نہ ہو گی، یعنی ایک آدمی نے محصن پر تہمت لگائی ابھی حد قذف لگائی نہیں تھی کہ محصن زنا کر بیٹھا یا مرتد ہو گیا تو زنا کی صورت میں حد قذف ساقط ہو جائے گی اور ارتداد کی صورت میں نہیں،

(اور حد جاری نہیں کی جائے گی مگر حاکم) یا اس کے نائب (کی موجودگی میں اور مقذوف کے مطالبہ کرنے کی صورت میں، اگر مقذوف) حد سے (در گزر کرے تو حد ساقط ہو گی) اس لئے کہ یہ مقذوف کا حق ہے۔

کن صورتوں میں حد قذف معاف ہوتی ہے

ان صورتوں میں حد قذف معاف ہوتی ہے:(۱) قاذف مقذوف کے زنا پر چار گواہ پیش کرے اگر چار سے کم کرے اور وہ گواہی دیں تو سب پر حد جاری ہوگی(ألفاظ أبی شجاع مع قناع ج۲ ص۱۸۵)(۲)مقذوف قاذف کو در گزر کرے مکمل حد سے اگر بعض حد سے در گزر کرے تو قاذف سے کچھ بھی ساقط نہ ہوگا(۳)شوہر لعان کرے(۴)مقذوف زنا کا اقرار کرے(۵) قاذف حد کا وارث بنے(ألفاظ أبی شجاع مع قناع ج۲ ص۱۸۵) (اور اگر مقذوف کا انتقال ہو جائے تو مقذوف کا حق)یعنی حد جس طرح مالک مال کا انتقال ہو جانے کی وجہ سے مال اس کے وارث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اسی طرح مقذوف کا حق (اس کے وارث کی طرف منتقل ہوگا۔اور اگر کوئی شخص کسی آدمی کو کہے تو مجھ پر تہمت لگا پھر وہ اس پر تہمت لگائے تو) قاذف پر (حد جاری نہیں کی جائے گی) جس طرح کوئی شخص کسی سے کہے تو مجھے قتل کر پھر وہ اسے قتل کرے تو قاتل پر قصاص واجب نہیں ہوتا اس لئے کہ مقتول کے حکم کی وجہ سے قاتل نے قتل کیا اسی طرح مذکورہ صورت میں مقذوف کے حکم کی وجہ سے قاذف نے مقذوف پر تہمت لگائی لہٰذا قاذف پر حد جاری نہیں کی جائے گی،

(اور اگر کوئی شخص غلام پر تہمت لگائے تو غلام کے لئے تعزیر ثابت ہوگی) نہ کہ آقا کے لئے پھر اگر غلام کا انتقال ہو جائے تو تعزیر اصح قول کے مطابق اس کے آقا کی طرف منتقل ہوگی جیسا کہ مالِ کتابت آقا کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

واللہ تعالی أعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ السَّرِقَةِ)

(إِذَا سَرَقَ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ الْمُخْتَارُ وَهُوَ مُسْلِمٌ أَوْ ذِمِّيٌ أَوْ مُرْتَدٌ نِصَابًا مِنَ الْمَالِ وَهُوَ رُبُعُ دِيْنَارٍ أَوْ مَاقِيْمَتُهُ رُبُعُ دِيْنَارٍ حَالَ السَّرِقَةِ مِنْ حِرْزِ مِثْلِهِ وَلَاشُبْهَةَ لَهُ فِيْهِ قُطِعَتْ يَدُهُ الْيُمْنَى فَإِنْ سَرَقَ ثَانِيًا قُطِعَتْ رِجْلُهُ الْيُسْرَى فَإِنْ عَادَ قُطِعَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى فَإِنْ عَادَ قُطِعَت رِجْلُهُ الْيَمِيْنَ فَإِنْ عَادَ عُزِّرَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ يَمِيْن قُطِعَتْ رِجْلُهُ الْيُسْرَى وَإِنْ كَانَتْ لَهُ وَلَمْ تُقْطَعْ حَتّٰى ذَهَبَتْ سَقَطَ الْقَطْعُ فَإِذَا قُطِعَ غُمِسَ الْمَقْطَعُ بِزَيْتٍ حَارٍّ فَإِنْ سَرَقَ دُوْنَ نِصَابٍ أَوْ مِنْ غَيْرِ حِرْزٍ أَوْ مَالَهُ شُبْهَة كَمَالِ بَيْتِ الْمَالِ وَمَالِ ابْنِهِ أَوْ أَبِيْهِ أَوْ مَالِكِهِ لَمْ يُقْطَعْ فِي الْجَمْعِ وَحِرْزُ كُلِّ شَيْئٍ بِحَسَبِهِ وَيَخْتَلِفُ الْحِرْزُ بِاخْتِلَافِ الْمَالِ وَالْبِلَادِ وَعَدْلِ السُّلْطَانِ وَجَوْرِهِ وَقُوَّتِهِ وَضَعْفِهِ فَحِرْزُ الثِّيَابِ وَالنُّقُوْدِ وَالْجَوَاهِرِ الصُّنْدُوْقُ الْمُقْفَلُ وَحِرْزُ الْأَمْتِعَةِ الدَّكَاكِيْنُ الْمُقْفَلَةُ عَلَيْهَا وَثَمَّ حَارِس وَالدَّوَابِ الْإِصْطَبْلُ وَالْأَوَانِي صُفَّةُ الْبَيْتِ بِحَسَبِ الْعَادَةِ وَحِرْزُ الْكَفَنِ الْقَبْرُ وَلَوِ اشْتَرَكَ اثْنَانِ فِيْ خَرَاجِ نِصَابٍ فَقَطْ لَمْ يُقْطَعْ وَاحِد مِنْهُمَا وَلَا يَقْطَعُ الْحُرَّ اِلَّا الْإِمَامُ أَوْ نَائِبُهُ وَيَقْطَعُ الْعَبْدَ سَيِّدُهُ وَلَا قَطْعَ عَلَى مَنِ انْتَهَبَ أَوِ اخْتَلَسَ أَوْ خَانَ أَوْ جَحَدَ)

(سرقہ کا بیان)

سرقہ کی تعریف

لغت میں: پوشیدہ طور پر مال لینے کو سرقہ کہتے ہیں(تحقیق علی عمدۃ ص۲۲۲)

شرعاً : پوشیدہ طور پر دوسرے کا مال لینے اور حفاظت کی جگہ سے نکالنے کو سرقہ کہتے ہیں(کفایۃ ص٦٣٤)

حد سرقہ کی دلیل: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا(سورۃ مائدۃ۳۸)

حدیث: نبی کریم ﷺ نے قبیلہ مخزوم کی عورت کا ہاتھ کاٹا۔

چوری کی سزا میں چور کے ہاتھ کاٹنے اور زنا کی سزا میں شرمگاہ نہ کاٹنے کی وجہ

چوری کی سزا میں چور کا ہاتھ کاٹنا اور زنا کی سزا میں زانی کی شرمگاہ نہ کاٹنا خدا تعالیٰ کی نہایت حکمت و مصلحت پر مبنی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی حکمت اور اس کی رحمت اور اس کی مخلوق

کی مصلحت میں جائز نہیں ہے کہ ہر مجرم کا وہی عضو کاٹا جاوے جس سے گناہ کیا ہو کیونکہ اس طرح ہر ایک بد نظر کی آنکھ نکالی جاتی اور بری بات کے سننے والے کے کان کاٹے جاتے اور ہر بد زبانی کرنے والے کی زبان کاٹنی پڑتی اور ہر ایک ظلم سے طمانچہ مارنے والے کے ہاتھ کاٹے جاتے اور اس طرح کی سزائیں جو زیادتی و تجاوز کرنا پڑتا وہ پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ اس میں عدم لحاظ مراتب ہوتے اور خدا تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور اس کی صفات عالیہ اور اس کے افعال حمیدہ اس امر کو نہیں چاہتے کیونکہ حد مقرر کرنا محض امن ہی کے لئے نہیں ہے ورنہ اگر اس امر کا ارادہ ہوتا تو مجرم کو قتل کرنا ہی لازم ہوتا۔ حد مقرر کرنے سے مقصود خود مرتکب کو گناہ پر توبیخ وزجر کرنا اور سزا دینا اور آئندہ کے لئے عبرت دلانا منظور ہے۔ اور دوسروں کے لئے یہ بھی کہ حدود سے لوگ ظلم وزیادتی کرنے سے رک جائیں اور دوسرے آدمی ایک کی سزا سے عبرت پکڑیں اور نیز یہ بھی کہ مجرم عذاب و سزا سے خالص توبہ کی طرف رجوع کرے اور یہ بھی کہ حد کی سزا سے انسان کو عذاب آخرت یاد آجاوے اور مصالح بنی آدم کو سمجھ کر بھی آئندہ بدیوں سے باز آجائے اور یہ مصالح قطع اعضاء کو مقتضی نہیں مطلق سزا کو مقتضی ہیں پھر یہ بات کہ چور کے لئے قطع ید کیوں تجویز کیا سو اس میں ایک اور بات ہے وہ یہ کہ چور چوری پوشیدہ طور پر کرتا ہے جیسا کہ سرقہ کا لفظ خود اس پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں شخص کی طرف چوری سے دیکھتا ہے جبکہ وہ اس کو خفیہ نظر سے دیکھتا ہو اور نہ چاہتا ہو کہ اس کو کوئی معلوم کرے سو چوری کرنے والا پوشیدہ اور خائف رہتا ہے کہ مبادا اس سے کوئی واقف ہو تو ماخوذ ہو جائے اور جب وہ کوئی چیز اٹھاتا ہے تو اپنے آپ کو چھڑانے کے لئے بھاگنا اختیار کرتا ہے اور اس بھاگنے میں قوت ہاتھوں اور پاؤں سے ہوتی ہے کیونکہ دونوں ہاتھ انسان کے لئے ایسے ہیں کہ جیسا پرندہ کے لئے اڑنے کے دو بازو ہوتے ہیں اور پاؤں کا دخل بھاگنے میں ظاہر ہے پس چور کا ہاتھ کاٹنے کی سزا اس کے

بازوئے قوت کو کوتاہ کرنے اور دوبارہ چوری کرے تو اس کو بآسانی پکڑنے کے لئے ہے جب پہلی دفعہ چوری کرے تو اس کا ایک بازو کاٹا جاوے تا کہ اس کی دوڑ دھوپ میں کمزوری واقع ہو جاوے پھر دوسری دفعہ چوری کرے تو اس کا ایک پاؤں قطع کیا جاوے تا کہ اس کے بھاگنے میں زیادہ کمزوری ہو جاوے اور کوئی بھی اس کو بھاگنے نہ دے اور اس کے بعد تیسری (مرتبہ میں ہاتھ اور چوتھی مرتبہ میں پیر کاٹا جائے)

اور زانی کی شرمگاہ سزا میں اس لئے قطع نہیں کی جاتی کہ زانی تو سارے بدن کے ساتھ زنا کرتا ہے اور تمام بدن سے لذت لیتا اور قضاء شہوت کرتا ہے اور زنا کا فعل اکثر زانیہ کی مرضی و رضا پر بھی ہوتا ہے وہ اس امر سے نہیں ڈرتا جس سے چور ڈرتا ہے۔ یعنی طلب کرنے اور ڈھونڈنے سے اس لئے زنا میں غیر محصن کے سارے بدن کو درے لگانا اور محصن کو تمام بدن کے سنگسار کرنے کی سزا دی جاتی ہے۔ باقی یہ کہ اس میں سنگساری تجویز ہی نہ ہوتی۔ صرف دروں پر کفایت کی جاتی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ زنا سے نسب مل جاتے ہیں اور نسب مل جانے سے تعارف و شناخت اور دین کے زندہ کرنے کی امداد باطل ہو جاتی ہے اور اس میں ہلاکت کشت و تباہی نسل انسانی لازم آتی ہے پس زنا اکثر امور میں قتل سے مشابہت رکھتا ہے لہٰذا اس کی بعض صورتوں میں قصاص سے توبیخ و تنبیہ کی گئی تا کہ ایسا فعل کرنے سے اور لوگ رک جاویں اور دنیا میں امن و اصلاح ہو کیونکہ اصلاح سے انسان عبادات الٰہی کی طرف رغبت کرتے ہیں اور عبادات الٰہی نعمائے اخروی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔

نیز زانی کی شرمگاہ کو قطع کرنے میں اس کو آئندہ نسل سے محروم ٹھہرانا لازم آتا ہے اور وہ امر خدا تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کے بر خلاف ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگوں کی اولاد و ذریت ان کی عورات سے بکثرت پیدا ہو اور قطع شرمگاہ سے قطع نسل لازم آتا تھا لہٰذا یہ امر مشروع نہ ہوا۔

نیز زانی کی شرمگاہ قطع کرنے میں بے ستری بھی ہے اور یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ سارے بدن سے جرم زنا کا مرتکب ہوتا ہے تو پھر سارے جسم کو چھوڑ کر ایک عضو کو سزا دینا خلاف عدل تھا لہٰذا عدل اس امر کا مقتضی ہوا کہ زانی کے سارے جسم کو سزا دی جائے۔(أحکام سلام ج۳ ص۳۱۵)

(بالغ، عاقل، مختار اور وہ مسلمان ہو یا ذمی یا مرتد جب) ایسا شخص (مقدار نصاب مال چوری کرے اور وہ) یعنی مقدار نصاب مال سے مراد ہے (ربع دینار یا چوری کرے ایسی چیز کی جس کی قیمت ربع دینار ہو اور یہ چیز حرز مثل سے لی گئی ہو اور سارق کے لئے مذکورہ نصاب میں کوئی شبہہ نہ ہو) یعنی مسروقہ مال ربع دینار ہو یا مسروقہ چیز ربع دینار قیمت کی ہو (تو اس کا) پہنچے سے (دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا پھر اگر دوسری بار چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں) پنڈلی کے جوڑ سے (کاٹا جائے گا پھر اگر لوٹے) یعنی بایاں پاؤں کاٹنے کے بعد واپس چوری کرے (تو اس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا پھر اگر لوٹے) یعنی بایاں ہاتھ کاٹنے کے بعد واپس چوری کرے (تو اس کا دایاں پاؤں کاٹا جائے گا) آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو پھر اگر چوری کرے تو اس کا پاؤں کاٹ دو (پھر اگر لوٹ آئے) یعنی اعضاء اربعہ کاٹنے کے باوجود چوری کرے (تو) اس کی (تعزیر کی جائے گی) اس لئے کہ اس صورت میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے اور سرقہ معصیت ہے لہٰذا تعزیر متعین ہو جاتی ہے کیونکہ عوض ثابت نہیں ہے،

(اگر سارق کا دایاں) ہاتھ (نہ ہو) اور چوری کرے (تو اس کا) دایاں ہاتھ نہ ہونے کی وجہ سے (بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اور اگر سارق کا) دایاں ہاتھ (ہو اور) چوری کرے لیکن دایاں ہاتھ (کاٹا نہ جائے یہاں تک کہ) آسمانی آفت سے اس کا دایاں ہاتھ (زائل ہو جائے تو اب (کاٹنا ساقط ہو گا) اس لئے کہ حد کا تعلق جس قطع ید کے ساتھ تھا وہ تو زائل ہو گیا

لہٰذا حد ساقط ہو جائے گی محل کے ساقط ہو جانے کی وجہ سے (پھر جب کاٹا جائے تو) ہاتھ یا پاؤں کے (جس حصہ سے کاٹا گیا اس حصہ کو زیتون کے گرم تیل میں ڈبویا جائے) تاکہ خون بند ہو جائے (اگر نصاب) کی مقدار (سے کم چوری کرے یا غیر حرز سے) چوری کرے۔

حرز مثل اور غیر حرز کی تعریف

مسروقہ جیسی چیز کو جس محفوظ جگہ میں رکھا جاتا ہو اسی محفوظ جگہ میں مسروقہ چیز رکھی گئی ہو اسے حرز مثل کہتے ہیں۔

مسروقہ چیز اس کی محفوظ جگہ میں نہ رکھی گئی ہو اسے غیر حرز کہتے ہیں۔

(یا مسروقہ چیز میں سارق کے لئے شبہہ ہو جیسے مسروقہ مال بیت المال کا ہو یا) مسروقہ مال (سارق کے بیٹے کا مال ہو یا) مسروقہ مال (سارق کے باپ کا) مال (ہو یا) مسروقہ مال (سارق کے آقا کا) مال (ہو تو) فإن سرق دون نصاب سے لے کر یہاں تک کی (تمام صورتوں میں کاٹا نہیں جائے گا) اس لئے کہ سارق تمام صورتوں میں سے کسی صورت میں یا تو اصل یعنی باپ ہے یا فرع ہے یا غلام ہے اور بقیہ صورتوں میں مسروقہ مال میں شبہہ ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا: "شبہات کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتے ہیں لہٰذا اگر اس میں کوئی مخرج، یعنی شبہہ والی بات، ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو" یعنی اس سے حدود کو ساقط کر دو۔

(اور ہر چیز کا حرز اس چیز کے اعتبار سے ہو گا) یعنی جیسی چیز ہو گی اس کے مطابق حرز ہو گا (اور حرز بدلتی ہے مال اور شہر کے اختلاف اور بدلنے سے اور) اسی طرح (بادشاہ کے عدل اور اس کے ظلم اور قوت و ضعف سے) حرز بدلتی ہے۔ مذکورہ چیزوں کے اختلاف ہونے سے حرز اس لئے مختلف ہوتی ہے کہ حرز کے لئے نہ شرعاً کوئی ضابطہ ہے اور نہ لغۃً لہٰذا حرز کو عرف کی طرف لوٹایا جائے گا، مطلب یہ ہیکہ بادشاہ کے عدل یا ظلم وغیرہ کی صورت

میں اور مال اور شہر کے اختلاف کی صورت میں جس چیز کے لئے جس جگہ کو محفوظ سمجھا جاتا ہو گا اس محفوظ جگہ کو اس چیز کا حرز سمجھا جائے گا۔

اب آگے مصنف مختلف چیزوں کے لئے مختلف حرز بیان فرمارہے ہیں:

(پس کپڑوں) کا حرز (اور سونا چاندی) کا حرز (اور جواہر کا حرز صندوق ہے) ایسا صندوق (جس کو تالا لگایا گیا ہو)

جوهر: گوہر کا معرب (اسم جنس) ہے یعنی ہر پتھر کہ اس سے منفعت حاصل ہو جیسے ہیرا۔ یاقوت، لعل وغیرہ۔ و:۔جوہرۃ ج:۔جواہر (بیان اللسان ص ۲۱۲)

(اور) خرید و فروخت کے (سامان کا حرز دوکانیں ہیں جن پر تالا لگایا گیا ہو اور وہاں نگراں رکھا گیا ہو) جب رات ہو۔ بہر حال دن میں جب دوکانوں پر تالا لگایا جائے تو نگراں مقرر کرنے کی شرط نہیں ہے۔

(اور جانوروں کا) حرز (اصطبل ہے اور برتنوں کا) حرز (گھر کا چبوترہ ہے عادت کے مطابق) مطلب یہ ہیکہ عادت کے مطابق گھر میں برتن رکھنے کے لئے جو جگہ محفوظ سمجھی جاتی ہو اسے برتنوں کا حرز سمجھا جائے گا چاہے اس کا نام چبوترہ ہو یا موجودہ عادت کے اعتبار سے کوئی اور نام ہو،

(اور) شرعی (کفن کا حرز قبر ہے) لہٰذا اگر قبر کھودے اور شرعی کفن چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

شرعی کفن: سے مراد وہ کفن ہے جو شریعت کا مطلوب ہے لہٰذا زائد کپڑا اور کوئی اور شی ہو تو حرز نہ ہو گا،

(اور اگر دو آدمی صرف نصاب کو نکالنے میں شریک ہوں تو دونوں میں سے کسی کا) بھی (نہیں کاٹا جائے گا) مطلب یہ ہیکہ دو آدمی حرز مثل سے صرف مقدار نصاب چوری کرے اس

طور پر کہ مسروقہ کو دونوں بیک وقت اٹھائے یا دونوں میں سے ہر ایک مسروقہ کے بعض کو حرز مثل سے نکالے تو اس صورت میں دونوں میں سے کسی کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اس لئے کہ ہر ایک نے مقدار نصاب کی چوری نہیں کی (اور آزاد) سارق (کا عضو نہیں کاٹے گا مگر امام یا اس کا نائب) اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حق متعلق ہونے کی بنا پر (اور غلام کا کاٹے گا اس کا آقا) امام یا اس کے نائب کی طرح (اور عضو نہیں کاٹا جائے گا لوٹ مار کرنے والے کا) جس کو قوت پر اعتماد ہو اور (نہ چھینا جھپٹی کرنے والے) کا ہاتھ کاٹا جائے گا جس کو بھاگنے پر بھروسہ ہو اور (نہ امانت میں خیانت کرنے والے) کا ہاتھ کاٹا جائے گا (اور نہ امانت کے انکار کرنے والے) کا ہاتھ کاٹا جائے گا، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ: لوٹ مار کرنے والے، چھینا جھپٹی کرنے والے، خائن اور منکر امانت پر قطع نہیں ہے،

(فصل)

(مَنْ شَهَرَ السِّلَاحَ وَأَخَافَ السَّبِيْلَ وَجَبَ عَلَى الْإِمَامِ طَلَبُهُ فَإِنْ وَقَعَ قَبْلَ جِنَايَةٍ عُزِرَ وَإِنْ سَرَقَ نِصَابًا بِشَرْطِهِ قُطِعَتْ يَدُهُ الْيُمْنَى وَرِجْلُهُ الْيُسْرَى وَإِنْ قَتَلَ قُتِلَ حَتْمًا وَإِنْ عَفَا وَلِيُّ الدَّمِ وَإِنْ سَرَقَ وَقَتَلَ قُتِلَ ثُمَّ صُلِبَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَإِنْ جَرَحَ أَوْ قَطَعَ طَرَفًا اقْتُصَّ مِنْهُ مِنْ غَيْرِ تَحَتُّمٍ)

(فصل)

قاطع الطریق کی حد کے بیان میں

قاطع الطریق کی تعریف

اس کی تعریف خود مصنف نے شروع میں ہی بیان کی ہے۔

آیت: اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللهَ وَ رَسُوْلَهُ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْأَرْضِ فَسَادًا (سورۂ مائدۃ ۳۳)

ڈاکو کو ڈاکو کیوں کہتے ہیں

لوگ ڈاکو سے خوف کھاتے ہوئے راستہ چلنے سے رک جاتے ہیں اس لئے ڈاکو کو ڈاکو کہتے ہیں۔

(جو شخص ہتھیار سونتے اور راہ گیر) یعنی راستہ گزرنے والوں (کو) اپنی قوت و شوکت کی بنا پر (خوف زدہ کرے) ایسے شخص کو قاطع الطریق کہتے ہیں اس صورت میں (امام) یا اس کے نائب (پر واجب ہے اس کو طلب کرنا) یعنی امام یا نائب لوگوں کو حکم دے گا کہ اس کو گرفتار کر کے لے آئے (پھر اگر جنایت سے پہلے قاطع الطریق واقع ہو) یعنی جنایت سے پہلے قاطع الطریق کو گرفتار کر کے امام کے قبضہ میں لایا جائے (تو) اس کی (تعزیر کی جائے گی) جو امام یا اس کا نائب مناسب سمجھے،

(اور اگر نصاب) کی مقدار (چوری کرے اس کی شرط کے ساتھ) مطلب یہ ہے کہ مقدار نصاب چوری کرے شرط کے مطابق یعنی حرز مثل سے چوری کرے اور مسروقہ مال میں شبہہ نہ ہو (تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَافٍ (سورۂ مائدۃ ۳۳) دونوں کو پے در پے کاٹا جائے گا، اور اگر دایاں ہاتھ نہ ہو تو صرف بایاں پاؤں کاٹنے کو کافی سمجھا جائے گا، اور جب قاطع الطریق دوسری مرتبہ چوری کرے تو دوسرے دو عضو کاٹے جائیں گے،

(اور اگر قاطع الطریق) کسی کو ناحق مال لئے بغیر عمداً (قتل کرے تو) اسے بھی (لازماً قتل کیا جائے گا) آیت کی بنا پر (اگرچہ) مقتول کے (ولی) مقتول کے (خون سے در گزر کرے) یعنی تب بھی قاطع الطریق کو قتل کیا جائے گا،

(اور اگر قاطع الطریق چوری کرے اور) کسی کو (قتل کرے تو) اسے بھی (قتل کیا جائے گا پھر تین دن سولی پر چڑھایا جائے گا) صلب کو قتل پر مقدم نہیں کیا جائے گا بلکہ پہلے قتل کیا جائے گا پھر غسل دیا جائے گا اور کفن پہنایا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی پھر سولی پر چڑھایا جائے گا،

(اور اگر قاطع الطریق) کسی کو (زخمی کرے یا) کسی کے (عضو کو کاٹے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور یہ حتمی اور واجب نہیں ہے) مطلب یہ ہیکہ قصاص لیا جائے گا لیکن حتمی اور لازمی نہیں بلکہ اگر قاطع الطریق سے قصاص کو در گزر کرے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

(فصل)

(كُلُّ شَرَابٍ أَسكَرَ كَثِيْرُهُ حَرُمَ قَلِيْلُهُ خَمْرًا كَانَ أَوْ نَبِيْذًا أَوْ غَيرَهُمَا فَمَنْ شَرِبَ وَهُوَ بَالِغ عَاقِل مُسْلِم مُخْتَار عَالِم بِهِ وَبِتَحْرِيْمِهِ لَزِمَهُ الْحَدُّ وَهُوَ أَرْبَعُوْنَ جَلْدَةً لِلْحُرِّ وَعِشْرُوْنَ لِلْعَبْدِ بِالْأَيْدِى وَالنِّعَالِ وَأَطْرَافِ الثِّيَابِ وَيَجُوْزُ بِالسَّوْطِ لٰكِنْ اِنْ مَاتَ بِالسِّيَاطِ وَجَبَتْ دِيَتُهُ فَاِنْ رَأَى أَنْ يَزِيْدَ فِي الْحُرِّ اِلَى ثَمَانِيْنَ وَفِي الْعَبْدِ اِلَى أَرْبَعِيْنَ جَازَ لٰكِنْ لَو مَاتَ مِنَ الزِّيَادَةِ ضَمِنَ بِالْقِسْطِ فَلَوْ ضَرَبَهُ اِحْدَى وَأَرْبَعِيْنَ فَمَاتَ ضَمِنَ جُزْأً مِنْ أَحَدٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْأً مِنْ دِيَتِهِ وَمَنْ زَنَى دَفَعَاتٍ وَلَمْ يُحَدُّ أَجْزَأَهُ لِكُلِّ جِنْسٍ حَدٌّ وَاحِد وَمَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ حَدٌّ وَتَابَ مِنْهُ لَمْ يَسْقُطْ اِلَّا حَدُّ قَاطِعِ الطَّرِيْقِ اِذَا تَابَ قَبْلَ الْقُدْرَةِ فَيَسْقُطُ جَمِيْعُ حَدِّهِ وَلَا يَجُوْزُ شُرْبُ الْمُسْكِرِ فِي الْحَالِ مِنَ الْأَحْوَالِ لَا لِلتَّدَاوِىْ وَلَا لِلْعَطَشِ اِلَّا أَنْ يُغَصَّ بِلُقْمَةٍ وَلَا يَجِدُ مَا يُسِيْغُهَا بِهِ)

(فصل)

نشہ آور چیز پینے کی حد کے بیان میں

آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْس مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ (سورۂ مائدۃ ۹۰)

(ہر وہ مشروب جس کی مقدار کثیر نشہ لاوے تو اس کی قلیل مقدار) بھی (چاہے خمر ہو یا نبیذ) دونوں (حرام ہیں، یا ان دونوں کے علاوہ) کوئی اور نشہ آور چیز ہو حرام ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔

خمر کی تعریف

انگور کے نچوڑے ہوئے شیرہ سے بنائی ہوئی شراب کو خمر کہتے ہیں (حاشیۂ عمدۃ ص ۹)

نبیذ کی تعریف

انگور کے علاوہ کسی اور چیز سے بنائی ہوئی نشہ آور چیز کو نبیذ کہتے ہیں یہ بھی شراب کی ایک قسم ہے (ایضاً)

شراب: اس کا پینا گناہ کبیرہ ہے۔
(جو شخص پیئے اور وہ) یعنی پینے والا (بالغ، عاقل، مسلمان، مختار) اور (شراب کو جاننے والا ہو) یعنی اس کو علم ہو کہ یہ مشروب نشہ آور ہے (اور اس کی حرمت کو) جاننے والا ہو (تو اس پر حد لازم ہوگی اور وہ آزاد کے لئے چالیس کوڑے ہیں اور غلام کے لئے بیس) یہ کوڑے مارے جائیں گے (ہاتھوں) سے (اور چپلوں اور کپڑوں کے کناروں سے) مطلب یہ ہیکہ مارنے کے لئے کوڑہ ہونا ضروری نہیں بلکہ تھپڑیں مارے چپل مارے اور کپڑے کو بل دے کر مارے کافی ہے،
(اور) معتدل (کوڑے سے) مارنا (جائز ہے) اس لئے کہ یہ صحابہ سے ثابت ہے (لیکن اگر کوڑے) کے ضرب (سے محدود مر جائے تو محدود کی دیت واجب ہوگی) یہ قول ضعیف پر مبنی ہے اور صحیح قول کے مطابق مر جانے کی وجہ سے ضمان نہ ہوگا،
(اگر امام مناسب سمجھے کہ آزاد کی حد میں زیادتی کرے اسّی) کوڑے (تک اور غلام) کی حد (میں) زیادتی کرے (چالیس تک تو جائز ہے) حضرت عمرؓ کی اقتداء میں (لیکن اگر مجلود زیادتی کی وجہ سے) یعنی زائد کوڑوں کی ضرب سے (مر جائے تو امام ضامن ہوگا قسط کے اعتبار سے) آگے مصنف قسط کی تشریح بیان فرمارہے ہیں:
(لہٰذا اگر مجلود کو) کوڑے کے (اکتالیس ضرب لگائے اور اس کی وجہ سے وہ مر جائے تو امام مجلود کی دیت کے اکتالیس حصوں میں سے ایک حصہ کا ضامن ہوگا) اور اگر مجلود کو اسی کوڑے لگائے اور وہ مر جائے تو امام نصف دیت کا ضامن ہوگا۔ (اور جو شخص متعدد بار زنا کرے) یا متعدد بار شراب پیئے یا متعدد بار چوری کرے (اور) اس پر (حد جاری نہ کی گئی ہو تو ہر جنس کے لئے ایک حد کافی ہوگی) مطلب یہ ہیکہ ان جرائم میں سے ہر جرم کے لئے ایک ہی حد کافی ہوگی اس لئے کہ سبب ایک ہی ہے لہٰذا تداخل ہوگا۔

(اور جس شخص پر حد واجب ہو اور وہ شخص توبہ کرے حد سے) یعنی جس جرم کی وجہ سے حد واجب ہوئی اس سے توبہ کرے (تو) اس سے (حد ساقط نہ ہوگی) اس لئے کہ دلائل مطلقاً وجوب حدود پر دلالت کرتے ہیں چاہے توبہ کی ہو یا نہ کی ہو (مگر قاطع الطریق کی حد جب وہ) یعنی قاطع الطریق (توبہ کرے قدرت سے پہلے تو اس کی ہر نوع کی حد ساقط ہوگی) مطلب یہ ہیکہ قاطع الطریق گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرے تو اس کی ہر قسم کی حد یعنی سزا جیسے حتم قتل یعنی متعین طور پر قتل کے عفو اور دیت وغیرہ کی گنجائش نہ ہو یہ حتم قتل ساقط ہو جائے گا نفس قتل ولی کے عفو کے بغیر معاف نہ ہوگا اور قطع وغیرہ کی حد ساقط ہوگی لیکن لیا ہوا مال مالک کو دینا ضروری ہوگا(ألفاظ أبی شجاع مع قناع ج۲ ص۱۹۷) (اور نشہ آور کا پینا کسی حال میں جائز نہیں نہ علاج کے لئے اور نہ پیاس کے لئے) پیاس کے لئے پینا حرارت کو بڑھاتا ہے اور زیادتی پیاس کا سبب بنتا ہے جیسا کہ شراب پینے والے اس کو جانتے ہیں اور بھوک دور کرنے کے لئے بھی مسکر کا پینا جائز نہیں اس لئے کہ جگر کو جلا دیتا ہے ہاں (مگر لقمہ حلق میں اٹک جائے اور حلق سے نیچے اتارنے والی کوئی چیز نہ ہو) تو اٹکے ہوئے لقمہ کو حلق سے اتارنے کے لئے مسکر کا پینا جائز ہے جان کو ہلاکت سے بچانے کے لئے۔

اعتراض اور جواب

اعتراض: مصنف کی عبارت: لا للتداوی۔

اور الأشباہ و النظائر کی عبارت: **و اعلم ان اسباب التخفیف فی العبادات و غیرھا سبعۃ، الاول: السفر، الثانی: المرض و رخصہ کثیرۃ۔ و التداوی بالنجاسۃ۔** مصنف کی عبارت سے معلوم ہوا نشہ آور چیز علاج کی غرض سے بھی پینا جائز نہیں اور أشباہ کی عبارت سے معلوم ہوا [معتبر ڈاکٹر نے ضروری قرار دیا ہو تو] ناپاک چیز سے علاج کرنا جائز ہے۔ اور ناپاک چیز میں نشہ آور چیز مثلاً شراب بھی شامل ہے؟

جواب: ناپاک چیز سے مراد شراب کے علاوہ ناپاک چیز ہے۔ **ما جعل الله شفاء أمتی من النجس و تقدم ان المراد من النجس الخمر فلا ینافی جواز التداوی بالنجس غیر الخمر** (فیض ج۲ ص ٣٢٤) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے نجس چیز میں میری امت کی شفاء نہیں رکھی ہے اور گزر گیا کہ نجس سے مراد شراب ہے لہٰذا شراب کے علاوہ نجس چیز سے علاج کرنا جواز کے منافی نہیں ہے۔

(فصل)

(مَنْ أَتَی مَعْصِيَةً لَا حَدَّ فِيْهَا وَ لَا كَفَّارَةَ وَمِنْهُ شَهَادَةُ الزُّوْرِ عُزِّرَ عَلَى حَسَبِ مَايَرَاهُ الْحَاكِمُ وَلَايَبْلُغُ بِهِ أَدْنَى الْحُدُوْدِ فَلَا يَبْلُغُ بِتَعْزِيْرِ الْحُرِّ اِلَى أَرْبَعِيْنَ وَ لَا بِتَعْزِيْرِ الْعَبْدِ عِشْرِيْنَ وَاِنْ رَأَى تَرْكَهُ جَازَ)

(فصل)

تعزیر کے بیان میں

تعزیر کی تعریف

لغت میں: تعزیر عزر سے ہے اور یہ منع کرنے کو کہتے ہیں۔

شرعاً: وہ گناہ جس میں حد یا کفارہ مقرر نہ ہو اسے تعزیر کہتے ہیں۔

تعزیر اور حد میں فرق

فرق تین وجوہ کے اعتبار سے ہے: (۱) تعزیر مختلف ہوتی ہے لوگوں کے مختلف ہونے سے۔ مطلب یہ ہیکہ لوگوں کے مختلف حالات سے تعزیر بھی حالات کے مطابق مختلف ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف حد میں یہ کیفیت نہیں ہوتی بلکہ جو حد مقرر ہے وہ جاری کی جاتی ہے۔ (۲) تعزیر میں شفاعت اور اس سے درگزر کرنا جائز ہے بلکہ یہ دونوں مستحب ہیں۔ مطلب یہ ہیکہ تعزیر کو معاف کرنا بھی جائز ہے اور معافی کے لئے شفاعت کرنا بھی جائز ہے۔ اس کے برخلاف حد میں یہ دونوں چیزیں جائز نہیں ہیں۔ (۳) اس میں تلف سے ضمان ہوتا ہے حد میں نہیں۔

آیت: وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ الخ (سورۂ نساء ۳۴)

آگے مصنف تعزیر کا ضابطہ بیان فرمارہے ہیں:

(جو شخص ایسی معصیت کا ارتکاب کرے جس میں نہ حد ہو اور نہ کفارہ، اور اسی میں سے ہے جھوٹی گواہی تو اس کو سزادی جائے گی جو حاکم مناسب سمجھے) چاہے پھر وہ قید کرنا مناسب سمجھے یا کوڑے مارنا وغیرہ۔ حاکم کے لئے اپنی زبان کے ذریعہ اس کی زجر و توبیخ کرنا بھی جائز ہے۔

(اور حاکم تعزیر میں حدود میں سے ادنی حد تک نہ پہنچے) مطلب یہ ہیکہ حدود میں کم سے کم حد جو چالیس کوڑے ہیں حاکم تعزیراً کوڑے لگانے میں چالیس تک نہ پہنچے بلکہ انتالیس تک ہی لگائے۔

آگے مصنف اس کا فروعی مسئلہ بیان فرمارہے ہیں:

(لہٰذا آزاد کی تعزیر میں چالیس) کوڑے (تک نہ پہنچے اور غلام کی تعزیر میں بیس تک نہ پہنچے اور اگر حاکم مناسب سمجھے تعزیر کو ترک کرنا تو جائز ہے) کہ ترک کرے لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ تعزیر اللہ تعالیٰ کے حق سے متعلق ہو۔ آدمی کے حق سے متعلق ہو اور آدمی تعزیر کا مطالبہ کرے تو ترک کرنا جائز نہ ہو گا۔ اگر تعزیر کا حقدار شخص تعزیر سے درگزر کرے تو بھی حاکم کے لئے جائز ہے کہ اس کی تعزیر کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

تم بعون اللہ تعالیٰ

(بَابُ الْأَیْمَانِ)

(إِنَّمَا یَصِحُّ الْیَمِیْنُ مِنْ بَالِغٍ عَاقِلٍ مُخْتَارٍ قَاصِدٍ اِلَی الْیَمِیْنِ فَمَنْ سَبَقَ لِسَانُهُ اِلَیْهَا أَوْ قَصَدَ الْحَلِفَ عَلَی شَيْئٍ فَسَبَقَ لِسَانُهُ اِلَی غَیْرِهٖ لَمْ یَنْعَقِدْ وَذٰلِکَ مِنْ لَغْوِ الْیَمِیْنِ وَلَا یَنْعَقِدُ اِلَّا بِاسْمٍ مِنْ أَسْمَاءِ اللهِ تَعَالَی أَوْ صِفَةٍ مِنْ صِفَاتِ ذَاتِهٖ ثُمَّ مِنْ أَسْمَاءِ اللهِ تَعَالَی مَالَا یَتَسَمّٰی بِهٖ غَیْرُهٗ کَاللهِ وَالرَّحْمٰنِ وَالْمُهَیْمِنِ وَعَلَّامِ الْغُیُوْبِ فَیَنْعَقِدُ بِهَا الْیَمِیْنُ مُطْلَقًا وَمِنْهَا مَایَتَسَمّٰی بِهٖ غَیْرُهٗ مَعَ التَّقْیِیْدِ کَالرَّبِّ وَالرَّحِیْمِ وَالْقَادِرِ فَتَنْعَقِدُ بِهَا الْیَمِیْنُ اِلَّا أَنْ یَنْوِیَ غَیْرَ الْیَمِیْنِ وَمِنْهَا مَا هُوَ مُشْتَرَکٌ کَالْحَیِّ وَالْمَوْجُوْدِ وَالْبَصِیْرِ فَلَاتَنْعَقِدُ بِهَا الْیَمِیْنُ اِلَّا أَنْ یَنْوِیَ بِهَا الْیَمِیْنَ وَأَمَّا صِفَاتُهٗ اِنْ لَمْ تُسْتَعْمَلْ فِیْ مَخْلُوْقٍ نَحْوُ عِزَّةِ اللهِ وَکِبْرِیَائِهٖ وَبَقَائِهٖ وَالْقُرْاٰنِ فَتَنْعَقِدُ بِهَا الْیَمِیْنُ مُطْلَقًا وَاِنْ کَانَتْ قَدْ تُسْتَعْمَلُ فِیْ مَخْلُوْقٍ نَحْوُ عِلْمِ اللهِ وَقُدْرَتِهٖ وَحَقِّهٖ فَیَنْعَقِدُ بِهَا الْیَمِیْنُ اِلَّا أَنْ یَنْوِیَ بِالْعِلْمِ الْمَعْلُوْمَ وَبِالْقُدْرَةِ الْمَقْدُوْرَ وَبِالْحَقِّ الْعِبَادَةَ فَلَا وَلَوْ قَالَ أُقْسِمُ بِاللهِ وَأَقْسَمْتُ بِاللهِ انْعَقَدَتْ اِلَّا أَنْ یَنْوِیَ بِهِ الْاِخْبَارَ وَلَوْ قَالَ لَعَمْرُ اللهِ وَأَشْهَدُ بِاللهِ أَوْ أَعْزِمُ بِاللهِ أَوْ عَلَيَّ عَهْدُ اللهِ أَوْ ذِمَّتُهٗ أَوْ أَمَانَتُهٗ أَوْ کَفَالَتُهٗ لَأَفْعَلَنَّ کَذَا أَوْ أَسْئَلُکَ بِاللهِ أَوْ أَقْسَمْتُ عَلَیْکَ بِاللهِ لَمْ تَنْعَقِدْ اِلَّا أَنْ یَنْوِیَ بِهِ الْیَمِیْنَ)

(أیمان کا بیان)

ایمان: یمین کی جمع ہے۔

یمین کی تعریف

اللہ کے نام یا اس کی صفت سے کسی چیز کو ثابت کرنے یا اس کو مؤکد کرنے کو یمین [قسم] کہتے ہیں۔(کفایہ)

آیت: لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِیْ أَیْمَانِکُمْ (سورۂ مائدہ ٨٩)

حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں یقینا قریش سے غزوہ کروں گا تین مرتبہ فرمایا پھر تیسری مرتبہ میں فرمایا: ان شاء اللہ (تحقیق علی عمدۃص ٣٧٤)

قسم کے ارکان

(۱) حالف (۲) محلوف بہ (۳) محلوف علیہ۔ سب سے پہلے مصنف رکنِ اول کو بیان فرمارہے ہیں: (بالغ، عاقل، مختار) اور (قسم کا ارادہ رکھنے والے کی قسم صحیح ہوگی) بچہ کی قسم صحیح نہ ہوگی اور نہ مجنون کی اور نہ مکرہ کی (جس کی زبان قسم کی طرف سبقت کر جائے) یعنی زبان پر آجائے ارادہ نہ ہوتے ہوئے یہ ایک صورت (یا جس چیز کی قسم کا ارادہ کرے اس کے علاوہ چیز کی طرف اس کی زبان سبقت کر جائے) مثلاً یہ کہ قسم کھانے والے کا ارادہ ہو کہ فلاں وقت مکروہ کام نہیں کروں گا اور اس کی زبان سے نکل جائے کہ مکروہ کام کروں گا۔ یہ دوسری صورت (تو) دونوں صورتوں میں (قسم منعقد نہ ہوگی بلکہ یہ یمینِ لغو ہوگی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ أَيْمَانِكُمْ (سورۂ مائدہ ۸۹) اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میری امت سے خطاء اور نسیان کو درگزر کیا گیا ہے۔

قسم کی کتنی قسمیں ہیں

قسم کی تین قسمیں ہیں: (۱) یمینِ منعقدہ (۲) یمینِ غموس (۳) یمینِ لغو۔

(۱) یمینِ منعقدہ کہتے ہیں: اللہ کے نام یا اس کی صفت سے کسی چیز کو ثابت یا مؤکد کرنا۔ اس طرح قسم کھانا صحیح ہے اور اس کو توڑنے پر کفارہ بھی لازم ہوگا۔

(۲) یمینِ غموس کہتے ہیں: گزشتہ زمانہ کی کسی بات پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔ یمینِ غموس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کو کھانے والا اپنے آپ کو گناہ یا جہنم کی آگ میں ڈبو دیتا ہے۔ اور یہ گناہِ کبیرہ میں سے ہے۔ **لأنها تغمس صاحبها في الاثم أو في النار وهي من الكبائر** (روضة الطالبين ج۸ص۳)

اس کی وجہ سے کفارہ لازم ہوتا ہے۔ اگر یہ قسم کھائے لیکن اسے علم نہ ہو جھوٹی ہونے کا تو کفارہ واجب نہیں ہوگا (أيضاً ج۸ص۳ ج۸ص۶۸)

(۳)یمینِ لغو کہتے ہیں: بلا ارادہ غصہ یا عجلت کی حالت میں قسم کے لفظ کا نکل جانا یہ قسم نہ صحیح ہوتی ہے اور نہ اس پر کفارہ لازم ہوتا ہے۔ اگر کسی چیز پر قسم کھائے اور زبان سے اس کے علاوہ کچھ نکل جائے اس کو بھی یمینِ لغو کہتے ہیں۔ یہ بھی نہ صحیح ہوتی ہے اور نہ اس پر کفارہ لازم ہوتا ہے(أیضاً ج۸ص۳) اب آگے مصنف دوسرے رکن کو بیان فرمارہے ہیں:

(اور قسم منعقد نہ ہوگی مگر اللہ کے ناموں میں سے کسی نام سے) قسم کھائے تو منعقد ہوگی (یا اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے کسی صفت) سے قسم کھائے تو منعقد ہوگی،

اللہ کے ناموں کی تین قسمیں ہیں ان میں سے پہلی قسم کو سب سے پہلے مصنف بیان فرمارہے ہیں:

(پھر اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے) اس نام سے قسم کھائے (جو نام اللہ کے علاوہ کسی پر نہیں بولا جاتا جیسے اللہ) اور (رحمن) اور (مہیمن اور علام الغیوب تو ایسے ناموں میں سے کسی نام سے قسم مطلقاً منعقد ہوگی) یعنی ان میں سے کسی نام کو کہتے وقت حقیقت میں اللہ ہی کی نیت ہو یا اللہ کے علاوہ کسی اور کی یا مطلق نیت ہو یعنی نہ اللہ کی اور نہ اللہ کے علاوہ کی تب بھی قسم منعقد ہوگی(کفایہ)

اب آگے مصنف دوسری قسم کو بیان فرمارہے ہیں:

(اور اللہ کے ناموں میں سے وہ نام جو اللہ کے علاوہ پر قید کے ساتھ بولا جاتا ہو جیسے رب) اور (رحیم اور قادر ایسے ناموں میں سے کسی نام سے قسم کھائے تو منعقد ہوگی) چاہے اس نام سے نیت اللہ کی ہو یا مطلق کہا ہو یعنی نیت ہو یا نہ ہو تب بھی قسم صحیح ہوگی اس لئے کہ اطلاق کی صورت میں وہ نام اللہ تعالیٰ کی طرف منصرف ہوتا ہے، مصنف کی عبارت: **مع التقیید** کا مطلب یہ ہے کہ فقط رب اللہ تعالیٰ کے لئے بولا جاتا ہے اللہ کے علاوہ کے لئے لفظ رب بولا جاتا ہے لیکن فقط رب نہیں بلکہ رب الدار بولتے ہیں تو رب کے ساتھ دار کی قید

لگاتے ہیں، رحیم کا لفظ اوروں کے لئے بولتے ہیں لیکن فقط رحیم نہیں بلکہ اس کے ساتھ قید بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں رحیم القلب وغیرہ،

(مگر یہ کہ) ان ناموں میں سے کسی نام سے (نیت قسم کے علاوہ کی ہو) تو قسم صحیح نہ ہو گی،

اللہ کے ناموں کی تین قسموں میں سے آگے مصنف تیسری قسم بیان فرمارہے ہیں:

(اور اللہ کے ناموں میں سے وہ نام جو مشترک ہو) یعنی اللہ اور اللہ کے علاوہ پر یکساں طور پر بولا جاتا ہو (جیسے حی) زندہ اور (موجود) حاضر (اور بصیر) دیکھنے والا (تو ایسے ناموں میں سے کسی نام سے قسم منعقد نہ ہو گی مگر یہ کہ ان ناموں میں سے کسی نام سے نیت قسم کی ہو) مطلب یہ ہیکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ کا ارادہ ہو تو قسم منعقد ہو گی ورنہ یعنی اللہ کے علاوہ کا ارادہ ہو یا کسی کا ارادہ نہ ہو تو قسم منعقد نہ ہو گی،

(اور بہر حال اللہ تعالیٰ کے صفات اگر وہ مخلوق کے لئے استعمال نہ کئے جاتے ہوں جیسے عزۃ اللہ) اللہ کی عزت اور (اللہ کی کبریائی) اور (اللہ کا بقاء اور قرآن تو ایسی صفتوں میں سے کسی صفت سے قسم مطلقاً منعقد ہو گی) مطلب یہ ہیکہ اس صفت سے قسم کی نیت ہو یا مطلق کہا ہو تب بھی قسم منعقد ہو گی مثلاً کہے: اللہ کی کبریائی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ [مثلاً] فلاں سے صلہ رحمی کروں گا اس صفت کے ساتھ قسم کھانے سے قسم کی نیت ہو یا مطلق کہا ہو تو بھی قسم صحیح ہو گی اس لئے کہ اس جیسی صفت سے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات متصف ہوتی ہے (اور اگر) اللہ تعالیٰ کے صفات (مخلوق کے لئے استعمال کئے جاتے ہوں جیسے اللہ کا علم) اور (اللہ کی قدرت اور اللہ کا حق تو ایسی صفتوں میں سے ہر صفت سے قسم منعقد ہو گی) چاہے حالف کا ارادہ اس صفت سے قسم کا ہو یا مطلق کہا ہو تب بھی اس صفت کے ساتھ قسم کے الفاظ کہنے سے قسم صحیح ہو گی (مگر یہ کہ حالف کی نیت علم سے معلوم کی ہو) یہ ایک صورت (اور قدرت سے) حالف کی نیت (مقدور کی ہو) یہ دوسری صورت (اور حق سے) حالف کی نیت (عبادت کی

ہو) یہ تیسری صورت (تو) مذکورہ تینوں صورتوں میں اس کی (قسم) صحیح (نہ ہوگی) اس لئے کہ تینوں صورتوں میں احتمال ہے مطلب یہ ہیکہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی ذات کا احتمال ہے اور احتمال نہ ہونا شرط ہے لہٰذا اس میں حالف کی نیت کا اعتبار کرتے ہوئے قسم کو منعقد نہیں مانا گیا۔ اِقناع میں ہے: **ثم شرع المصنف فیما تنعقد الیمین به فقال و لا تنعقد الیمین الا بذات اللہ تعالیٰ أی بما یفهم منه ذات الباری سبحانه و تعالی المراد بها الحقیقة من غیر احتمال غیره أو باسم من أسمائه تعالیٰ أو بصفة من صفات ذاته** (ج ۲ ص ۲۵۱) پھر مصنف نے شروع کیا ان چیزوں کو جن سے قسم صحیح ہوتی ہے فرماتے ہیں: قسم صحیح نہیں ہوتی مگر اللہ کی ذات سے یعنی (قسم کھانے والا ایسا لفظ کہے) جس سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات سمجھی جاتی ہو مراد اس سے اللہ کے علاوہ کسی اور کی ذات کا احتمال نہ ہو یا اللہ کے ناموں میں سے کسی نام یا اس کی صفتوں میں سے کسی صفت سے (قسم صحیح ہوتی ہے)

(اور اگر کوئی شخص کہے میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں یا) کہے (میں نے اللہ کی قسم کھائی تو قسم منعقد و صحیح ہوگی) چاہے قسم کی نیت ہو یا مطلق کہا ہو اس لئے کہ انشائِ یمین میں اس صیغہ کا استعمال عرف میں عام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَ أَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ** الخ (سورۂ مائدہ ۵۳) (مگر یہ کہ اس سے) یعنی **أقسم بالله** یا **أقسمت بالله** سے (نیت خبر دینا ہو) یعنی حالف کہے میرا مقصد "**أقسم بالله**" سے مستقبل میں قسم کھانے کی خبر دینا ہے یعنی مراد یہ ہے کہ قسم کھاؤں گا یہ خبر دینی ہے اور **أقسمت بالله** سے میرا مقصد ماضی میں قسم کھائی تھی اس کی خبر دینا ہے تو حالف کی بات قبول کی جائے گی احتمال ظاہر ہونے کی بنا پر لہٰذا قسم منعقد نہ ہوگی،

(اور اگر کسی نے کہا **لعمر اللہ** یا) کہا (**أشهد بالله** یا) کہا (**أعزم بالله** یا) کہا (**علیّ عهد اللہ** یا) کہا: **علیّ** (**ذمة اللہ** یا) کہا: **علیّ** (**أمانة اللہ** یا) کہا: **علیّ** (**کفالة اللہ**) یہ کلمات کہہ کر کہا: (میں فلاں کام ضرور کروں گا یا) کہا (**أسئلک بالله** یا) کہا (**أقسمت علیک بالله** تو) ان

تمام صورتوں میں (یمین منعقد نہ ہوگی مگر یہ کہ ان کلمات سے یمین کا قصد وارادہ ہو) مطلب یہ ہے کہ یہ تمام کلمات کنایہ ہیں یمین اور غیر یمین دونوں کا احتمال ہے لہٰذا یمین منعقد نہ ہوگی مگر نیت و قصد سے،

(فصل)

(إِذَا حَلَفَ لَايَدْخُلُ بَيْتًا فَدَخَلَ بَيْتَ شَعْرٍ حَنِثَ وَإِنْ كَانَ حَضَرِيًّا وَإِنْ دَخَلَ مَسْجِدًا فَلَا أَوْ لَا اٰكُلُ هٰذِهِ الْحِنْطَةَ فَجَعَلَهَا دَقِيْقًا أَوْ خُبْزًا لَمْ يَحْنَثْ أَوْ لَا اٰكُلُ سَمْنًا فَأَكَلَهُ فِي عَصِيْدَةٍ وَنَحْوِهَا وَهُوَ ظَاهِرٌ فِيْهَا حَنِثَ أَوْ لَا أَشْرَبُ مِنْ هٰذَا النَّهْرِ فَشَرِبَ مَائَهُ فِي كُوْزٍ حَنِثَ أَوْ لَا اٰكُلُ لَحْمًا فَأَكَلَ شَحْمًا أَوْ كُلْيَةً أَوْ كَرِشًا أَوْ كَبِدًا أَوْ قَلْبًا أَوْ طِحَالًا أَوْ أَلْيَةً أَوْ سَمَكًا أَوْ جَرَادًا فَلَا حِنْثَ أَوْ لَا أَلْبَسُ لِزَيْدٍ ثَوْبًا فَوَهَبَهُ لَهُ أَوِ اشْتَرَاهُ لَهُ فَلَا أَوْ لَا أَهَبُهُ فَتَصَدَّقَ عَلَيْهِ حَنِثَ أَوْ أَعَارَهُ أَوْ وَهَبَهُ فَلَمْ يَقْبَلْ أَوْ قَبِلَ وَلَمْ يَقْبِضْ فَلَا أَوْ لَا أَتَكَلَّمُ فَقَرَأَ الْقُرْاٰنَ أَوْ لَا أُكَلِّمُ فُلَانًا فَرَاسَلَهُ أَوْ كَاتَبَهُ أَوْ أَشَارَ اِلَيْهِ لَمْ يَحْنَثْ أَوْ لَا أَسْتَخْدِمُهُ فَخَدَمَهُ وَهُوَ سَاكِتٌ لَمْ يَحْنَثْ أَوْ لَا أَتَزَوَّجُ أَوْ لَا أُطَلِّقُ أَوْ لَا أَبِيْعُ فَوَكَّلَ غَيْرَهُ فَفَعَلَ لَمْ يَحْنَثْ أَوْ لَا اٰكُلُ هٰذِهِ التَّمْرَةَ فَاخْتَلَطَتْ بِتَمْرٍ كَثِيْرٍ فَأَكَلَ اِلَّا تَمْرَةً لَا يَعْلَمُهَا أَوْ لَا أَشْرَبُ مَاءَ النَّهْرِ فَشَرِبَ بَعْضَهُ لَمْ يَحْنَثْ أَوْ لَا أُكَلِّمُهُ زَمَانًا أَوْ حِيْنًا بَرَّ بِأَدْنٰى زَمَنٍ أَوْ لَا أَدْخُلُ الدَّارَ مَثَلًا فَدَخَلَهَا نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا أَوْ مُكْرَهًا أَوْ مَحْمُوْلًا لَمْ يَحْنَثْ وَالْيَمِيْنُ بَاقِيَةٌ لَمْ تَنْحَلَّ أَوْ لَيَأْكُلَنَّ هٰذَا غَدًا فَأَكَلَهُ فِي يَوْمِهِ أَوْ أَتْلَفَهُ أَوْ تَلِفَ مِنَ الْغَدِ بَعْدَ اِمْكَانِ أَكْلِهِ حَنِثَ وَاِنْ تَلِفَ فِي يَوْمِهِ فَلَا أَوْ لَا أَسْكُنُ هٰذِهِ الدَّارَ فَخَرَجَ مِنْهَا بِنِيَّةِ التَّحْوِيْلِ ثُمَّ دَخَلَ لِنَقْلِ الْقُمَاشِ لَمْ يَحْنَثْ أَوْ لَا أُسَاكِنُ زَيْدًا فَسَكَنَ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي بَيْتٍ مِنْ دَارٍ كَبِيْرَةٍ وَانْفَرَدَ بِبَابٍ وَمَرَافِقَ لَمْ يَحْنَثْ أَوْ لَا أَلْبَسُ هٰذَا الثَّوْبَ وَهُوَ لَابِسُهُ أَوْ لَا أَرْكَبُ هٰذَا وَهُوَ رَاكِبُهُ أَوْ لَا أَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ وَهُوَ فِيْهَا فَاسْتَدَامَ حَنِثَ أَوْ لَا أَتَزَوَّجُ وَهُوَ مُتَزَوِّجٌ أَوْ لَا أَتَطَيَّبُ وَهُوَ مُتَطَيِّبٌ أَوْ لَا أَتَطَهَّرُ وَهُوَ مُتَطَهِّرٌ فَاسْتَدَامَ فَلَا أَوْ لَا أَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ فَصَعِدَ سَطْحَهَا مِنْ خَارِجِهَا أَوْ صَارَتْ عَرْصَةً فَدَخَلَهَا لَمْ يَحْنَثْ أَوْ لَا أَدْخُلُ دَارَ زَيْدٍ فَدَخَلَ مَسْكَنَهُ بِكِرَاءٍ أَوْ عَارِيَةٍ لَمْ يَحْنَثْ اِلَّا أَنْ يَنْوِيَ مَا يَسْكُنُهُ وَاِذَا حَلَفَ عَلٰى شَيْءٍ فَقَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى مُتَّصِلًا بِالْيَمِيْنِ وَكَانَ قَصَدَ الْاِسْتِثْنَاءَ قَبْلَ فَرَاغِهِ عَنِ الْيَمِيْنِ لَمْ

يَحۡنَثُ وَإِنۡ جَرَى الۡإِسۡتِثۡنَاءُ عَلَى لِسَانِهِ عَلَى عَادَتِهِ وَلَمۡ يَقۡصِدۡ بِهِ رَفۡعَ الۡيَمِيۡنِ أَوۡ بَدَا لَهُ الۡإِسۡتِثۡنَاءُ بَعۡدَ الۡفَرَاغِ مِنَ الۡيَمِيۡنِ لَمۡ يَصِحَّ الۡإِسۡتِثۡنَاءُ)

(فصل)

قسم کے تین ارکان میں سے تیسرے رکن

محلوف علیہ کے بیان میں

(جب قسم کھائے گھر میں داخل نہ ہونے کی) اور گھر مطلق کہا قید نہیں لگائی (پھر بالوں سے بنے گھر میں داخل ہوا تو حانث) یعنی قسم توڑنے والا شمار (ہو گا اگرچہ شہری ہو) مطلب یہ ہیکہ جس طرح دیہاتی ہونے کی صورت میں بالوں کے گھر میں داخل ہونے سے حانث ہو گا اسی طرح شہری ہونے کی صورت میں بھی بالوں کے گھر میں داخل ہونے سے حانث ہو گا، یعنی شہر میں بالوں سے بنے گھر استعمال نہیں ہوتے تو خیال ہو سکتا تھا شہری حانث نہ ہو گا تو آپ نے اس خیال کو رد کر دیا کہ عدمِ استعمال سببِ تخصیص نہیں (اور اگر) مذکورہ حالف (مسجد میں داخل ہو تو) حانث (نہ ہو گا) اس لئے کہ عرف میں مسجد پر بیت کا نام صادق نہیں آتا، اسی طرح حمام یا پہاڑ کے غار میں داخل ہونے سے حانث نہ ہو گا اس لئے کہ ان پر بھی بیت کا نام صادق نہیں آتا (یا) کوئی کہے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (میں یہ گیہوں نہیں کھاؤں گا اور اس گیہوں کا آٹا بنائے یا روٹی) بنائے (تو حانث نہ ہو گا) یعنی آٹا پیسے اس کی روٹی بنائے اور کھائے تو حانث نہ ہو گا یا روٹی بنائے بغیر آٹا اپنی حالت پر باقی رکھے اور آٹے میں سے کھائے تو حانث نہ ہو گا اس لئے کہ اس صورت میں حنطہ کا نام زائل ہو گیا اس طرح کہ دانہ آٹے میں تبدیل ہو گیا اور آٹا روٹی میں (یا) کوئی کہے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (میں گھی نہیں کھاؤں گا اور اس کو کھائے حلوے میں یا اس کے مانند) اس چیز میں کھائے جو گھی سے ملا کر بنائی جاتی ہو جیسے روٹی (درانحالیکہ گھی حلوے میں ظاہر ہو) یعنی حلوے میں گھی ظاہر ہوتا ہو (تو وہ حانث ہو گا) لیکن اگر گھی حلوے میں ظاہر نہ ہوتا ہو بلکہ گھل مل گیا ہو اور

حلوہ کھائے تو حانث نہ ہو گا (یا) کوئی کہے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (میں اس نہر میں سے نہیں پیئوں گا اور اس نہر کا پانی پیالہ میں) لے کر (پیئے تو حانث ہو گا، یا) کوئی کہے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (میں گوشت نہیں کھاؤں گا اور چربی کھائے یا گردہ) کھائے (یا اوجھ) کھائے (یا جگر) کھائے (یا دل) کھائے (یا تلی) کھائے (یا سرین) کھائے (یا مچھلی) کھائے (یا ٹڈی) کھائے (تو حانث نہ ہو گا) اس لئے کہ یہ چیزیں گوشت سے نام اور صفت میں مخالف و علیحدہ ہے (یا) کوئی کہے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (میں زید کا کپڑا نہیں پہنوں گا اور زید اپنا کپڑا اس کے لئے) یعنی حالف کے لئے (ہبہ کرے) اور حالف اس کو پہنے (یا حالف زید کا کپڑا اپنے لئے خریدے) اور پہنے (تو) حانث (نہ ہو گا) اس لئے کہ دونوں صورتوں میں وہ کپڑا زید کا نہیں رہا پہلی صورت میں ہبہ کی وجہ سے اس کی ملکیت سے نکل گیا اور دوسری صورت میں خریدنے کی وجہ سے نکل گیا لہٰذا حالف اپنا ذاتی کپڑا پہننے والا شمار ہوا (یا) کوئی کہے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (میں زید کو ہبہ نہیں کروں گا) یعنی میں کوئی چیز زید کو ہبہ میں نہیں دوں گا (اور حالف زید پر) اپنی کوئی چیز (صدقہ کرے تو حالف حانث ہو گا) اس لئے کہ ہبہ کا نام صدقہ کو شامل ہوتا ہے (یا حالف زید کو) اپنی کوئی چیز (عاریۃً دے) یہ ایک صورت (یا زید کو ہبہ کرے) یہ دوسری صورت (لیکن زید ہبہ قبول نہ کرے یا) یہ کہ (قبول کرے لیکن موہوب چیز پر قبضہ نہ کرے تو حانث نہ ہو گا) پہلی صورت میں اس لئے کہ اعارہ ہبہ نہیں ہے اور دوسری صورت میں اس لئے کہ محلوف علیہ جو ہبہ ہے وہ ایجاب و قبول سے مرکب ہوتا ہے لہٰذا اس صورت میں اور قبضہ نہ کرنے کی صورت میں ملکیت موقوف رہتی ہے لہٰذا اس صورت میں بھی ہبہ تام و کامل نہیں ہوتا اس لئے حالف حانث نہ ہو گا،

(یا) کوئی کہے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (میں کلام نہیں کروں گا اور قرآن پڑھے) یا ذکر یا دعا کرے، یہ ایک صورت (یا) کوئی کہے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (میں فلاں سے کلام

نہیں کروں گا اور اس کے پاس اپنا قاصد بھیجے یا مکتوب) روانہ کرے (یا) اکیلے میں یا کسی اور سے باتیں کرتے وقت (اس کی طرف اشارہ کرے) یہ دوسری صورت (تو) ان صورتوں میں (حانث نہ ہو گا) اس لئے کہ ان صورتوں کو محاورہ میں کلام نہیں کہا جاتا (یا) کوئی کہے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (میں فلاں) مثلاً زید (سے خدمت طلب نہیں کروں گا اور وہ فلاں) مثلاً زید (حالف کی خدمت کرے اور حالف خاموش رہے تو حانث نہ ہو گا) اس لئے کہ طلبِ خدمت نہیں پائی گئی (یا) کوئی کہے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (میں نکاح نہیں کروں گا یا) قسم میں کہے کہ (میں) میری بیوی کو (طلاق نہیں دوں گا یا) قسم میں کہے کہ (میں بیع نہیں کروں گا اور دوسرے کو وکیل بنائے) نکاح کرانے میں یا طلاق دینے میں یا بیع میں (اور وہ وکیل مذکورہ کام کو انجام دے تو حالف حانث نہ ہو گا) اس لئے کہ ہر صورت میں جو محلوف علیہ ہے خود اس کا فعل ہے اور اس صورت میں توکیل پائی گئی لہٰذا حانث نہ ہو گا،

(یا) قسم میں کہے کہ (میں یہ کھجور نہیں کھاؤں گا پھر وہ اس کھجور کو بہت سارے کھجوروں کے ساتھ ملا دے اور وہ سب کھائے سوائے ایک کے جس کو وہ نہیں جانتا) کہ یہ باقی ماندہ ایک کھجور وہی ہے جس کو نہ کھانے کی میں نے قسم کھائی تھی یا بہت ساری کھجوریں جو مخلوط کی تھیں ان میں سے باقی ماندہ ہے اس حقیقت کو نہ جانتا ہو تو حانث نہ ہو گا، اس لئے کہ احتمال ہے، یہ ایک صورت (یا) قسم میں کہے کہ (میں نہر کا) سب (پانی نہیں پیؤں گا اور نہر کا بعض) پانی (پیئے) یہ دوسری صورت (تو) پہلی صورت میں اور دوسری صورت میں (حانث نہ ہو گا) دوسری صورت میں اس لئے کہ یمین میں قید سب پانی پینے کی ہے اور یہ نہیں پائی گئی (یا) قسم میں کہے کہ (میں اس سے مدت یا وقت تک بات نہیں کروں گا تو قسم پوری ہو جائے گی تھوڑا سا وقت بلا کلام گزر جانے سے)

(یا) قسم میں کہے کہ (میں مثلاً گھر میں داخل نہیں ہو گا اور بھولے سے داخل ہو جائے) یہ ایک صورت (یا لاعلمی میں) داخل ہو جائے، یعنی یہ علم نہ ہو کہ یہ وہ گھر ہے جس میں

داخل نہ ہونے کی قسم کھائی ہے، یہ دوسری صورت (یا جبراً) یعنی اس پر زبردستی کرنے کی وجہ سے وہ داخل ہو جائے یہ تیسری صورت (یا اٹھا کر لے جانے سے) یعنی حالف کو اس کی اجازت کے بغیر کوئی اٹھا کر لے جائے اور داخل ہو جائے، یہ چوتھی صورت (تو) مذکورہ چاروں صورتوں میں (حانث نہ ہو گا) پہلی تینوں صورتوں میں اس کا دخول غیر معتبر قرار دیتے ہوئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخۡطَأۡتُم بِهِۦ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتۡ قُلُوبُكُمۡ (سورۂ أحزاب ۵) اور آخری چوتھی صورت میں اس لئے حانث نہ ہو گا کہ اس کو اٹھا کر لے جانا اس کے اختیار اور اجازت کے بغیر ہے (لیکن) کھائی ہوئی (قسم باقی رہے گی اس سے چھٹکارا نہ ہو گا) لہٰذا دوسری بار داخل ہو جائے عمداً یا قسم کا علم ہوتے ہوئے یا اپنی رضامندی یا اختیار سے تو حانث ہو گا،

(یا) قسم میں کہے کہ (یہ) مثلاً کھانا (کل ضرور کھاؤں گا پھر اس کو اسی دن کھائے) سب یا بعض یہ ایک صورت (یا ضائع کرے) یہ دوسری صورت (یا آئندہ کل) یعنی دوسرے دن (خود بخود ضائع ہو جائے اس کو کھانے کا امکان کے بعد) یہ تیسری صورت، مطلب یہ ہیکہ کل کا دن شروع ہو چکا تھا اور قسم کے مطابق اس کو کھانا ممکن تھا، لیکن نہیں کھایا اور ضائع ہو گیا (تو حانث ہو گا) اس لئے کہ تینوں صورتوں میں فوات بر کا سبب بنا ہے یعنی بر [یعنی قسم کا پورا ہونا] ممکن تھا یہ سبب بنا ہے قسم پوری نہ ہونے کا،

(اور اگر اسی دن) خود بخود (ضائع ہو جائے تو حانث نہ ہو گا) فواتِ بر کا سبب نہ بننے کی وجہ سے (یا) گھر میں ہونے کی حالت میں قسم میں کہے کہ (میں اس گھر میں نہیں رہوں گا اور اس گھر سے) فوراً (منتقل ہونے کی نیت سے نکل جائے پھر داخل ہو تر کی کپڑے) اور سامان (کو) گھر سے (منتقل کرنے کے لئے تو حانث نہ ہو گا) اس لئے کہ نکلنے کے بعد کپڑوں کو منتقل کرنے کے لئے داخل ہونے کو سکنی نہیں سمجھا جاتا، اور اس گھر میں رات گزارنے کی ضرورت ہو سامان کی حفاظت کے لئے تو رات گزارنے سے بھی حانث نہ ہو گا (یا) کوئی قسم

میں کہے کہ (میں زید کے ساتھ نہیں رہوں گا اور دونوں میں سے ہر ایک بڑے گھر کے) الگ الگ (کمرہ میں رہے اور ہر کمرہ کا دروازہ اور کھڑکیاں علیحدہ ہوں) اور ان کے علاوہ سیڑھیاں اور کیچن غرض کہ ضرورت کی ہر ایک چیز علیحدہ علیحدہ ہوں (تو) ایسی صورت میں (حانث نہ ہوگا) اگر مذکورہ چیزیں علیحدہ نہ ہوں اور رہے تو حانث ہوگا۔ اسی طرح اگر گھر چھوٹا ہو اور اس کے کمرہ میں الگ الگ رہے تو بھی حانث ہوگا اس لئے کہ اس کو ایک مسکن شمار کیا جاتا ہے،

(یا) قسم میں کہے کہ (میں یہ کپڑا نہیں پہنوں گا اور حال یہ ہو کہ حالف اسی کپڑے کو پہنے ہوئے ہو یا) قسم میں کہے کہ (میں اس پر) مثلاً اس گھوڑے پر (سوار نہیں ہوں گا اور حال یہ ہو کہ حالف اسی پر سوار ہو یا) کوئی قسم میں کہے کہ (میں اس گھر میں داخل نہیں ہوں گا اور حال یہ ہو کہ حالف اسی گھر میں) موجود (ہو اور پھر) مذکورہ ہر حالت پر (برقرار رہے) مطلب یہ ہیکہ کپڑے کو اتارنا یا سواری سے اترنا یا گھر سے نکلنا ممکن ہونے کے باوجود کپڑا نہ اتارے بلکہ باقی رکھے یا سواری سے نہ اترے بلکہ سوار ہی رہے یا گھر سے نہ نکلے بلکہ گھر میں ہی رہے (تو حانث ہوگا یا) قسم میں کہے کہ (میں نکاح نہیں کروں گا درانحالیکہ وہ متزوج ہو) یعنی پہلے سے نکاح کئے ہوئے ہو (یا) قسم میں کہے کہ (میں خوشبو نہیں لگاؤں گا درانحالیکہ خوشبو لگائے ہوئے ہو یا) قسم میں کہے کہ (میں وضو، غسل، تیمم نہیں کروں گا درانحالیکہ وہ پاک ہو اور) مذکورہ ہر حالت پر (برقرار رہے) مطلب یہ ہیکہ نکاح کرنے کی حالت کو باقی رکھے یا خوشبو کو یا پاکی کی حالت کو باقی رکھے (تو) حانث (نہ ہوگا) اس لئے کہ مذکورہ چیزوں کا دوام وبقاء ان چیزوں کے ابتداء کے قائم مقام نہیں ہوتا اسم میں (یا) کوئی قسم میں کہے کہ (میں اس گھر میں داخل نہیں ہوں گا اور اس گھر کی چھت پر گھر کے باہر والے حصہ سے چڑھے) تو حانث نہ ہوگا اس لئے کہ گھر میں دخول نہیں پایا گیا، یہ ایک صورت (یا گھر

گر جائے اور میدان ہوجائے پھر اس میں داخل ہو) یہ دوسری صورت (تو) دونوں صورتوں میں (حانث نہ ہو گا) دوسری صورت میں اس لئے کہ اس کو دخول نہیں کہا جاتا،

(یا) کوئی قسم میں کہے کہ (میں زید کے گھر میں داخل نہیں ہوں گا پھر حالف داخل ہوجائے زید کے کرایہ سے یا عاریۃ لئے ہوئے گھر میں تو حانث نہ ہو گا) اس لئے کہ قسم میں زید کا گھر اضافت کے ساتھ ہے اور اضافت تقاضا کرتی ہے ملکیت کا اور حالف کا دخول زید کے مملوکہ گھر میں نہیں ہوا ہے بلکہ کرایہ یا عاریت کے گھر میں دخول ہوا ہے (مگر یہ کہ حالف) قسم میں زید کے گھر سے (اس گھر کی نیت کرے جس میں زید رہتا ہے) تو حالف زید کے کرایہ سے یا عاریۃ لئے ہوئے گھر میں داخل ہونے سے حانث ہو گا چونکہ دار ومدار نیت پر ہوتا ہے لہٰذا اس صورت میں نیت مؤثر ہو گی،

(اور جب کسی چیز پر قسم کھائے اور قسم کے ساتھ متصلاً ان شاء اللہ تعالیٰ کہے اور) ان شاء اللہ کہنے سے (حالف کا ارادہ ہو استثناء کا قسم سے فراغت سے پہلے تو) مصنف کی یہ مذکورہ دو شرطیں پائی جانے کی صورت میں (حالف حانث نہ ہو گا، اور اگر استثناء) یعنی قسم کیساتھ متصلاً ان شاء اللہ کہنا (حالف کی زبان پر اس کی عادت کے مطابق جاری ہوجائے اور استثناء سے ارادہ قسم کو رفع دفع کرنا نہ ہو) مطلب یہ ہیکہ حالف اپنی عادت کے مطابق قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہے لیکن ارادہ اس سے استثناء کا نہ ہو، یہ ایک صورت (یا) استثناء کا ارادہ ہو لیکن (قسم سے فارغ ہونے کے بعد قسم کے لئے استثناء کا ارادہ ہو) یہ دوسری صورت (تو) دونوں صورتوں میں (استثناء صحیح نہ ہو گا) پہلی صورت میں لغو قرار دیتے ہوئے اور دوسری صورت میں مذکورہ بالا دو شرطوں میں سے دوسری شرط فوت ہونے کی بناء پر،

استثناء: حقیقت میں یہ تعلیق ہے لیکن فقہاء کے عرف میں استثناء کے نام سے مشہور ہے اس لئے اس کو استثناء کہا جاتا ہے۔

(فصل)

(إِذَا حَلَفَ وَحَنِثَ لَزِمَتْهُ الْكَفَّارَةُ فَإِنْ كَانَ يُكَفِّرُ بِالْمَالِ جَازَ قَبْلَ الْحِنْثِ وَبَعْدَهُ وَإِنْ كَانَ بِالصَّوْمِ لَمْ يَجُزْ إِلاَّ بَعْدَهُ وَهِيَ عِتْقُ رَقَبَةٍ صِفَتُهَا كَرَقَبَةِ الظِّهَارِ أَوْ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ كُلِّ مِسْكِيْنٍ رِطْلٍ وَثُلُثُ رِطْلٍ بِالْبَغْدَادِيِّ حَبًّا مِنْ قُوْتِ الْبَلَدِ أَوْ كِسْوَتُهُمْ بِمَا يَنْطَلِقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْكِسْوَةِ وَلَوْ مِئْزَرًا وَمَغْسُوْلاً لاَ خَلَقًا وَيُخَيَّرُ بَيْنَ الْأَنْوَاعِ الثَّلاَثَةِ فَإِنْ عَجَزَ عَنْ أَحَدِ الْأَنْوَاعِ الثَّلاَثَةِ صَامَ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ وَالْأَفْضَلُ تَوَالِيْهَا وَيَجُوْزُ مُتَفَرِّقَةً وَالْعَبْدُ لاَ يُكَفِّرُ بِالْمَالِ وَإِنْ أَذِنَ لَهُ السَّيِّدُ بَلْ بِالصَّوْمِ وَمَنْ بَعْضُهُ حُرٌّ يُكَفِّرُ بِالطَّعَامِ وَالْكِسْوَةِ دُوْنَ الْعِتْقِ)

(فصل)

قسم کے کفارہ کے بیان میں

کفارہ کو کفارہ کیوں کہتے ہیں؟

کفارہ کفر سے مشتق ہے اور کفر کا معنی ہے: چھپانا۔ قسم توڑنے سے لاحق ہونے والے گناہ کو کفارہ چھپاتا ہے اس لئے کفارہ کو کفارہ کہتے ہیں(تحقیق علی عمدۃ ص۲۲۶)

(جب کوئی شخص) اللہ تعالیٰ کی (قسم کھائے اور توڑدے تو اس پر کفارہ لازم ہوگا) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْأَيْمَانَ الخ(سورۂ مائدہ ۸۹)

آگے مصنفؒ اس پر تفریع فرمارہے ہیں:

(اگر) قسم توڑنے کا ارادہ ہو اور (کفارہ مال سے ادا کرنا ہو تو قسم توڑنے سے پہلے یا بعد) کفارہ (دینا جائز ہے) کفارہ مالی حق ہے اور اس کا تعلق دو سببوں سے ہے جیسے وجوب زکوٰۃ کا تعلق دو سببوں سے ہے وجودِ نصاب اور سال کا گزرنا تو جیسے زکوۃ ایک سبب کے بعد ادا کرنا جائز ہے اسی طرح یہاں کفارہ بھی ایک سبب کے بعد ادا کرنا جائز ہے،

(اور اگر) کفارہ (روزے رکھ کر ادا کرنا ہو تو) کفارہ کے روزے رکھنا (جائز نہیں ہے مگر قسم توڑنے کے بعد) اس لئے کہ یہ بدنی عبادت ہے لہٰذا واجب ہونے کے وقت سے پہلے ادا کرنا

بلاضرورت جائز نہیں جیسے کہ نماز (المنهاج السوی فی حاشية روضة ج۸ص۱۷) [کو بلاضرورت مقدم کرنا جائز نہیں اگر ضرورت ہو مثلاً سفر وغیرہ کی تو جمع تقدیم بھی جائز ہے] بہر صورت قسم توڑنے کے بعد کفارہ ادا کرنا مستحب ہے (روضة ج۸ص۱۷) (اور کفارہ غلام) یا باندی (کو آزاد کرنا ہے اس کی صفت ظہار کے رقبہ کی طرح ہے) مطلب یہ ہیکہ قسم کے کفارہ میں اس غلام یا باندی کو آزاد کرنا ہے جو کفارۂ ظہار کے غلام یا باندی کی طرح ہو اور وہ یہ ہے کہ غلام یا باندی مومن ہو اور ان عیوب سے صحیح سالم ہوں جو کام کاج میں نقصان دہ ہو سکتے ہوں (یا دس مسکینوں کو اناج دینا شہر کے زیادہ رائج اناج میں سے ہر مسکین کو بغدادی اعتبار سے ایک رطل اور تہائی رطل یا ان کو وہ کپڑا پہنائے جس پر پہننے کا نام صادق آئے اگرچہ تہبند ہو یا دھلا ہوا کپڑا) ہو یعنی دس مسکینوں کو وہ کپڑا دیا جائے جس کو کسوہ [تن پوش] کہا جاتا ہو جیسے تہبند اور دھلا ہوا کپڑا [وغیرہ] (بوسیدہ نہ ہو) یعنی بوسیدہ دینا کافی نہ ہو گا (اور) کفارہ کی مذکورہ بالا (تین انواع کے درمیان اختیار دیا گیا ہے) یعنی ان تین میں سے جو چاہے اختیار کرے (اگر تین انواع میں سے ہر ایک سے عاجز ہو تو تین دن روزے رکھے اور افضل ان روزوں کو پے درپے رکھنا ہے) تاکہ اس شخص کے اختلاف سے نکل جائے جس نے پے درپے رکھنے کو واجب قرار دیا ہے (اور الگ الگ رکھنا جائز ہے، اور غلام مال سے کفارہ ادا نہیں کر سکتا) یعنی روزے کے علاوہ کسی اور چیز سے کفارہ ادا کرنا جائز نہیں ہے (اگرچہ اس کو آقا نے اجازت دی ہو) اس لئے کہ غلام مال کا مالک نہیں ہوتا (بلکہ روزے سے) کفارہ ادا کرے (اور جس کا بعض حصہ آزاد ہو) اور دوسرا بعض حصہ غلام ہو تو (وہ اناج یا کپڑا دے کر کفارہ ادا کر سکتا ہے) اس لئے کہ بعض حصہ آزاد رہنے سے وہ مالک ہوتا ہے (لیکن عتق سے نہیں) مطلب یہ ہیکہ غلام یا باندی کو آزاد کر کے کفارہ ادا نہیں کر سکتا اس لئے کہ یہ اس کا اہل نہیں ہے۔ [کفارۂ یمین کی تفصیل کے لئے جلد سوم ملاحظہ فرمائیں]

مخلوق یعنی اللہ کے علاوہ کی قسم کھائے تو کیا حکم ہے؟

مخلوق کی قسم کھائے تو صحیح نہ ہوگی اور اس طرح قسم کھانے سے حدیث میں منع کیا گیا ہے۔ **ولاینعقد بمخلوق کالنبی و الکعبة للنهی الصحیح عن الحلف بالاٰباء وللأمر بالحلف بالله**(فتح المعین) مخلوق کی قسم کھائے تو صحیح نہیں ہوتی جیسے نبی اور کعبہ [وغیرہ] کی حدیث صحیح کی بنا پر جس میں باپ دادا کی قسم کھانے سے منع کیا گیا ہے اور اللہ کی قسم کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔

قسم کھانا کیسا ہے؟

مکروہ ہے مگر عبادت، دعویٰ، حاجت اور کسی کام کی عظمت اور اہمیت کے وقت ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ **وتکره الا فی طاعة من فعل واجب أو مندوب وترک حرام أو مکروه فطاعة ودعویٰ وحاجة کتوکید کلام۔ أو تعظیم أمر**(منهج مع فتح الوهاب ج۲ص۱۹۷)
قسم کھانا مکروہ ہے مگر عبادت کے لئے [یعنی] واجب یا مستحب کو کرنے کی اور حرام یا مکروہ کو چھوڑنے کی قسم کھانا عبادت ہے۔ دعویٰ اور حاجت جیسے بات کو مؤکد کرنے یا کسی کام کی تعظیم کے وقت [قسم کھانا مکروہ نہیں ہے]

گناہ کے کام کی قسم کھائے تو پوری کرے یا نہیں؟

گناہ کے کام کی قسم کھائے تو گنہگار ہوگا اور اس پر لازم ہے قسم کو توڑنا اور کفارہ دینا(منهج مع فتح الوہاب ج۲ص۱۹۸)

کسی جائز کو کرنے یا چھوڑنے کی قسم کھائے تو پوری کرے یا نہیں؟

مذکورہ قسم پوری کرنا سنت ہے۔ أو ترک أو فعل مباح سن ترک حنثه(اقناع ج۲ص۲۵۲) جائز کام کو چھوڑنے یا کرنے کی قسم کھائے تو سنت ہے قسم کے توڑنے کو ترک کرنا[یعنی قسم پوری کرنا سنت ہے]

مستحب کو چھوڑنے یا مکروہ کو کرنے کی قسم کھائے تو توڑنا کیسا ہے؟

مذکورہ صورت میں قسم کو توڑنا سنت ہے اور توڑنے کی وجہ سے اس پر کفارہ لازم ہو گا۔ أو علی ترک مندوب أو فعل مکروہ سن حنثه وعلیه بالحنث کفارة (أیضاً) مستحب کو چھوڑنے یا مکروہ کو کرنے کی قسم کھائے تو توڑنا سنت ہے اور توڑنے کی وجہ سے اس پر کفارہ لازم ہو گا۔

مستحب کو کرنے یا مکروہ کو چھوڑنے کی قسم کھائے تو توڑنا کیسا ہے؟

مذکورہ صورت میں قسم کو توڑنا مکروہ ہے۔ أو علی فعل مندوب أو ترک مکروہ کرہ حنثه (أیضاً) مستحب کو کرنے یا مکروہ کو چھوڑنے کی قسم کھائے تو توڑنا مکروہ ہے۔

صرف قسم کھاتا ہوں کہنے سے قسم ہو گی یا نہیں؟

صرف قسم کھاتا ہوں کہنے سے قسم نہیں ہو گی۔ اس کے لئے مخصوص الفاظ ہیں وہ یہ قسم یا تو لفظ اللہ سے کھائے جیسے کہے اللہ کی قسم کھاتا ہوں اسی طرح اللہ کے کسی نام یا صفت سے قسم کھائے تو صحیح ہو گی۔ (أیضاً ج ۲ ص ۲۵۱)

اگر کوئی کہے میں نے فلاں کام کیا تو میرے ذمہ قسم کا کفارہ لازم تو کیا لازم ہو گا؟

مذکورہ صورت میں قسم کا کفارہ لازم ہو گا۔ ولو قال ان فعلت کذا فعلی کفارة یمین لزمته الکفارة عند وجود الصفة (أیضاً ج ۲ ص ۲۵۲) کہے اگر میں نے فلاں کام کیا تو میرے ذمہ قسم کا کفارہ لازم ہے [جس کام کو قسم میں کہا تھا] اس کو کرنے سے قسم کا کفارہ لازم ہو گا،

اگر کوئی کہے میرے ذمہ قسم لازم تو لازم ہو گی یا نہیں؟

مذکورہ صورت میں قسم لازم نہ ہو گی لغو اور بے کار ہو گی۔ ولو قال فعلی یمین فلغو (أیضاً ج ۲ ص ۲۵۳) اگر کوئی کہے میرے ذمہ قسم ہے تو یہ لغو ہو گی۔

اللہ کے لئے میں فلاں کام کا عزم کرتا ہوں یا کیا یہ لفظ کہے تو قسم ہو گی یا نہیں؟

اگر قسم کی نیت ہو تو قسم ہو گی ورنہ نہیں۔ ولو قال أعزم باللہ أو عزمت باللہ لأفعلن کذا فان نوی غیر الیمین أو أطلق فلیس بیمین وان نوی الیمین فیمین(روضۃج۸ ص۱۵) اگر کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے عزم کرتا ہوں یا کیا کہ فلاں کام کروں گا اگر قسم کی نیت نہ ہو یا مطلق رکھا کسی قسم کی نیت نہ ہو تو قسم نہ ہو گی اور اگر قسم کی نیت ہو تو قسم ہو گی۔

کوئی دوسرے سے کہے کہ میں تجھ پر اللہ کی قسم کھاتا ہوں یا یہ کہے کہ کھایا ہوں کہ تو[مثلاً] فلاں کام کرے گا تو کس کے حق میں قسم ثابت ہو گی؟

مذکورہ صورت میں اگر سفارش کا یا سامنے والے کے لئے قسم کا قصد ہو تو کسی کے حق میں قسم نہیں اگر اپنے لئے قسم کا قصد ہو تو قسم ہو گی اور مخاطب کے لئے مستحب ہے اس قسم کو مکمل کرنا۔إذا قال لہ غیرہ أسئلک باللہ أو أقسم علیک باللہ أو أقسمت علیک باللہ لتفعلن کذا فان قصد بہ الشفاعۃ أو قصد عقد الیمین للمخاطب فلیس بیمین فی حق واحد منھما وان قصد عقد الیمین لنفسہ کان یمینا علی الصحیح۔ ویستحب للمخاطب ابرارہ(روضۃج۸ص٤) جب دوسرا کسی سے کہے میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اللہ کے واسطے یا میں قسم کھاتا ہوں تجھ پر اللہ کی یا میں نے قسم کھائی تجھ پر اللہ کی کہ تو فلاں [کام] کرے گا تو اگر اس سے قصد سفارش کا ہو یا مخاطب کے لئے قسم کا قصد ہو تو کسی کے حق میں قسم نہ ہو گی اور اگر اپنے لئے قسم کا قصد ہو تو خود کے لئے قسم ہو گی صحیح قول کے مطابق [لہٰذا توڑنے پر کفارہ لازم ہو گا] اور مخاطب کے لئے مستحب ہے قسم کو پوری کرنا۔

واللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ الْأَقْضِيَةِ)

(وِلَايَةُ الْقَضَاءِ فَرْضُ كِفَايَةٍ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَنْ يَصْلُحُ اِلَّا وَاحِد تَعَيَّنَ عَلَيْهِ فَإِنِ امْتَنَعَ أُجْبِرَ وَلَيْسَ لِهٰذَا أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهِ رِزْقًا اِلاّ أَنْ يَكُوْنَ مُحْتَاجًا وَيَجُوْزُ فِي بَلَدٍ قَاضِيَانِ فَأَكْثَرُ وَلَايَصِحُّ اِلَّا بِتَوْلِيَةِ الْإِمَامِ أَوْ نَائِبِهِ وَاِنْ حَكَّمَ الْخَصْمَانِ رَجُلًا يَصْلُحُ لِلْقَضَاءِ جَازَ وَلَزِمَ حُكْمُهُ وَاِنْ لَمْ يَتَرَاضَيَا بِهِ بَعْدَ الْحُكْمِ لٰكِنْ اِنْ رَجَعَ فِيْهِ أَحَدُهُمَا قَبْلَ أَنْ يَحْكُمَ امْتَنَعَ الْحُكْمُ، وَيُشْتَرَطُ فِي الْقَاضِي الذُّكُوْرَةُ وَالْحُرِّيَّةُ وَالتَّكْلِيْفُ وَالْعَدَالَةُ وَالْعِلْمُ وَالسَّمْعُ وَالْبَصَرُ وَالنُّطْقُ، وَيُنْدَبُ أَنْ يَكُوْنَ شَدِيْدًا بِلَا عُنْفٍ لَيِّنًا بِلَا ضَعْفٍ وَاِنِ احْتَاجَ أَنْ يَسْتَخْلِفَ فِي أَعْمَالِهِ لِكَثْرَتِهَا اسْتَخْلَفَ مَنْ يَصْلُحُ وَاِنْ لَمْ يَحْتَجْ فَلَا اِلاّ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ وَاِنِ احْتَاجَ اِلَى كَاتِبٍ فَلْيَكُنْ مُسْلِمًا عَدْلًا عَاقِلًا فَقِيْهًا وَلَايَتَّخِذُ حَاجِبًا فَإِنِ احْتَاجَ فَلْيَكُنْ عَاقِلاً أَمِيْنًا بَعِيْدًا مِنَ الطَّمَعِ وَلَايَحْكُمُ وَلَايُوَلِّي وَلَايَسْمَعُ الْبَيِّنَةَ فِي غَيْرِ عَمَلِهِ وَلَايَقْبَلُ هَدِيَّةً اِلاّ مِمَّنْ كَانَ يُهَادِيْهِ قَبْلَ الْوِلَايَةِ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ خُصُوْمَةٌ وَلَمْ تَزِدْ هَدِيَّتُهُ بَعْدَ التَّوْلِيَةِ وَمَعَ هٰذَا فَالْأَفْضَلُ أَنْ لَايَقْبَلَهَا وَلَا يَحْكُمُ لِوَلَدِهِ وَلَا لِوَالِدِهِ وَلَا لِرَقِيْقِهِ وَلَايَقْضِيْ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا جَائِع وَلَا عَطْشَانُ وَلَامَهْمُوْم وَلَافَرْحَان وَلَامَرِيْض وَلَانَعْسَان وَلَاحَاقِن وَلَاضَجْرَان وَلَا فِي حَرٍّ مُزْعِجٍ وَلَا بَرْدٍ مُؤْلِمٍ فَإِنْ فَعَلَ نَفَذَ حُكْمُهُ وَلَايَجْلِسُ فِي الْمَسْجِدِ لِلْحُكْمِ فَإِنِ اتَّفَقَ جُلُوْسُهُ فِيْهِ وَحَضَرَ خَصْمَانِ حَكَمَ بَيْنَهُمَا وَيَجْلِسُ بِسَكِيْنَةٍ وَوَقَارٍ وَيُحْضِرُ الشُّهُوْدَ وَالْفُقَهَاءَ لِيُشَاوِرَهُمْ فِيْمَا يُشْكِلُ وَاِنْ لَمْ يَتَّضِحْ أَخَّرَهُ وَلَمْ يُقَلِّدْ غَيْرَهُ فِي الْحُكْمِ وَيَبْدَأُ بِالْخُصُوْمِ بِالْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ فِي خُصُوْمَةٍ فَقَطْ فَإِنِ اسْتَوَوْا أَقْرَعَ وَيُسَوِّيْ بَيْنَهُمَا فِي الْمَجْلِسِ وَالْإِقْبَالِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ اِلاّ أَنْ يَكُوْنَ أَحَدُهُمَا كَافِرًا فَيُقَدِّمُ الْمُسْلِمَ عَلَيْهِ فِي الْمَجْلِسِ وَلَايُعَنِّفُ أَحَدَهُمَا وَلَا يُلَقِّنُهُ وَلَهُ أَنْ يَشْفَعَ وَيُؤَدِّيَ عَنْ أَحَدِهِمَا مَالَزِمَهُ وَيَنْظُرُ أَوَّلَ شَيْئٍ فِي الْمَحْبُوْسِيْنَ ثُمَّ فِي الْأَيْتَامِ ثُمَّ فِي اللُّقَطَةِ)

(اقضیہ کا بیان)

اقضیہ: قضاء کی جمع ہے۔

قضاء کی تعریف

لغت میں: کسی چیز کو مضبوط بنانا اور اس کو نافذ کرنا قضاء کہلاتا ہے۔

شرعاً : دو یا زائد جھگڑنے والوں کے جھگڑے کا اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنا قضاء کہلاتا ہے(تحقيق على عمدة)

آیت: وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللهُ (سورۂ مائدۃ ۴۹) اور ہم حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے (ترجمۂ قرآن)

حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا: جب حاکم [کسی فیصلہ میں] اجتہاد کرے اور غلطی صادر ہو جائے تو اس کے لئے اجر ہے اور اگر درست نکل آئے [یعنی اجتہاد میں غلطی کا صدور نہ ہو] تو اس کے لئے دو اجر ہے۔

(قضاء کی ولایت) یعنی قضاء کے عہدہ کی ذمہ داری لینا (فرضِ کفایہ ہے اگر کوئی شخص اس کے قابل نہ ہو سوائے ایک کے تو اس) ایک (پر ولایت متعین ہوگی) یعنی اس کے حق میں قضاء کے عہدہ کی ذمہ داری لینا فرضِ عین کے درجہ میں ہوگا (اگر وہ انکار کرے تو اس پر جبر کیا جائے گا اور اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ قضاء پر) بیت المال [یا ٹرسٹ وغیرہ] سے (اجرت لے) اس لئے کہ قضاء اس کے حق میں متعین ہے (مگر یہ کہ محتاج ہو) تو اس کے لئے اتنی اجرت مقرر کر دی جائے گی جو اسراف کے بغیر اس کے اور اس کے اہل وعیال کے نفقہ کے لئے کافی ہو، اور وہ شخص جس کے حق میں قضاء متعین نہ ہو اس کے لئے اجرت جائز ہوگی (ایک شہر میں دو یا زائد قاضی ہوں تو جائز ہے) بشرطیکہ اس شہر کے مختلف علاقوں میں سے ہر قاضی کے لئے الگ الگ علاقہ خاص کیا جائے یا مختلف الانواع احکام میں سے ہر قاضی کے لئے علیحدہ نوع خاص کر دی جائے (اور) قضاء (صحیح نہیں) اگرچہ کسی کے حق میں متعین ہو (مگر امام کے یا اس کے نائب کے ولایت کے منصب پر فائز کرنے سے) مطلب یہ ہیکہ قضاء اسی شخص کی معتبر ہوگی جس کو امام یا اس کا نائب مقرر کرے اس لئے کہ یہ مصالح عظیمہ میں سے ہے (اور اگر قضاء کے لائق آدمی کو) یعنی جس میں تمام شروط موجود ہوں اس کو (دو خصم) یعنی دو جھگڑنے والے (حکم اور ثالث بنائے) اگرچہ قاضی کی موجودگی میں (تو جائز ہے اور اس کا حکم لازم ہوگا) یعنی نافذ ہوگا یہ جواز اللہ تعالیٰ

کے حدود کے علاوہ میں ہے (اگرچہ دونوں خصم فیصلہ کے بعد فیصلہ سے راضی نہ ہوں) یعنی تب بھی اس لائق آدمی کا فیصلہ نافذ ہو گا (لیکن اگر دو خصم میں سے کوئی ایک فیصلہ کے بارے میں رجوع کرے فیصلہ کرنے سے پہلے) مطلب یہ ہیکہ مدعی دو گواہ قائم کرے اور مدعیٰ علیہ فیصلہ کرنے والے سے کہے میں نے تجھے معزول کر دیا (تو) اس کے لئے فیصلہ کرنا (ممنوع ہو گا) اس کے معزول ہو جانے کی بنا پر،

(اور قاضی کے لئے شرط ہے مذکر ہونا) لہٰذا مؤنث کی ولایتِ قضاء صحیح و درست نہ ہو گی، اور (آزاد ہونا) لہٰذا غلام کی ولایت صحیح نہ ہو گی، اور (مکلف ہونا) لہٰذا بچہ اور مجنون کی ولایت صحیح نہ ہو گی، اور (عادل ہونا) لہٰذا فاسق کی ولایت صحیح نہ ہو گی اور احکامِ شرعیہ کا (جان کار ہونا) اجتہاد کے طریقہ سے نہ کہ تقلید سے، اور (سمیع ہونا) لہٰذا بہرے کی ولایت صحیح نہ ہو گی اس لئے کہ یہ مقر اور منکر کے درمیان فرق نہیں کرے گا، اور (بصیر ہونا) لہٰذا نابینا کی ولایت صحیح نہ ہو گی اس لئے کہ اس کو خصوم اور شہود کی معرفت نہیں ہو گی (اور ناطق ہونا) لہٰذا گونگے کی ولایت صحیح نہ ہو گی اس لئے کہ یہ احکام کو نافذ کرنے پر قادر نہیں ہو گا (اور منصب قضاء پر فائز ہونے والے کے لئے مستحب ہے کہ قوی اور طاقتور ہو) تاکہ احکام نافذ کر سکے (ہاں البتہ لوگوں پر سختی کرنے والا نہ ہو اور نرم اخلاق اور حسنِ اخلاق سے متصف ہو لیکن کمزور نہ ہو) اگر کمزور ہو گا تو ہیبت نہ ہو گی اور احکام نافذ نہ کر سکے گا،

(اور اگر قاضی محتاج ہو) اس بات کا (کہ اپنے امور میں کسی کو نائب بنائے امور کی کثرت کی بنا پر تو) ایسی صورت میں امام کی اجازت کے بغیر بھی (ایسے شخص کو نائب بنائے جو قابل ہو) یعنی اس میں قضاء کے شرائط موجود ہوں (اور اگر قاضی محتاج نہ ہو تو) نائب (نہ بنائے مگر یہ کہ اسے نائب بنانے کی اجازت دی جائے) مطلب یہ ہیکہ قاضی کو نائب کی حاجت نہ

ہونے کی صورت میں اگر اسے امام اجازت دے نائب رکھنے کی تو ایسی صورت میں قاضی کے لئے جائز ہو گا نائب رکھنا (اور اگر قاضی کو کاتب کی حاجت ہو) تو جائز ہے کاتب رکھنا پھر جب رکھنے کا ارادہ ہو (تو وہ کاتب مسلم) ہو اس لئے کہ اللہ نے فرمایا: لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ (سورۂ ممتحنة ۱) تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ (ترجمۂ قرآن) اور (عادل) ہو تاکہ اس کی خیانت سے امن ہو اور (عقلمند) ہو تاکہ کسی کے ہدیہ [وغیرہ] سے دھوکہ میں نہ پڑ جائے اور (فقیہ ہو) یعنی دستاویزات وغیرہ کو لکھنا جانتا ہو،

(اور قاضی دربان نہ رکھے، اگر حاجت ہو) تو کراہت نہیں پھر اگر حاجب رکھے (تو چاہئے کہ حاجب عقلمند) ہو اور (امین) ہو اور (حرص ولالچ سے دور ہو) تاکہ ظلم اور خیانت سے امن ہو،

(اور قاضی فیصلہ نہ کرے اور نہ کسی کو مقرر کرے کہ اس کی طرف سے فیصلہ کرے اور نہ گواہوں کو سنے) بلکہ دعویٰ بھی نہ سنے (اس علاقہ کے علاوہ میں جہاں وہ مقرر کیا گیا) عمل سے مراد: مرکز کے ماتحت انتظامی علاقہ جیسے ضلع کی تحصیل،

(اور ہدیہ قبول نہ کرے مگر اس شخص کا جو ولایت کے پہلے سے) یعنی قاضی کے منصب پر فائز ہونے سے قبل سے (ہدیہ دیتا ہو اور اس کے لئے نزاع اور جھگڑا نہ ہو) مطلب یہ ہیکہ اس ہدیہ دینے والے کا قاضی کے نزدیک کوئی مقدمہ ونزاع در پیش نہ ہو (اور حال یہ ہو کہ اس نے اپنے ہدیہ کو ولایت کے بعد زیادہ نہ کیا ہو) مطلب یہ ہیکہ قاضی کے قاضی بننے سے پہلے مثلاً ہفتہ یا ماہ یا سال میں جتنی مرتبہ ہدیہ پیش کرتا تھا اس سے زائد مرتبہ قاضی بننے کے بعد ہدیہ پیش نہ کرتا ہو تو ان شرائط کے پیشِ نظر ہدیہ قبول کر سکتا ہے (لیکن ان شرائط کے باوجود سد اللباب (افضل یہ ہے کہ ہدیہ قبول نہ کرے) اور اس لئے بھی کہ تہمت سے دور ہی رہے،

(اور) قاضی کے سامنے اس کے ولد، والد اور غلام کا مسئلہ در پیش آئے تو (قاضی اپنے ولد کے لئے فیصلہ نہ کرے) اگرچہ نیچے تک ہو (اور نہ اپنے والد کے لئے) اگرچہ اوپر تک ہو (اور نہ اپنے غلام کے لئے) فیصلہ کرے اگرچہ غلام مکاتب یا مدبر ہو یا ام ولد ہو، مذکورہ افراد کا فیصلہ اس لئے نہ کرے کہ اس میں تہمت کا اندیشہ ہے (اور قاضی فیصلہ نہ کرے درانحالیکہ غصہ میں ہو اور) فیصلہ (نہ کرے) سخت (بھوک کی حالت میں اور) فیصلہ (نہ کرے پیاس کی حالت میں اور نہ رنجیدہ ہونے کی حالت میں اور) فیصلہ (نہ کرے) زیادہ (خوشی کی حالت میں اور) فیصلہ (نہ کرے) تکلیف دہ (مرض کی حالت میں اور) فیصلہ (نہ کرے اونگھ کے غلبہ کی حالت میں)

(اور) فیصلہ (نہ کرے ریح کا غلبہ ہونے کی حالت میں) یہی حکم ہو گا پیشاب یا پاخانہ کے غلبہ کی حالت کا (اور) فیصلہ (نہ کرے زیادہ تنگ آیا ہوا یا اکتایا ہوا ہونے کی حالت میں اور) فیصلہ (نہ کرے پریشان کن گرمی کی حالت میں اور) فیصلہ (نہ کرے تکلیف دہ ٹھنڈی کی حالت میں) مذکورہ احوال میں فیصلہ کرنے سے اس لئے منع کیا کہ ان احوال میں قاضی کی خاص توجہ خصوم کی طرف نہ رہے گی (اور اگر) مذکورہ احوال میں سے کسی حالت میں (فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو گا) کراہت کے ساتھ اس لئے کہ مذکورہ احوال اصل اجتہاد کے لئے مانع نہیں ہوتے (اور قاضی فیصلہ کے لئے مسجد میں نہ بیٹھے) تاکہ فیصلہ کے وقت آوازیں وغیرہ بلند ہونے سے مسجد کا ادب واحترام پامال نہ ہو (اگر قاضی کا مسجد میں بیٹھنا اتفاقاً ہو جائے) نماز یا اعتکاف کے لئے یا جماعت کے انتظار میں (اور) اس دوران فیصلہ کے لئے (دو) یا زائد (خصم حاضر ہو جائے تو ان کے درمیان فیصلہ کرے) بنا کراہت جائز ہے اس لئے کہ آپ ﷺ سے مسجد میں قضاء وارد ہے (اور قاضی) فیصلہ کے لئے (سکون وو قار سے بیٹھے) اس لئے کہ یہ ہیئت ہیبت کو بڑھانے والی ہے (اور) اثباتِ حقوق کے لئے

(گواہوں) کو حاضر رکھے (اور فقہاء کو حاضر رکھے تا کہ ان سے) یعنی فقہاء سے (مشکل فیصلہ میں مشورہ کرے) اس لئے کہ اللہ نے فرمایا: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (سورۂ آل عمران ۱۵۹) (اور اگر) فیصلہ کی حقیقت (واضح نہ ہو تو فیصلہ کو مؤخر کرے) یہاں تک کہ حقیقت واضح ہو اور پھر فیصلہ کرے (فیصلہ میں دوسرے کی تقلید نہ کرے) اس لئے کہ قاضی مجتہد ہے اور مجتہد مجتہد کی تقلید نہیں کرتا اور خصوصاً اس صورت میں جب کہ غیر یعنی دوسرا مجتہد نہ ہو تو اس کی تقلید بدرجۂ اولیٰ نہ ہوگی (اور فیصلہ کے ارادہ کے وقت اول فالاول سے شروع کرے فقط دعوے میں) یعنی جو سب سے پہلے آیا اس کا دعویٰ پہلے لے (اگر آنے میں سب یکساں ہوں) اس کی صورت یہ ہے کہ سب ایک ساتھ آئیں یا سبقت کا علم نہ ہو (تو قرعہ اندازی کرے اور قاضی فریقین میں برابری کرے مجلس میں) مطلب یہ ہیکہ مجلس میں ایک کو دوسرے پر فوقیت نہ دے اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں کو سامنے بٹھائے، اور اسی طرح برابری کرے (توجہ) میں (اور اس کے علاوہ) اور وجوہِ اکرام میں (ہاں البتہ دونوں میں سے ایک کافر ہو تو مسلمان کو مقدم رکھے مجلس میں) اور دوسرے وجوہِ اکرام میں (اور دونوں میں سے کسی ایک پر نہ عتاب کرے اور نہ) فریقین میں سے (کسی کو حجت کی تلقین کرے اور قاضی کے لئے مندوب ہے فریقین سے صلح کی سفارش کرنا اور جائز ہے قاضی کے لئے لازم شدہ حق ادا کرنا اور قاضی سب سے پہلے نظر محبوس لوگوں کی طرف کرے گا) اس لئے کہ حبس عذاب ہے (ان سے فراغت کے بعد یتیموں میں) نظر کرے گا (پھر لقطہ) اور گمشدہ مال (میں) نظر کرے گا،

(فصل)

(إِذَا ادَّعَى الْخَصْمُ دَعْوَى غَيْرَ صَحِيحَةٍ لَمْ يَسْمَعْهَا وَإِنْ كَانَتْ صَحِيحَةً قَالَ لِلْآخَرِ مَاتَقُوْلُ فَإِذَا أَقَرَّ لَمْ يَحْكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا بِطَلَبِ الْمُدَّعِي وَإِذَا أَنْكَرَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْمُدَّعِي بَيِّنَةٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ بِيَمِينِهِ وَلَا يُحَلِّفُهُ إِلَّا بِطَلَبِ الْمُدَّعِي فَإِنِ امْتَنَعَ مِنَ الْيَمِيْنِ

رَدَّهَا عَلَى الْمُدَّعِي فَإِنْ حَلَفَ اسْتَحَقَّ وَإِنِ امْتَنَعَ صَرَفَهُمَا وَإِنْ سَكَتَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ فَلْيَقُلْ لَهُ إِنْ أَجَبْتَ وَإِلاَّ رَدَدْتُ الْيَمِيْنَ عَلَيْهِ فَإِنْ لَمْ يُجِبْ رُدَّتِ الْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعِي فَيَحْلِفُ وَيَسْتَحِقُّ وَإِنْ كَانَ الْقَاضِي يَعْلَمُ وُجُوْبَ الْحَقِّ فَإِنْ كَانَ فِي حُدُوْدِ اللهِ تَعَالَى وَهُوَ الزِّنَا وَالسَّرِقَةُ وَالْمُحَارَبَةُ وَالشُّرْبُ لَمْ يَحْكُمْ بِهِ وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِ ذٰلِكَ حَكَمَ بِهِ وَإِذَا لَمْ يَعْرِفْ لِسَانَ الْخَصْمِ رَجَعَ فِيْهِ إِلَى عَدْلٍ يَعْرِفُ بِشَرْطِ أَنْ يَكُوْنَ عَدَدًا يَثْبُتُ بِهِ ذٰلِكَ الْحَقُّ وَإِذَا حَكَمَ بِشَيْئٍ فَوَجَدَ النَّصَّ أَوِ الْإِجْمَاعَ أَوِ الْقِيَاسَ الْجَلِيَّ بِخِلَافِهِ نَقَضَهُ وَلَا تَصِحُّ الدَّعْوَى إِلاَّ مِنْ مُطْلَقِ التَّصَرُّفِ وَلَا تَصِحُّ دَعْوَى الْمَجْهُوْلِ إِلاَّ فِي مَسَائِلَ مِنْهَا الْوَصِيَّةُ فَإِنِ ادَّعَى دَيْنًا ذَكَرَ الْجِنْسَ وَالْقَدْرَ وَالصِّفَةَ أَوْ عَيْنًا يُمْكِنُ تَعْيِيْنُهَا وَإِلاَّ ذَكَرَ صِفَاتِهَا فَإِنْ أَنْكَرَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ مَا ادَّعَاهُ صَحَّ الْجَوَابُ وَكَذَا إِنْ قَالَ لَا يَسْتَحِقُّ عَلَيَّ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الْمُدَّعَى بِهِ عَيْنًا فِي يَدِ أَحَدِهِمَا فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ بِيَمِيْنِهِ فَإِنْ كَانَ فِي يَدِهِمَا حَلَفَا وَجُعِلَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ وَمَنْ لَهُ حَقٌّ عَلَى مُنْكِرٍ فَلَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ مِنْ مَالِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَإِنْ كَانَ مُقِرًّا فَلَا)

(فصل)

طریقۂ قضاء کے بیان میں

(جب) ایک (خصم) اپنے دوسرے خصم پر ایسا (دعویٰ کرے جو صحیح نہ ہو) اس کے شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہونے کی بناپر (تو قاضی اس کے دعوے کو نہ سنے اور اگر) خصم کا یعنی مدعی کا (دعویٰ صحیح ہو تو قاضی دوسرے سے) یعنی مدعی علیہ سے (کہے تو کیا کہتا ہے؟) اس دعوے کے بارے میں جو مدعی نے تجھ پر کیا ہے (پھر جب مدعی علیہ اقرار کرے) مدعی کے دعوے کا (تو قاضی مدعی علیہ کے خلاف فیصلہ نہ دے) یعنی مدعی علیہ کے اقرار کرنے سے قاضی مدعی کے حق میں فیصلہ نہ دے (مگر مدعی کے طلب کرنے سے) مطلب یہ ہیکہ قاضی مدعی سے کہے گا کہ تیرے دعوے کا مدعی علیہ نے اقرار کیا ہے لہٰذا تو کیا چاہتا ہے-؟-اگر مدعی کہے کہ میرے حق میں فیصلہ دے دیا جائے تو قاضی فیصلہ سنا دے اور اگر مدعی درگزر کرنا چاہے تو قاضی درگزر کا فیصلہ کرے (اور جب) مذکورہ صورت میں (مدعی

علیہ انکار کرے تو) اس میں تفصیل ہے کہ (اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہو تو مدعی علیہ کا قول مانا جائے گا اس کی قسم کے ساتھ) دم کے دعوے کے علاوہ میں، آپ ﷺ نے فرمایا: مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا ہے اور منکر کے ذمہ قسم کھانا ہے، بہر حال دم کے بارے میں لوث ہونے کی صورت میں مدعی کا قول معتبر ہوتا ہے،

(اور قاضی مدعی علیہ کو قسم نہ کھلائے مگر مدعی کے طلب کرنے سے) مطلب یہ ہیکہ مدعی مدعی علیہ کی قسم کو طلب کرے تو قاضی مدعی علیہ کو قسم کھلائے، اگر مدعی کے طلب کرنے سے پہلے قاضی مدعی علیہ کو قسم کھلائے تو اس قسم کا اعتبار نہ ہوگا اور اگر مدعی کے طلب کے بعد اور قاضی کے قسم کھلانے سے پہلے ہی مدعی علیہ قسم کھائے تو اس قسم کا بھی اعتبار نہ ہوگا، (پھر اگر مدعی علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو قسم لوٹے گی مدعی پر) بشرطیکہ مدعی خود صاحبِ حق ہو اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم لوٹتی ہے حق کے طالب پر۔ اگر مدعی بچہ، مجنون اور سفیہ کا ولی ہو یا مدعی وصی ہو تو اس صورت میں اصح قول کے مطابق مدعی اور وصی قسم نہ کھائے یعنی مدعی علیہ کے قسم کھانے سے انکار کرنے کی بنا پر قسم ان کی طرف نہیں لوٹے گی (پھر اگر مدعی) وہ (قسم کھائے تو مدعی بہ کا مستحق ہوگا، اور اگر انکار کرے تو قاضی دونوں کو) اپنی مجلس سے (ہٹادے) اس لئے کہ حق کو ثابت کرنے والی چیز اقرار، گواہ اور قسم ان میں سے ایک بھی چیز دونوں میں نہیں ہے (اور اگر مدعی علیہ خاموش رہے) یعنی مدعی کے مدعی علیہ پر دعویٰ کرنے کی صورت میں جب قاضی مدعی علیہ سے دریافت کرے اس دعوے کے بارے میں اور مدعی علیہ خاموش رہے یعنی نہ اقرار کرے نہ انکار (تو قاضی کو چاہئے کہ مدعی علیہ سے کہے اگر تو جواب دے) مدعی کے دعوے کے بارے میں اقرار سے یا انکار سے تو فیصلہ ظاہر ہے (ورنہ) یعنی اگر تو جواب نہ دے گا اقرار یا انکار سے تو (میں قسم لوٹاؤں گا مدعی پر پھر اگر مدعی علیہ جواب نہ دے)

اقرار یا انکار سے (تو قسم لوٹائی جائے گی مدعی پر لہٰذا مدعی قسم کھائے گا اور مدعی بہ کا مستحق ہو گا، اور اگر قاضی حق کے وجوب کو جانتا ہو) یعنی قاضی کو کسی کا کسی پر حق کے واجب ہونے کا علم ہو (تو) اس میں تفصیل ہے کہ (اگر وہ حق اللہ تعالیٰ کے حدود کے بارے میں ہو اور وہ) یعنی اللہ تعالیٰ کے حدود سے متعلق حق (زنا) ہے اور (سرقہ) ہے یعنی چوری کرنا، اور (محاربہ) ہے (اور شرب) خمر (ہے تو) قاضی کو کسی پر (حق کے وجوب کا علم ہونے سے قاضی) حد کو جاری کرنے کا (فیصلہ نہ دے) حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں: اگر میں کسی ایسے شخص کو دیکھوں جس پر حد لازم ہو تو اس پر حد جاری نہیں کروں گا یہاں تک کہ دو گواہ میرے سامنے گواہی دیں (اور اگر وہ حق اللہ تعالیٰ کے حدود کے علاوہ ہو) جیسے مال، نکاح، قصاص اور حد قذف کے بارے میں ہو (تو قاضی حق کے وجوب کا علم ہونے سے فیصلہ دے) کہ فلاں حق والے کا حق واجب ہو چکا ہے لہٰذا اس کا حق لوٹانا لازم قرار دے اس لئے کہ دو شاہدوں کی گواہی سے یا ایک گواہ اور قسم سے قاضی فیصلہ کرتا ہے حالانکہ دو گواہوں کی گواہی اور ایک گواہ اور قسم سے ظن حاصل ہوتا ہے جب ظن سے فیصلہ درست ہے تو علم سے تو بدرجۂ اولیٰ درست ہو گا،

(اور جب قاضی خصم) یا شاہد (کی زبان کو جانتا نہ ہو تو اس بارے میں قاضی رجوع کرے عادل شخص کی طرف جو) خصم یا شاہد کی زبان کو (جانتا ہو بشرطیکہ عادل عارف) اتنی (تعداد میں ہوں جس) تعداد (سے وہ حق ثابت ہوتا ہو) اگر ایک مرد دو عورتوں سے ثابت ہوتا ہو تو دو مردوں سے یا ایک مرد دو عورتوں سے ترجمہ قبول کیا جائے گا اگر حق فقط دو مردوں سے ثابت ہوتا ہو جیسے نکاح تو دو مردوں کا ترجمہ لازم ہو گا۔ ایک مرد دو عورتوں کا ترجمہ کافی نہ ہو گا۔ اور مصنف کی عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ زنا میں چار گواہ ضروری ہیں لیکن روضہ اور اس کی اصل میں دو کی کفایت کو صحیح کہا گیا ہے،

(اور جب قاضی کسی چیز کا فیصلہ کرے اور نص) یعنی کتاب اللہ یا سنت متواترہ کو (یا اجماع) کو (یا قیاس جلی کو فیصلہ کے خلاف پائے تو فیصلہ کو توڑ دے) یعنی پھر فیصلہ صادر نہ کرے، اگر قیاس خفی کو فیصلہ کے خلاف پائے تو حکم کو نہ توڑے،

قیاس جلی کی تعریف: قیاس جلی وہ قیاس ہے جس میں اصل و فرع کے درمیان فارق کی عدمِ تاثیر قطعی ہو یا تاثیر فارق بعید ہو۔

قیاس خفی کی تعریف: قیاس خفی وہ ہے جس میں تاثیر فارق بعید نہ ہو،

سنت متواترہ: یعنی وہ احادیث جن کے راوی اتنی تعداد میں ہوں کہ عادتاً جھوٹ پر ان کے اتفاق کو محال قرار دیا جائے۔

(اور دعوی صحیح نہیں ہوتا مگر مطلق التصرف شخص کا) صحیح ہوتا ہے، لہٰذا بچہ، مجنون اور سفیہ کا دعوی صحیح نہ ہوگا اور مدعی علیہ کے لئے شرط ہے مکلف ہونا،

(اور) دین یا عین سے متعلق (مجہول چیز کا دعوی صحیح نہیں ہوتا) اس لئے کہ یہ غیر متمیز ہے (مگر) چند (مسائل میں) مجہول چیز کا بھی دعوی صحیح ہوتا ہے (ان میں سے وصیت) کے مسئلہ میں جیسا کہ کوئی دعوی کرے کسی انسان پر کہ اس کے مورث نے میرے لئے کپڑے کی وصیت کی ہے تو یہ دعوی مجہول ہونے کے باوجود صحیح ہوگا۔ مجہول اس طرح کہ کونسا کپڑا یا کتنا کپڑا معلوم نہیں، اسی طرح کوئی دعوی کرے کسی انسان کی ملکیت میں اپنے لئے راستہ کا تو اس کا دعوی صحیح ہوگا راستہ کی مقدار متعین نہ ہونے [یعنی مجہول ہونے] کے باوجود (اگر کوئی دین کا دعوی کرے) جیسے قرض یا سلم کا، مبیع کی قیمت یا اجرت کا یا مہر وغیرہ کا (تو) اس کی (جنس کو ذکر کرے) مثلاً مہر کے متعلق دعوی ہے تو مہر میں کیا ہے اس کو ذکر کرے جیسے کہے مہر میں سونا ہے وغیرہ، اور دین کی (مقدار) کو ذکر کرے، جیسے پانچ تولے مہر (اور) دین کی (صفت) کو ذکر کرے [جیسے کہے ۲۳ کیریٹ کا سونا یا ۲۲ کا وغیرہ] (یا

عین) کا دعویٰ کرے (جس کی تعیین کرنا ممکن ہو) آسان ہو جیسے کہ گھر (ورنہ) یعنی اگر تعیین کرنا ممکن نہ ہو اس وجہ سے کہ عین منقولہ ہو اور شہر سے غائب ہو تو (عین کی صفات کو ذکر کرے) اگر عین باقی ہو یا ضائع ہو گئی ہو اور وہ مثلی ہو تو ان صفات کو ذکر کرنا ہے جن کا باب السلم میں اعتبار کیا گیا ہے اور اگر عین باقی نہ ہو بلکہ ضائع ہو گئی ہو اور متقومہ میں سے ہو تو اس کی قیمت کو ذکر کرے نہ کہ صفت کو ذکر کرے۔

(اور اگر مدعی علیہ انکار کرے اس چیز کا جس کا مدعی نے دعوی کیا ہے) جیسے مدعی علیہ عین کے بارے میں کہے: عین اس کا نہیں ہے اور دین کے بارے میں کہے: اس کے لئے میرے ذمہ میں دین نہیں ہے (تو جواب صحیح ہو گا) دعوے کے مطابق ہونے کی وجہ سے یعنی مدعی علیہ کا انکار ثابت ہو گا اور مدعی اس چیز کا مستحق نہ ہو گا (اور اسی طرح اگر مدعی علیہ کہے: مدعی میرے ذمہ میں تیرا کوئی حق نہیں) یعنی وہ چیز مجھ پر لازم نہیں جس کا تو دعویٰ کر رہا ہے تو بھی جواب صحیح ہو گا (اگر مدعی بہ دونوں) یعنی مدعی اور مدعی علیہ (میں سے کسی ایک کے ہاتھ میں ہو) اور گواہ نہ ہو (تو) جس کے ہاتھ میں ہو (اس کا قول مانا جائے گا اس کی قسم کے ساتھ) اس لئے کہ ہاتھ میں ہونا دال ہے ملکیت پر لہٰذا قسم کھائے گا کہ میرے ہاتھ میں موجود چیز میری ملکیت میں ہے (اور اگر دونوں کے ہاتھ میں ہو) بیک وقت اور کوئی گواہ نہ ہو (تو دونوں کو قسم کھلائیں گے) مدعی بہ دوسرے کی ہونے کی نفی کے لئے وہ اس طرح کہ کہے: اللہ کی قسم یہ چیز تیری نہیں ہے (اور دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کریں گے) اس طرح آپ ﷺ نے فیصلہ کیا تھا (اور جس شخص کا منکر کے ذمہ حق ہو اس کے لئے) یعنی صاحبِ حق کے لئے (جائز ہے کہ منکر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر اپنا حق لے) حق سے زائد لینا جائز نہیں، یہ آدمی کے حق کے بارے میں

ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق جیسے زکوٰۃ دینے سے مالک انکار کرے تو مستحق زکوٰۃ کے لئے جائز نہیں ہے اس کے مال میں سے زکوٰۃ لینا۔

(اگر وہ آدمی جس کے ذمہ حق ہے اقرار کرے تو) اب اس کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر اپنا حق لینا (جائز نہیں)۔

واللہ أعلم

تم بعون اللہ تعالی

(بَابُ الشَّهَادَةِ)

(تَحمّلُهَا وَأَدَاؤُهَا فَرضُ كِفَايَةٍ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ اِلاّ هُوَ تَعَيّنَ عَلَيهِ وَلَايَجُوزُ أَنْ يَأْخُذَ أُجرَةً حِينَئِذٍ فَإِنْ لَمْ يَتَعَيّنْ فَلَهُ الْأَخْذُ وَلَاتُقْبَلُ اِلاّمِنْ حُرٍّ مُكَلّفٍ نَاطِقٍ مُستَيقِظٍ حَسَنِ الدِّيَانَةِ ظَاهِرِ الْمُرُوءَةِ فَلَاتُقبَلُ مِنْ مُغَفَّلٍ وَلَامِنْ صَاحِبِ كَبِيرَةٍ وَلَا مِنْ مُدْمِنٍ عَلَى صَغِيرَةٍ وَلَا مِمّنْ لَامُرُوءَةَ لَهُ كَكَنّاسٍ وَقَيّمِ حَمّامٍ وَنَحوِ ذٰلِكَ وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ الْأَعْمٰى فِيمَا تَحمّلَ قَبلَ الْعَمٰى وَلَاتُقبَلُ فِيمَا تَحمّلَ بَعدَهُ اِلاّ بِالْاِستِفَاضَةِ أَوْ أَنْ يُقَالَ فِي أُذُنِهِ شَيْئٌ فَيُمسِكُ الْقَائِلَ وَيَحمِلُهُ اِلَى الْقَاضِي وَيَشْهَدُ بِمَا قَالَ هٰذَا لَهُ وَلَاتُقْبَلُ شَهَادَةُ الشَّخْصِ لِوَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَلَاشَهَادَةُ مَنْ يَجُرُّ لِنَفْسِهِ نَفْعًا وَلَا مَنْ يَدْفَعُ عَنْهَا ضَرَرًا وَلَاشَهَادَةُ الْعَدُوِّ عَلَى عَدُوِّهِ وَلَا شَهَادَةُ الشَّخْصِ عَلَى فِعْلِ نَفْسِهِ، فَيُعْتَبَرُ فِي الْمَالِ وَمَا يُقْصَدُ مِنْهُ الْمَالُ كَالْبَيْعِ رَجُلَانِ أَوْ رَجُل وَامْرَأَتَانِ أَوْ شَاهِد مَعَ يَمِيْنِ الْمُدَّعِي وَمَالَايُقْصَدُ مِنْهُ الْمَالُ كَالنِّكَاحِ وَالْحُدُوْدِ لَمْ يُقْبَلْ اِلاّ شَاهِدَانِ ذَكَرَانِ وَلَايُقْبَلُ فِي الزِّنَا وَاللِّوَاطِ وَاِتْيَانِ الْبَهِيمَةِ اِلاّ أَرْبَعَة ذُكُوْر وَيُقْبَلُ فِيمَا لَايَطَّلِعُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ كَالْوِلَادَةِ رَجُلَانِ أَوْ رَجُل وَامْرَأَتَانِ أَوْ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ)

(شہادت کا بیان)

شہادت کی تعریف

لغت میں: قطعی [یقینی] خبر کو شہادت کہتے ہیں (تحقیق على عمدة ص ۲۲۹)

شرعاً : لفظِ خاص سے کسی چیز کی خبر دینا شہادت کہلاتا ہے (أيضاً)

آیت: وَلَاتَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (سورۂ بقرة ۲۸۳) (أيضاً)

حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے لئے نہیں ہے مگر تیرے دو گواہ یا اس کی قسم۔

شہادت کے ارکان

(۱) شاہد [گواہی دینے والا] (۲) مشہود علیہ [یعنی جس کے خلاف گواہی دی جائے] (۳) مشہود بہ [یعنی جس چیز کے بارے میں گواہی دی جائے] (۴) صیغہ [یعنی وہ الفاظ جن سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے]

مصنفؒ نے **باب الشھادۃ** کو دعویٰ کے بعد اس لئے ذکر فرمایا کہ دعویٰ پہلے پیش آتا ہے بعد میں شہادت۔

(گواہی اٹھانا اور اس کو ادا کرنا) حاکم کے سامنے (فرض کفایہ ہے) اگر وہاں کوئی گواہی کو اٹھانے اور ادائیگی کے قابل (نہ ہو مگر وہ) یعنی وہاں ایک ہی شخص اس کے قابل ہو (تو اس پر شہادت فرض عین ہوگی)

(اور جائز نہیں ہے کہ) گواہی پر مشہود لہ [یعنی جس کے لئے گواہی دے رہا ہے اس] سے (اجرت لے) شاہد پر گواہی دینا (فرض عین ہونے کی صورت میں) لیکن اصح قول کے مطابق اجرت لینا جائز ہے جبکہ بیت المال سے اجرت نہ ملتی ہو اگر ملتی ہو تو لینا جائز نہیں (اور اگر) اس پر گواہی دینا (متعین نہ ہو تو اس کے لئے) اجرت (لینا جائز ہے اور شہادت قبول نہیں ہوتی مگر آزاد شخص) کی قبول ہوتی ہے لہٰذا اغلام کی قبول نہ ہوگی اور (مکلف) کی قبول ہوتی ہے لہٰذا بچہ اور مجنون کی قبول نہ ہوگی اور (ناطق) کی قبول ہوتی ہے لہٰذا گونگے کی قبول نہ ہوگی اگرچہ اس کا اشارہ سمجھا جاتا ہو اس لئے کہ پھر بھی وضاحت نہیں ہوسکتی اور اشارہ سے اس کے تصرفات کا صحیح ہونا حاجت کی بنا پر ہے اور دوسروں کے موجود ہونے کی وجہ سے اس کی شہادت کی حاجت نہیں، اور (مستیقظ) کی گواہی قبول ہوتی ہے مستیقظ یعنی: چوکنہ، اور (عادل) کی قبول ہوتی ہے، "**حسن الدیانۃ**" سے یہاں مراد: عادل ہونا ہے، اور (ظاہر المروءۃ کی) گواہی قبول ہوتی ہے،

مروءۃ: وہ نفسیاتی آداب جن کو ملحوظ رکھ کر انسان اعلی اخلاق وعادات کا حامل بنتا ہے۔

اب آگے مصنفؒ آخری قیود کے محترزات بیان فرمارہے ہیں:

(لہٰذا مغفل کی گواہی قبول نہ ہوگی) مغفل: مستیقظ کا محترز ہے،

مغفل: جو کثرت سے غلطی کرتا ہو اور بھولتا ہو اسے مغفل کہتے ہیں۔

(اور بڑا گناہ کرنے والے کی) گواہی قبول (نہ ہوگی) اس لئے کہ اس میں عدالت منتفی ہے، یہ "حسن الديانة" کا محترز ہے،

(اور چھوٹے گناہ پر مصر شخص کی) گواہی قبول (نہ ہوگی) اس لئے کہ اس صورت میں صغیرہ گناہ کبیرہ کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے اس کے برخلاف جب صغیرہ پر مصر نہ ہو تو صغیرہ کرنے والے کی گواہی قبول ہوگی

گناہ صغیرۃ کی تعریف: صغیرہ وہ گناہ ہے جس کے بارے میں قرآن یا سنت میں سخت وعید وارد نہ ہوئی ہو،

گناہ کبیرہ کی تعریف: کبیرہ وہ گناہ ہے جس کے بارے میں قرآن یا سنت میں سخت وعید وارد ہوئی ہو (فیض ج۲ص ۳۵۰)

دوسری تعریف: کبیرہ وہ گناہ ہے جو دلالت کرے کہ اس کا مرتکب دین کی پرواہ کم کرتا ہے (أنوار المسالک ص۲۷۲)

(اور نہ اس شخص کی) گواہی قبول (ہوگی جو صاحب مروءۃ نہ ہو) یہ "ظاہر المروءۃ" کا محترز ہے،

آگے مصنفؒ صاحب مروءۃ نہ ہونے کی بعض مثالیں بیان فرمارہے ہیں:

(جیسے جاروب کش) یعنی بھنگی اور (حمام کا منتظم) یعنی نگراں (اور اس کے مانند، اور اندھے کی گواہی قبول کی جائے گی اندھاپن سے پہلے تحمل کی صورت میں اور) اندھے کی گواہی (قبول نہیں کی جائے گی اس چیز میں جس میں شہادت کا تحمل اندھے پن کے بعد کیا ہو مگر) لوگوں کے درمیان (شہرت کی صورت میں) یعنی مشہود بہ ایسی چیز ہو جو شہرت سے ثابت ہوتی ہو (یا اندھے کے کان میں کچھ کہا جائے پھر اندھا اس کہنے والے کو پکڑ لے اور قاضی کے پاس لے جائے اور گواہی دے کہنے والے کی بات کی) یعنی اس کے کان میں کہی ہوئی بات کی (اور اندھا کہے یہ مقر بہ فلاں مشہود لہ کے لئے ہے)

(اور کسی شخص کی گواہی) تہمت کی بناپر (اپنے ولد کے لئے) اگر چہ نیچے تک ہو (قبول نہ ہو گی، اور اپنے والد) کے لئے اگر چہ اوپر تک ہو قبول نہ ہو گی (اور اس شخص کی گواہی) قبول (نہ ہو گی جس) کی گواہی سے اس (کا خود کو نفع حاصل ہو) یعنی جس کی گواہی سے اس کا ذاتی نفع ہو اس کی گواہی قبول نہ ہو گی (اور اس شخص کی) گواہی قبول (نہ ہو گی جس کی گواہی سے خود کا نقصان دور ہو) جیسے شاہد اپنے غلام کے لئے گواہی دے تو قبول اس لئے نہ ہو گی کہ شاہد کے گواہی دینے سے خود کا نقصان دور کرنا ہے وہ اس طرح کہ غلام سے جو نقصان دور ہو گا وہ در حقیقت شاہد سے دور ہونا ہے چونکہ اس کا غلام ہے،

(اور دشمن کی گواہی اس کے دشمن کے حق میں) قبول (نہ ہو گی اور کسی شخص کی گواہی اپنے ذاتی فعل کے لئے) قبول (نہ ہو گی) جیسے حاکم گواہی دے خود کے فیصلہ پر،

(لہٰذا مال میں) یعنی اس چیز میں جو مال سے متعلق ہو (اور اس چیز میں جس سے مال کا قصد ہو) چاہے مال عین ہو یا دین یا منفعت ہو (جیسے بیع) کے عقد میں اعتبار کیا جائے گا اور اس کے مانند ہر مالی عقد میں یا مالی عقد کو فسخ کرنے میں یا مالی حق میں، اسی سے ہے حوالہ۔ اور اقالہ، ضمان، خیار، اجل اور قتل خطاء میں (اعتبار کیا جائے گا) گواہی میں (دو مردوں کا یا ایک مرد اور دو عورتوں) کا (یا) ایک (گواہ) کا (مدعی کی قسم کے ساتھ)

(اور اس چیز میں جس سے مال کا قصد نہ ہو جیسے نکاح اور حدود) میں حدود کی انواع کے ساتھ، اسی طرح طلاق، رجعت، اقرار، موت، وکالت، وصایہ، شرکت، اقراض، کفالہ اور شہادۃ علی شہادۃ وغیرہ میں گواہی (قبول نہ کی جائے گی) یعنی مذکورہ کسی چیز کو ثابت کرنے میں گواہی قبول نہ کی جائے گی (مگر دو مردوں کی گواہی) مذکورہ کسی چیز کو ثابت کرنے میں قبول کی جائے گی، اس لئے کہ ان چیزوں کا ظہور غالباً مرد کے سامنے ہوتا ہے (زنا) میں اور (لواطت) میں (اور جانور کے پاس آنے میں) یعنی جانور سے وطی کرنے

میں گواہی (قبول نہیں کی جائے گی مگر چار مردوں کی) گواہی ان مذکورہ چیزوں میں قبول کی جائے گی مطلب یہ ہیکہ چار مرد اس طرح کہے: "حشفہ شرمگاہ میں زنا کے طور پر داخل کیا اس کو ہم نے دیکھا" ہم اس کی گواہی دیتے ہیں تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی،

(اور اس چیز میں جس پر مردوں کو اطلاع نہیں ہوتی) بلکہ عورتیں مطلع ہوتی ہیں (جیسے ولادت) بکارت، حیض اور رضاع وغیرہ میں گواہی (قبول کی جائے گی دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں) کی (یا چار عورتوں) کی۔ ابن ابی شیبہ نے امام زہری سے نقل کیا ہے کہ سنت اس طرح جاری ہے کہ عورتوں کی گواہی درست ہو گی ان امور میں جن میں عورتوں کے علاوہ کو اطلاع نہیں ہوتی۔ (وَاللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ حق کے موافق ومطابق چیزوں کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔) اور حق ایک ہے جو مجتہد حق کو پالے گا اس کے لئے دو اجر ہیں اور جس کی رسائی حق تک نہ ہو گی وہ مخطی ہے اور اس کے لئے اس کے اجتہاد کی وجہ سے ایک اجر ہے اور وہ معذور ہے اور یہ فروع میں ہے اور اصولِ دین میں مخطی معذور نہیں۔

دعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شرح عمدۃ کی تکمیل ہوئی میں اللہ کے حضور مقر ومعترف ہوں کہ حق ادا نہیں ہوا۔

اللھم اعف عنا واغفر لنا وارحمنا وصلی اللہ تعالیٰ علی محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

ماخذومراجع

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین
جلالین (اول)	علامہ جلال الدین سیوطی
جلالین (ثانی)	علامہ جلال الدین محلی
حاشیۃ الجمل شرح جلالین	علامہ شیخ سلیمان الجمل
حاشیۃ الصاوی	احمد بن محمد صاوی
تفسیر کبیر	امام فخر الدین الرازی
ترجمۂ قرآن	مولانا اشرف علی تھانوی
ترجمۂ قرآن	مفتی محمود الحسن صاحب
تفسیر فی حاشیۂ ترجمہ قرآن	مولانا شبیر أحمد عثمانی
بخاری شریف	محمد بن اسماعیل جعفی
مسلم شریف	امام ابو الحسین قشیری
شرح مسلم	محی الدین بن شرف النووی
أبو داؤد	سلیمان بن الأشعث سجستانی
ترمذی شریف	محمد بن عیسیٰ سلمی
ابن ماجہ	محمد بن یزید ابن ماجہ
مشکوۃ شریف	محمد بن عبد اللہ تبریزی
نزھۃ المتقین شرح ریاض الصالحین	دکتور مصطفی سعید الخن دکتور مصطفی البغار
روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین	محی الدین بن شرف النووی
المنھاج السوی فی حاشیۂ روضۃ	حافظ جلال الدین سیوطی
منھاج الطالبین	محی الدین بن شرف النووی
نھایۃ المحتاج شرح منھاج	شمس الدین محمد بن أبی العباس
مغنی المحتاج شرح منھاج	شیخ محمد شربینی
شرح محلی علی منھاج فی حاشیتان	جلال الدین محلی
(۱) حاشیۂ قلیوبی علی شرح محلی	شھاب الدین ابن احمد قلیوبی

(۲)حاشیۂعمیرہعلی شرح محلی	شهاب الدين عميره
ألفاظ أبى شجاع (متن الغاية)	أبى شجاع أحمدأصفهانى
اقناع فى حل الفاظ ابى شجاع	شيخ محمدشربينى
حاشیۂاقناع	فاضل مولاناشيخ عوض
كفاية الأخيار شرح متن الغاية	تقى الدين أبى بكر دمشقى
تحقيق وتعليق فى كفاية	شيخ كامل محمدمحمدعويضة
قرةالعين	زين الدين مليبارى
فتح المعين شرح قرةالعين	زين الدين مليبارى
ترشيح المستفيدين شرح فتح المعين	علوى بن سيدأحمدسقاف
الأشباه والنظائر	علامهعبدالرحمن سيوطى
الأعلام والاهتمام	أبى يحيى زكرياأنصارى
الفقهعلى المذاهب الأربعة	عبدالرحمن جزيرى
منهج الطلاب	ابى يحيى زكرياانصارى
فتح الوهاب شرح منهج الطلاب	ابى يحيى زكرياانصارى
حاشيةالجمل شرح فتح الوهاب	علامهشيخ سليمان الجمل
فيض الالهالمالك شرح عمدةالسالك	سيدعمربركات مكى
تعليقات مفيدهفى فيض	مصطفى محمدعماره
انوارالمسالک شرح عمدةالسالک	شيخ محمدزهرى غمراوى
تعليقات فى حاشيةعمدة	بعض العلماءالثقات
تحقيق على عمدة	صالح مؤذن ومحمدغياث
تحقيق على عمدة	عبدالمجيدمحمدرياض
الفقهالمنهجى	مصطفى الخن ومصطفى البغاء
قلائدالخرائدوفرائدالفوائد	الفقيهعبدالله بن محمدباقشير حضرمى

عقود رسم المفتی	علامہ ابن عابدین شامی
أحکام الاسلام عقل کی نظر میں	مولانا اشرف علی تھانوی
حاشیۂ احکام الاسلام	مولانا جمیل احمد تھانوی
منیۃ الطالب ومنۃ المالک	محمد نوریوسف پٹیل
ورقات	امام جلال الدین محلی
شرح ورقات	أحمد بن محمد دمیاطی
لب الأصول	أبی یحیی زکریا أنصاری
غایۃ الأصول	أبی یحیی زکریا أنصاری
تیسیر الأصول	ابراھیم بن عبداللہ قاسمی
منجد الطلاب	
بیان اللسان	قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی